Title - ISLAHU'R RUSOOM.
Creator - Ashraf Ali Thanvi
Publisher - Matba Bilali Press (Saharanpur).
Date - 1905
Pages - 144
Subject - Islam - Rusoom; Islam - Aqayad;
Islam - Samaj.

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

چوں اکثر مردمان بخلاف منطوق ایں آیۂ کریمہ کہ وجوب انقیاد است امر الٰہی
را در جمیع حالات از عبادات یا از عادات متعلق حیات باشد یا ممات وبسیا
اعمال از امور دنیویہ کلیاً و امور دینیہ جزئیاً اتباع ہوا را مقدم داشتہ اند وخود
را بوجہ قلت علم بریں معصیت مبتلا داشتہ و ازالۂ ایں اعضال واجب بنا بریں

رسالہ ہذا مسمّٰی بہ

اصلاح الرسوم
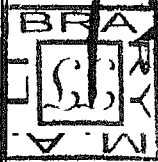
کہ مشتمل بر سہ باب و سی فصول و یک ضمیمہ است و در فصلے بیان رسمے ست
از رسوم کہ بعضے از آں نزد شاں مباح گو فضول است و بعضے بپندار
شاں حسنہ مقبول است بعبارت و عنوان کہ سہل المأخذ و یسیر الوصول
است و در مواقع ضرورت کہ وجود اصلی از اصول است بیان احسن عمل و
خیر معمول است جمع کردہ

حسب فرمایش جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب تاجر کتب گنگوہ

در مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ طبع شد

قیمت ۴ر

فہرست مضامین اصلاح الرسوم

الحمد للہ الذی اخرجنا من الظلمات الی النور والصلوٰۃ علی رسولہ سیدنا محمد الہادی الی ما یوجب السرور والحبور وعلی الہ وصحبہ الذین نشروا الحق طبیعہم المشکور ط

امابعد اس زمانہ میں اکثر مسلمانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے رسوم اختراعیہ کے اس قدر پابند ہیں کہ فرض و واجب کے قضا ہو جانیکا غم نہ ہو مگر ان رسوم میں ذرا سی برابر بھی کمی نہو اور ان کی بدولت طرح طرح کی پریشانی اور تنگدستی اور مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور دین و دنیا دونوں کھوتے ہیں اور چونکہ ہر کہ و مہ میں انکا رواج عام ہے اس لئے ان کی برائی بھی دل میں بس برائے نام ہے۔ بلکہ بعض امر تو بعض کے نزدیک اچھا بلکہ ثواب کا کام ہے یہی وجہ ہے کہ ناصحین سے الجھتے ہیں اور لغو شبہات و تاویلیں کرکے اپنے عمل کو حق سمجھتے ہیں۔ پھر بعض رسوم کو تو اعتقاداً معصیت بھی جانتے ہیں۔ گو عملاً اسکو ہلکا اور اپنے کو اسکے کرنے میں مجبور و معذور جانتے ہیں لیکن بعض کو بالکل مباح و حلال ٹھیرایا ہے اور اس سے بڑھکر یہ غضب ہے کہ بعض کو طاعت و عبادت بنایا ہے۔ چونکہ اس میں دنیا کا نقصان عاقبت کا خسران تھا اس لئے مسلمانوں کو اس پر مطلع کرنا مقتضائے خیرخواہی اہل ایمان تھا۔ بناءً علیہ ضروری معلوم ہوا کہ بعض رسوم کثیر الشیوع کے باب میں کچھہ عرض کیا جاوے اور برعایت فہم عوام اس میں بہت سلیس عبارت و تقریر سے کام لیا جاوے اور باعتبار اقسام سہ گانہ مذکورہ کے اس کی تین باب پر تقسیم ہے اور ہر باب کے فصول متعددہ میں ایک رسم کے حکم

کی تعلیم ہے اور چونکہ قسم اول کی قباحت بدیہی اور جلی ہے اور قسم دوم کی اس سے زیادہ
اور قسم سوم کی اس سے زیادہ نظری اور خفی ہے اور بدیہی کی تقدیم نظری پر واجب ہے اسلئے
ترتیب ابواب اسی طرح مناسب ہے اور ہر چند کہ اس کے علاوہ اور بھی ہر جگہ بہت سی مختلف
رسوم ہیں جو کہ عوام و خواص سب کو معلوم ہیں مگر چونکہ ان میں بھی قریب قریب یہی خرابیاں
ہیں اس لئے سب کی تفصیل ضرور نہیں سمجھدار آدمی ذرا بھی غور کرے تو سمجھ لینا دور
نہیں۔ واسمیہا باصلاح الرسوم۔ وابدء ہا متوکلاً علے واہب العلوم

پہلا باب اُن رسوم میں جنکو اکثر کرنیوالے بھی گناہ سمجھتے ہیں اور اسمیں چند
فصلیں ہیں۔ **فصل اول** منجملہ اُن رسوم کے شادی میں ناچ کرانیکی رسم ہے جسمیں
یہ قبائح[1] ہیں (۱) نامحرم عورت کو اہل مجلس دیکھتے ہیں جو آنکھ کا زنا ہے اس کے
بولنے اور گانے کی آواز سنتے ہیں جو کان کا زنا ہے۔ اس سے باتیں کرتے ہیں۔
جو زبان کا زنا ہے اسکی طرف قلب کو میلان[2] ہوتا ہے۔ جو دل کا زنا ہے۔ جو زیادہ بیحیا ہیں
اس کو ہاتھ بھی لگاتے ہیں جو ہاتھ کا زنا ہے۔ اسکی طرف چلکر جاتے ہیں جو پاؤں کا زنا ہے
بعض فعل بد میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں جو اصل زنا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں یہ
مضمون صراحتہً[3] موجود ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم
نے بہت لوگوں کو مبتلائے عذاب دیکھا منجملہ ان کے ایک مقام پر دیکھا کہ ایک غار مثل
تنور کے ہے جو اوپر سے تنگ ہے اور نیچے سے فراخ ہے اُس میں آگ بھر رہی
ہے اور اس میں بہت مرد اور عورتیں ننگی ہیں جسوقت آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے اُسکے
ساتھ وہ سب اوپر کو آجاتے ہیں اور جب وہ شعلہ نیچے جاتا ہے اُس کے ساتھ وہ سب
بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ
ہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ زناکار لوگ ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے اور ایک
حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرے اللہ تعالے

[1] قبائح۔ برائیاں ۱۲ [2] میلان۔ رغبت ۱۲ [3] صراحتاً۔ صاف صاف ۱۲

بدنگاہ کرنے والے کو اور جسکی طرف بدنگاہ کیجاوے یعنی جب وہ بھی اس کا ارادہ وقصد کرے۔ روایت کیا اسکو بیہقی نے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بدنگاہ سے دیکھے قیامت کے دن اُسکی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جاویگا (۲) استنے گناہوں کا علے الاعلان ہوتا کیونکہ یہ بات مقرر ہے کہ پوشیدہ گناہ کرنے سے علانیہ کرنا زیادہ بُرا ہے۔ حدیث میں ہے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے علامات قرب قیامت میں فرمایا کہ جب فلاں فلاں امر واقع ہوں اور گانے والیاں اور باجے علے الاعلان ظاہر ہونے لگیں اسوقت لوگوں کو اندیشہ کرنا چاہئے۔ سُرخ ہوا کا اور زلزلہ کا اور زمین میں غرق ہوجانے کا اور صورت مسخ ہوجانیکا اور پتھر برسنے کا اور بڑی بڑی سخت نشانیوں کا کہ اس طرح لگاتار آوینگی۔ جیسے کسی لڑی کا تاگا ٹوٹ جاوے اور اس کے دانے لگاتار گرنے لگتے ہیں روایت کیا اسکو ترمذی نے واقعی یہ حدیث گویا ناچ ہی کی پیشینگوئی ہے کہ کسیوقت ایسا بھی ہوگا جو لوگ بیباکی سے اس میں شریک ہوتے ہیں وہ سن لیں کہ اس میں کیسی وعیدیں ہیں اور حدیث میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ظاہر ہوئی بیحیائی اور فحش کسی قوم میں یہانتک کہ اسکو کھلم کھلا کرنے لگیں مگر پھیل پڑتا ہے انمیں طاعون اور ایسی بیماریاں کہ انکے گذشتہ بزرگوں میں کبھی نہیں ہوئیں روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور کوئی شک نہیں کہ ناچ میں شریک ہونے سے زیادہ اور کیا بیحیائی ہوگی طاعون اور نئی نئی بیماریوں کا پھیلنا ہمارے ملک میں ظاہر ہے یہ نتیجہ ان ہی فحش افعال کا ہے (۳) بانی و مہتمم مجلس کیلئے خصوصاً یہ کہ وہ استنے آدمیوں کو گناہ کی طرف بلاتا اور جمع کرتا ہے۔ پس جس قدر جدا جدا سب کو گناہ ہوتا ہے اسیقدر سب ملاکر اکیلے اس بانی و مہتمم کو ہوتا ہے بلکہ اسکی دیکھا دیکھی جو کوئی جب کبھی اس قسم کا جلسہ کریگا اس میں بھی یہ شخص شریک گناہ ہوگا بلکہ اسکے مرنیکے بعد بھی جب تک اس کا بنیاد ڈالا ہوا سلسلہ چلے گا اسوقت تک برابر

اس کے نامۂ اعمال میں گناہ بڑھتا جاویگا حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص راہ ہدایت کی طرف بلاوے جتنے آدمی اسکی پیروی کرینگے جسقدر ان سب کو ثواب ملے گا اُسیقدر اسکو بھی ثواب ہوگا۔ اور ان کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص کسی گمراہی کے طریقے کی طرف بلاوے جتنے آدمی اسکی پیروی کرینگے۔ جسقدر ان سب کو گناہ ہوگا اتنا اُس اکیلے کو ہوگا اور انکے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی روایت کیا اسکو مسلم نے (۴) جو لوگ مجلس میں موجود نہیں دُور دراز رہتے ہیں انکو بذریعہ خطوط کے اور رنگین رقعوں کے اطلاع دیتا ہے کہ اس طرح فسق و فجور کرد کھایا گیا ہے یہ بھی خود ایک سخت گناہ ہے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب کے لئے معافی ہو مگر جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں اور یہ بھی کھلم کھلا ہی کرنا ہے کہ اللہ تعالے نے ستاری فرمائی تھی مگر صبح کو اُس نے خود اپنے کو فضیحت کرنا شروع کیا کہ میاں فلانے ہمنے فلاں دن فلاں کام کیا تھا خود اپنی پردہ دری کی حالانکہ خدائے تعالے نے چھپا لیا تھا فقط۔ سو ظاہر ہے کہ شادی کے رقعوں میں بقید تاریخ اطلاع ناچ کی دور دور تک کی جاتی ہے اور اس مضمون میں اس فعل کا استحسان اور دوسروں کو ترغیب شرکت اور اپنی منت کشی ہوتی ہے (۵) اس مجلس میں معازف[1] مزامیر[2] بیدھڑک بجائے جاتے ہیں جو خود سامان معصیت ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم فرمایا ہے مجھکو میرے پروردگار نے معازف اور مزامیر کے مٹانیکا روایت کیا اس کو احمد نے خیال کرنیکی بات ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جس چیز کے مٹانے کیلئے تشریف لائیں اس کے رونق دینے والے کے گناہ کا کیا ٹھکانا ہے (۶) شرکاء مجلس کو تو نماز کیا خاک نصیب ہوگی اور پاس پڑوس والوں کی نماز میں گلنے بجانیکی آواز سے خلل و نقصان واقع ہوتا ہے۔ بعضے لوگونکو اس پریشانی میں نیند بیوقت آتی ہے اور نماز قضا ہو جاتی ہے سو ان نمازوں کے برباد ہونیکا وبال اس شخص پر پڑتا ہے ایک ایک نماز کے ترک پر حدیث میں جہنم کی وعید آئی ہو

[1] معازف۔ ہاتھ سے بجانے کے باجے ۱۲ [2] مزامیر۔ منہ سے بجانے کے باجے ۱۲

جس شخص نے اتنے آدمیوں کی نماز خراب کی اسکے عذاب کا کیا ٹھکانا ہے (۷) اکثر ناچ
دیکھنے کی جب عادت ہو جاتی ہے اس کی برائی دل سے نکل جاتی ہے بجائے اسکے
کہ گناہ کرکے غم ہوتا اور الٹی فرحت ہوتی ہے یہ مقام بڑے اندیشہ کا ہے۔ رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان ہونیکی یہ علامت فرمائی ہے کہ اگر نیکی کرکے دل خوش ہو
اور گناہ کرکے دل برا ہو تو بھی تم مومن ہو جب گناہ کرکے دل خوش ہونے لگا پھر فرمائیے
ایمان کہاں رہا یہ تو ہر دیکھنے والے کا حال ہوا اور جس نے سب کو دکھلایا ہے وہ اکیلا
ان سب کی برابر عقوبت کا مستحق ہوتا ہے (۸) بعضے لوگ ناچنے والی کے عشق میں مبتلا ہو
اپنا سب مال اور آبرو اور دین برباد کرتے ہیں اسکا سبب یہی بانی مجلس ہوا تو اسی تمامتر
وبال میں یہ بھی شریک ہوگا۔ اور یہ عشق مجازی ایسی بری بلا کی چیز ہے کہ آدمی کو بعض
اوقات کافر بنا کر رہتی ہے کیونکہ انسان کا قلب تو ایک ہی ہے اس میں ایک ہی محبت
سما سکتی ہے جب کسی مردار کی محبت اس میں آویگی خالق کی محبت کم ہوگی اور جسقدر یہ
بڑھتی جاویگی اسی قدر خالق کی محبت گھٹتی جاویگی یہانتک کہ یہ جب قلب کو بالکل محیط ہو جاویگی
وہ بالکل دل سے نکل جاویگی اور یہی مقام کفر کا ہے۔ ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ اپنے
گھر کے روبرو کھڑا تھا۔ اور دروازہ اس گھر کا حمام کا سا دروازہ تھا ایک خوبصورت
نوجوان لڑکی وہاں گذری اور پوچھا کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے اس شخص نے کہا کہ حمام
منجاب یہی ہے وہ اندر چلی گئی اور یہ اس کے پیچھے پیچھے چلا جب لڑکی نے یہ حالت دیکھی
سمجھ گئی کہ اس نے دھوکا دیا اس نے براہ چالاکی بشاشت ظاہر کی اور کہا کہ کچھ سامان عیش
ونشاط مہیا کر لینا چاہیے کہنے لگا جو کہو ابھی تیار ہو جاتا ہے اس نے کچھ فرمائش کی یہ گھر
سے اس کا سامان کرنیکے لئے باہر نکلا اور اسکو گھر میں چھوڑ گیا یہ لڑکی نکلکر چلدی وہ شخص
جو لوٹ کر آیا اور اس کو نہ پایا بہت پریشان ہوا اور اکثر اس کو یاد کیا کرتا اور گلی کوچوں میں
کہتا پھرتا ؎ یا رب قائلة یوما وقد تعبت۔ این الطریق الی حمام منجاب۔ خلاصہ

شعر کا یہ ہے کہ وہ جو حمام منجاب کا راستہ پوچھتی تھی وہ کہاں گئی اسی طرح تمام عمر معصیت میں گذری جب مرنیکا وقت پہنچا لوگ کلمہ پڑھنے کو کہتے تھے اور وہ بجائے کلمہ یوں کہتا تھا ؎ یارب قائلۃ یوماً وقد تعبت۔ این الطریق الی حمام منجاب۔ آخر اسی میں ختم ہوگیا نعوذ باللہ من سوء الخاتمۃ ایک اور شخص کی حکایت ہے کہ کسی پر عاشق ہوگیا اور اس غم میں صاحب فراش ہوگیا کچھ لوگوں نے درمیان میں پڑکر معشوق کو لانے پر آمادہ کیا یہ خبر سنکر عاشق تازہ ہوگیا اور منتظر وعدہ ہوکر بیٹھا دفعۃً ایک شخص نے آکر بیان کیا اور وہ میرے ساتھ آنیکو چلا تھا رستہ میں کہنے لگا کہ میں موضع تہمت میں نہیں جاتا میں نے ہر چند سمجھایا مگر اس نے نہ مانا اور واپس ہوگیا اس کو سنتے ہی اس کی پہلے سے بدتر حالت ہوگئی اور علامات مرگ ظاہر ہونے لگے اور اس حالت میں یہ کہنا شروع کیا ؎ اعلم یا راحت العلیل۔ ویا شفاء المدنف الخلیل ✦ رضاک اشہی الی فوادی۔ من رحمۃ الخالق الجلیل ؎ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے معشوق کو خطاب کرکے کہتا ہے کہ تیری رضامندی نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے بھی زیادہ مرغوب ہے۔ ایک شخص کہنے لگا کہ کمبخت خدا سے ڈر کیا کہتا ہے۔ کہنے لگا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ ناصح اٹھکر دروازہ تک پہنچا تھا کہ اسکی روح قبض ہوگئی۔ ایک اور حکایت ہے کہ مصر میں ایک شخص مسجد میں رہتا تھا اور اذان و نماز میں لگا رہتا تھا۔ اور اسکے چہرہ پر نور عبادت چمکتا ایک روز اذان کہنے کیلئے مینارہ پر چڑھا اس مینارہ کے نیچے ایک نصرانی کا گھر تھا۔ اس کی دختر پر نظر پڑگئی اور عاشق ہوگیا اور اذان چھوڑ چھاڑ نیچے اترا اسکے گھر پہنچا لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے اور کیا چاہتا ہے اس شخص نے اپنا حال بیان کیا اور کہا میں اس لڑکی کو چاہتا ہوں لڑکی نے جواب دیا کہ تو مسلمان میں نصرانی میرا باپ ہرگز تجھسے نکاح نہیں کرسکتا کہنے لگا کہ اگر نصرانی ہو جاؤں اس نے کہا اس وقت ممکن ہے یہ شخص نکاح کی امید میں نصرانی ہوگیا ابھی نکاح نہوا تھا کہ کسی کام کیلئے کوٹھے پر چڑھا وہاں سے اتفاقاً گرا اور مرگیا خسر الدنیا والآخرۃ۔ یہ آفتیں

عشق[1] صورت کی ہیں اکثر لوگ اس بلا کو خفیف سمجھتے ہیں اور بعضے اسکو نعوذ باللہ موجب قرب
الٰہی و آئینہ مشاہدہ جمال حقیقی جانتے ہیں جو سراسر الحاد[2] و زندیقی کا اعتقاد ہے اور بزرگوں
کے بعض کلام سے جو سند پکڑتے ہیں اس کے کچھ معنے نہیں سمجھتے (۹) بعضے بدکردار
اکثر ناچ کرانیوالے اسکو سبب ناموری اور آبرو کا جانتے ہیں اور اُس کے نہ ہونیکو
موجب اہانت و بیرونقی شادی کا سمجھتے ہیں ظاہر ہے کہ جب گناہ پر آدمی فخر کرنے لگے
اور اسکے نہونے کو بیعزتی سمجھے تو اس میں گناہ کا استخفاف[3] بلکہ استحسان[4] لازم آتا ہے جسکو
علمانے موجب زوال ایمان فرمایا ہے (۱۰) اس میں مال خوب دل کھولکر برباد کرتے ہیں
اور قرآن و حدیث میں اسراف کرنیکی حرمت اور وعید موجود ہے اللہ تعالے نے فرمایا ہے
کہ بیہودہ اڑانیوالے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے یعنی اس
شخص نے بڑی ناشکری اور بیقدری نعمت کی کی کہ اُسکو اسطرح برباد و تلف کیا (۱۱) جن
جن لوگونکو دور دور اطلاع ہوتی ہے اور وہ مبارکباد کے خطوط بھیجتے ہیں انکو بھی ایسا ہی
گناہ ہوتا ہے جیسا شریک مجلس کو ابوداؤد میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ
جو شخص گناہ میں شریک ہو مگر اس سے راضی ہو وہ مثل اسی شخص کے ہے جو اس میں شریک و
حاضر ہو۔ اور اسی طرح کی بہت سی خرابیاں اس میں جمع ہیں جنکے بیان کی حاجت نہیں صاف
ظاہر ہیں بعضے لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کیا کریں لڑکی والا نہیں مانتا باصرار فرمائش کرتا ہے
ان سے پوچھنا چاہیے کہ اگر لڑکی والا کسی ایسی بات کے لئے زور ڈالے جو تم کو ناگوار ہو
مثلاً فرض کرو یونہی کہے کہ تم اپنی ماں بہن کو لاکر نچاؤ گے تو ہم لڑکی دینگے ورنہ نہ دینگے اسوقت
یہ لوگ کیا کرینگے کیا اس بیغیرتی کو محض لڑکی لینے کی ضرورت سے گوارا کرینگے یا نہایت برہم
ہو کر غیظ و غضب میں آکر مرنے مارنے کو تیار ہو جاوینگے اور لڑکی نہ ملنے کی ذرا بھی پروا نہ
کرینگے مسلمانونکو فرض ہے کہ شریعت نے جس چیز کو حرام ٹھیرایا ہے۔ اس سے ایسی
ہی نفرت ہونا چاہیئے۔ جیسا اپنی طبیعت کے خلاف امور سے ہوتی ہے اور جیسے میں

[1] عشق صورت، عشق ظاہری ۱۲
[2] الحاد، زندیقی، بیدینی ۱۲
[3] استخفاف، ہلکا سمجھنا ۱۲
[4] استحسان، اچھا جاننا ۱۲

شادی ہونے نہ ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی اسی طرح خلاف شرع امور میں بھی صاف جواب دیدینا چاہئے کہ خواہ شادی کرو یا نہ کرو ہم ہرگز ناچ نہ ہونے دینگے غرض یہ کہ کوئی عذر اور وجہ مجبوری کی نہیں اسی طرح برادری اور احباب کو چاہئے کہ اگر کوئی شخص نہ مانے تو ہرگز اسکے ساتھ شرکت نکریں صاف جواب دیدیں کہ جب تمکو اللہ تعالےٰ کی ناراضی کی پرواہ نہیں ہمکو تمہاری ناراضی کی پرواہ نہیں۔ ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد۔ فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

فصل دوم منجملہ ان رسوم کے اکثر نوجوانوں کو گنجفہ شطرنج وغیرہ کھیلنے اور کبوتر بازی اور مرغ و بٹیر لڑانے اور کنکوا وغیرہ اُڑانیکی عادت ہے اللہ تعالےٰ نے جہاں شراب قمار کے حرام ہونیکو فرمایا ہے اُسکی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ شیطان یوں چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان میں عداوت اور بغض پیدا کرے اور تم کو اللہ تعالےٰ کی یاد اور نماز سے دور کرے سو ظاہر ہے کہ جب حرام ہونیکی علت یہ ٹھیری تو جس چیز میں علت پائی جاویگی اُس کو حرام کہا جاوے گا۔ ان سب کھیلوں میں جس قدر قلب کو مشغولی ہوتی ہے اُس کو دیکھنے والے جانتے ہیں جو بشری طبعی حوائج ہیں جیسا کھانا پینا پیشاب پاخانہ اُن کی بھی خبر نہیں رہتی نماز کا تو کیا ذکر ہے اور ان کھیلوں کی بدولت اکثر آپس میں گالی گلوج اور رنج و تکرار بلکہ کبھی کبھی ہاتا پائی کی بھی نوبت آجاتی ہے پھر اسکے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے۔

پ ۷ قمار جوا ۱۲

شطرنج وغیرہ کا بیان

حدیث میں ہے جو شخص نرد سے کھیلا اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی۔ روایت کیا اسکو احمد اور ابن ماجہ اور مالک نے اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نرد سے کھیلے پھر اُٹھکر نماز پڑھے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کرے اور پھر اٹھکر نماز پڑھ لے روایت کیا احمد نے اور حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہٗ فرماتے ہیں کہ شطرنج اہل عجم کا قمار ہے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری

کا ارشاد ہے کہ شطرنج نہیں کھیلتا مگر گنہگار یعنی اس کے کھیلنے سے گناہ ہوتا ہے اور اُن سے ہی روایت
ہے کسی نے ان سے شطرنج کھیلنے کو پوچھا فرمایا کہ یہ باطل ہے اور اللہ تعالیٰ باطل کو پسند نہیں کرتا
ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور ہدایہ و درمختار وغیرہ میں شطرنج
کو تصریحاً حرام لکھا ہے خواہ اس میں بازی بدیجائے یا ویسے ہی کھیلیں۔ بعضے لوگ کہتے ہیں
کہ ہم اسواسطے کھیلتے ہیں کہ اِن سے ذکاوت بڑھتی ہے اور فنون حرب میں اس سے مدد ملتی ہے
سو اول تو یہ بات بالکل لغو ہے اُسکو ذکاوت سے کیا علاقہ بلکہ اور عقل خبط ہو جاتی ہے اسمیں ایسا
منہمک ہوتا ہے کہ اور کسی چیز کی خبر نہیں رہتی البتہ عجب نہیں کہ کھیلتے کھیلتے خاص شطرنج بازی میں
خوب چالیں یاد ہو جاتی ہوں اور اس میں ذہن دوڑنے لگتا ہو سو اس سے کیا کام نکلا اور کونسا
فائدہ ہوا اسی طرح فنون حرب سے اسکو کوئی تعلق نہیں اسمیں تو اصطلاحی چالیں ہیں کہ اسپ اسطرح
چلتا ہے اور فیل اس طرح وعلیٰ ہذا القیاس۔ واقعی لڑائی میں یہ چالیں تھوڑا ہی ہیں اُس کے جدا گانہ
اصول و قواعد ہیں غرض و نو عذر واہیات ہیں اور علی سبیل التسلیم[1] دلائل شرعی کے روبرو قیاسی
گھوڑے دوڑانا سخت گناہ اور بیباکی کی بات ہے بعضے کہتے ہیں کہ امام شافعی کے مذہب میں درست ہے
ہم اُنکے مذہب پر عمل کرتے ہیں سو اول تو اپنے امام کا مذہب جبکہ وہ قرآن و حدیث کے موافق
ہو چھوڑ کر دوسرے مذہب پر عمل کرنا محض حظِ نفس[2] کیواسطے بلا ضرورت شدید جائز نہیں اگر
ایسی گنجائش دیجائے تو دین کیا ایک کھیل ہو جائیگا ہر امر میں کسی نہ کسی کا مذہب تو موافق
خواہش نفسانی ضرور نکل آویگا مثلاً وضو کر کے خون نکلوایا جو کسی نے کہا کہ وضو ٹوٹ گیا۔
پھر کر لو کہنے لگا ہم نے امام شافعی کے مذہب پر عمل کر لیا پھر اتفاق سے عورت کو شہوت
ہاتھ لگایا جو کسی نے کہا کہ اب تو شافعی کے مذہب کے موافق بھی وضو ٹوٹ گیا اب تو
دوسرا وضو کر لو کہنے لگا کہ اس میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کر لیا حالانکہ اس کا وضو
بالاجماع[3] باطل ہو گیا مگر اس نے بے وضو نماز پڑھا لی اسی طرح ہزاروں خرابیاں دین
کے اندر لازم آئیں گی۔ اسیوجہ سے علماء معتبرین نے اجماع کیا ہے کہ ایک مذہب

[1] علی سبیل التسلیم۔ اگر مان بھی لیا جائے ۱۲ [2] حظ نفس مزہ جی کا ۱۲ [3] بالاجماع۔ سب کے نزدیک ۱۲

معین کی تقلید واجب ہے تاکہ دین میں خبط نہ کرے اور بندۂ نفس نہ بنجائے پھر یہ کہ امام شافعی کا یہ قدیم قول ہے اور اس میں بھی اُنہوں نے یہ شرط ٹھیرائی ہے کہ کثرت سے نہ ہو اور اس میں ایسا انہماک نہ ہو کہ نماز اپنے وقت سے ٹل جائے سو ظاہر ہے کہ یہ شرطیں کہیں بھی نہیں پائی جاتیں پھر یہ کہ اس سے بھی امام شافعیؒ نے رجوع فرمایا ہے چنانچہ نصاب الاحتساب میں خلاصہ سے نقل کیا ہے۔ اب کسی حال میں امام شافعی کے مذہب کو آڑ بنا کر کھیلنے کی گنجایش نہیں رہی اور اس میں انہماک کا ایسا وبال ہے کہ خدا کی پناہ **جواب کافی** میں ایک شاطر کی حکایت لکھی ہے کہ سکرات موت میں اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا بجائے کلمہ کے کہتا ہے کہ شہ رخ تجھپر غالب ہوا اور فوراً مر گیا بات یہ ہے کہ جب کوئی چیز دل میں رچ جاتی ہے اور رگ وپے میں سما جاتی ہے مرتے وقت اس کا غلبہ ہوتا ہے اور اسی دھندے میں آدمی مرتا ہے ع چو میر د مبتلا میر د چو خیز د مبتلا خیزد

کبوتر بازی

اب کبوتر بازی کی نسبت سنئے حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے دوڑا جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے پھر کبوتر بازوں کی عادت دوسروں کے کبوتر پکڑ لینے کی بھی ہے۔ یہ سراسر ظلم وغصب ہے جس کی نسبت حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کا حق کسی کے ذمہ رہگیا ہوگا تو قیامت کے روز ظالم کی نیکیاں مظلوم کو اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دیدے جاویں گے پھر ظالم دوزخ میں ڈالا جاویگا اور اگر کوئی کبوتر باز یوں کہے کہ دوسرے بھی ہمارا کبوتر پکڑ لیتے ہیں ہمنے اُن کا لیلیا تو کیا مضائقہ ہے سو سمجھنا چاہیئے کہ یہ مبادلہ شرعاً اسوقت صحیح ومعتبر ہے جب باہمی رضامندی کیا گیا ہو اور تمام شرائط انعقاد بیع کی موجود ہوں جس طرح تمام دنیا میں خرید وفروخت ہوتی ہے اور

یہ چھینا جھپٹی کا مبادلہ سراسر ظلم ہے کبھی ایک شخص ظلم میں بڑھ گیا کبھی دوسرا اور جس نے ظلم کم کیا ہے اس کی بھی نیت تو آخر خراب ہی رہتی ہے کہ جسقدر زیادتی ہو سکے دریغ نہ کروں گو قابو نہ پڑنے کی وجہ سے مجبور رہے سو جب ظلم زائد کی نیت کر لی اس کا گناہ لکھا گیا خواہ اس فعل پر قادر ہوا یا نہوا حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دو مسلمان ناحق آپس میں لڑیں اور ایک دوسرے کو قتل کر دے تو قاتل اور مقتول دو نو دوزخی ہیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل کا دوزخ میں جانا تو سمجھ میں آگیا مگر مقتول کے جانیکی کیا وجہ آپنے فرمایا کہ جی تو اسکا بھی چاہتا تھا کہ اپنے مقابل کو قتل کرے اور اگر کوئی کہے کہ کبوتر بازونکا گروہ اس مبادلہ پر رضامند ہے کہ جس کے ہاتھ آوے لیجاوے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ رضامندی تسلیم بھی کر لیجاوے تو جوئے میں داخل ہے۔ جوا رضامندی سے حلال نہیں ہوتا اس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے غرض کسی طرح اس میں جواز کی صورت نہیں پھر اس میں جو مشغولی ہوتی ہے جس میں نہ نماز کی خبر رہتی ہے نہ اہلِ حقوق کے حقوق ادا کرنیکی نہ اہل و عیال کی خدمتگزاری کی خود ایک مستقل وجہ اس شغل کے حرام ہونیکی ہے کیونکہ عبادات و حقوق مذکورہ واجب ہیں اور ترک واجب حرام ہے اور یہ شغل اس حرام کا سبب بنجاتا ہے اور حرام کا سبب حرام ہے چنانچہ سب مقدمات ظاہر ہیں اور ان لوگوں کا بیدھڑک کوٹھوں پر چڑھ جانا اور پردہ واروں کی بے پردگی کی کچھ پرواہ نہ کرنا اور کبوتروں کو ڈھیلے مارنا اس سے لوگوں کا پریشان ہونا یہ ایک معمولی بات ہے جس کا قبیح اور موجب بیعزتی ہونا محتاج بیان نہیں۔ درمختار میں ایسی صورت کی نسبت لکھا ہے کہ اگر منع کرنے سے باز نہ آوے تو محتسب[1] کو چاہئے کہ ان کبوتروں کو ذبح کر ڈالے الغرض جس چیز میں اسقدر مفاسد ہوں وہ کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

کنکوا اڑانا۔ اب کنکوے بازی کی نسبت لیجئے۔ جسقدر خرابیاں کبوتر بازی میں ہیں

[1] محتسب۔ منہیات شرعیہ سے روکنے والا ۱۲

قریب قریب اس میں بھی سب موجود ہیں (۱) کنکوے کے پیچھے دوڑنا جس میں پیغمبر صاحب نے دوڑنے والے کو شیطان فرمایا ہے (۲) کنکوے کو لوٹ لینا جسکی ممانعت حدیث میں صراحتاً وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لوٹتا کوئی شخص ایسا لوٹنا جسکی طرف لوگ نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہوں اور پھر بھی وہ مومن رہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے یعنی یہ خصلت ایمان کے خلاف ہے۔ اس حدیث کے خواہ کچھ ہی معنے ہوں مگر ظاہراً تو پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو خارج از ایمان فرما دیا اگر کوئی شخص کہے کہ اس لوٹنے میں تو مالک کی اجازت ہوتی ہے تو اس کے ساتھ یہ وعید متعلق نہیں ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے مالک کی ہرگز اجازت نہیں ہوتی چونکہ عام رواج اس کا ہو رہا ہے اس لئے خاموش ہو جاتا ہے دل سے ہرگز رضامند اور خوش نہیں ہے اگر اس کا قابو پڑے ڈور اور کنکوا ہرگز بھی دوسرے کو نہ لینے دے یہی وجہ ہے کہ جب کنکوا کٹ جاتا ہے بڑی کوشش سے جلدی جلدی ڈور کو کھینچتا ہے کہ جو ہاتھ لگ جائے غنیمت ہے (۳) ڈور کو لوٹ لینا بلکہ اس میں ایک اعتبار سے کنکوے کے لوٹنے سے بھی زیادہ قباحت ہے کیونکہ کنکوا تو ایک ہی کے ہاتھ آتا ہے سو ایک ہی آدمی گنہگار ہوتا ہے اور ڈور تو بیسیوں کے ہاتھ لگتی ہے بہت سے آدمی گناہ میں شریک ہوتے ہیں اور باعث ان تمام آدمیوں کے گناہ گار ہونیکے وہی کنکوا اڑانیوالے ہیں تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا ان سب کے برابر ان اکیلے اڑانیوالوں کو گناہ ہوتا ہے (۴) ہر شخص کی نیت ہونا کہ دوسرے کے کنکوے کو کاٹ ڈالوں اور اس کا نقصان کروں سو کسی مسلمان کو ضرر پہنچانا حرام ہے اس حرام فعل کی نیت سے دو لوگ گنہگار ہوتے ہیں (۵) نماز سے غافل ہو جانا جسکو اللہ تعالےٰ نے شراب اور جوئے کے حرام ہونیکی علت فرمائی ہے جیسا اوپر مذکور ہوا ہے (۶) اکثر کوٹھوں پر کھڑے ہو کر کنکوا اڑانا آس پاس والوں کی بے پردگی

ہونا (۷) بعض اوقات کنکوا چڑھاتے چڑھاتے پیچھے کو ہٹتے جاتے ہیں اور کوٹھے سے نیچے آرہتے ہیں چنانچہ اخبارات میں اس قسم کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں اس میں صریح اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جو کہ آیت قرآنی سے حرام ہے اور حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جسپر آڑ نہو اُسکی وجہ یہی احتمال ہے کہ شاید گر پڑے سبحان اللہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہمپر کسقدر شفیق ہیں کہ ایسے ایسے احتمالات مضرت سے ہمکو روکیں اور ہم ان احکام کی ایسی بیقدری کریں افسوس صد افسوس (۸) ایک خرابی خاص اس میں یہ ہے کہ کاغذ کہ آلات علم سے ہے اس کی اہانت ہوتی ہے اور لیٹی کہ آٹے سے بنتی ہے اس کی اہانت ہوتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کہ روٹی کا اکرام کیا کرو اُس سے معلوم ہوا کہ اہانت رزق کی ممنوع ہے اسی طرح علم کے ادب کو کون نہیں جانتا کہ ضروری ہے اس میں دونوں کی اہانت ہے (۹) ان سب کھیلوں میں مفت مال ضائع ہوجاتا ہے اور فضولخرچی کا حرام ہونا اوپر قرآن مجید سے ثابت ہوچکا ہے۔

مرغ بازی وغیرہ

اب مرغ بازی و بٹیر بازی کی نسبت ملاحظہ فرمایئے۔ حدیث میں ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کرانے سے درمیان بہائم کے۔ اس حکم میں مرغ و بٹیر و تیتر و مینڈھے وغیرہ لڑانے سب آگئے اور واقعی عقل کے بھی خلاف ہے خواہ مخواہ بے زبان جانوروں کو بلا کسی ضرورت و مصلحت کے تکلیف دینا ہے اور کبھی اس میں جُوا بھی ہوتا ہے یہ دوسرا گناہ ہوا اور نماز اور ضروری امور سے غفلت ہونا اور تمام تماشائیوں کے گناہ کا باعث بننا یہ مزید براں ہے جنکی برائی جدا جدا کئی کئی بار بیان ہوچکی۔

فصل سوم - منجملہ ان رسوم کے آتشبازی ہے اس میں بھی متعدد خرابیاں جمع

ہیں (۱) مال کا ضائع کرنا جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے (۲) اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو یا پاس پڑوس والوں کو خطرہ میں ڈالنا صدہا واقعات ایسے ہو چکے ہیں جس میں آتشبازوں کا ہاتھ اڑ گیا منہ جلگیا یا کسیکے چھپر میں آگ لگ گئی جس کی حرمت قرآن مجید میں منصوص ہے فرمایا اللہ تعالے نے مت ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں اسیواسطے حدیث میں بلا ضرورت آگ کے تلبس و قرب سے ممانعت آئی ہے چنانچہ کھلی آگ اور جلتا چراغ چھوڑ کر سونیکو منع فرمایا ہے (۳) بعض آلات آتشبازی میں کاغذ بھی صرف ہوتا ہے جو آلات علم سے ہے اور آلات علم کی بے ادبی خود امر قبیح ہے جیسا اوپر بیان ہوا پھر غضب یہ ہے کہ لکھے ہوئے کاغذ بھی استعمال ہوتے ہیں خواہ اس پر کچھ ہی لکھا ہو قرآن یا حدیث چنانچہ مجھسے ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ میں نے کاغذ کے کھیل بنے ہوئے دیکھے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ورق ہیں (۴) بچوں کو ابتداء سے تعلیم معصیت کی ہوتی ہے جنکے واسطے شرعی حکم ہے کہ علم و عمل سکھلاؤ گویا نعوذ باللہ حکم شرعی کا پورا مقابلہ ہے بالخصوص شب برات میں یہ خرافات کرنا جو کہ نہایت متبرک شب ہے یہ بات مقرر ہے کہ اوقات متبرکہ میں جس طرح طاعت کرنے سے اجر بڑھتا ہے اسی طرح معصیت کرنیسے گناہ بھی زاید ہوتا ہے (۵) بعض آلات آتشبازی اوپر کو چھوڑے جاتے ہیں جیسے ہیل اور بان و پورا وغیرہ اول تو بعضوں کے سر پر آکر گرتے ہیں اور لوگوں کے چوٹ لگتی ہے علاوہ اس کے اس میں یاجوج ماجوج کی مشابہت ہے جس طرح وہ آسمان کی طرف تیر چلاوینگے اور کفار کی مشابہت حرام ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں توپیں چلتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آتشبازی درست ہے ورنہ وہاں کیوں ایسا کام ہوتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو عوام لشکریوں کا فعل شرع میں حجت نہیں البتہ عالم محقق دیندار کا فتوے جو مطابق قواعد شرعیہ کے ہو حجت

ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ توپیں وغیرہ چلانا لشکریوں کا فعل ہے نہ کسی عالم کا فتوے دوسرے اس میں کچھ مصالح بھی نکل سکتے ہیں اظہار شوکت اسلام و تعظیم شعائر حج و اعلان ارکان وغیرہا اور آتشبازی میں کونسی شوکت ہے البتہ اگر کسی مقام پر کسی ضروری امر کے اعلان کیلئے اصطلاح ٹھیرائی جاوے تو بقدر ضرورت جائز ہوگی جیسے وقت افطار و سحر کے اعلام کیلئے ایک آدھ گولہ چھوڑ دینا اس کا مضائقہ نہیں اور اگر حاجت سے زائد ہوگا وہ بھی ممنوع ہے **فصل چہارم** منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا اس طرح کہ ایک مشت سے کم رہجاوے یا موچھیں بڑھانا جو اس زمانہ میں اکثر نوجوانوں کے خیال میں خوش وضعی سمجھی جاتی ہے حدیث میں ہے کہ بڑھاؤ ڈاڑھی کو اور کترواؤ موچھوں کو روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے حضور نے صیغہ امر سے دونو حکم فرمائے اور حقیقۃً وجوب کیلئے ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ دونو حکم واجب ہیں اور واجب کا ترک کرنا حرام پس ڈاڑھی کٹانا اور موچھیں بڑھانا دونو حرام فعل ہیں اس سے زیادہ دوسری حدیث میں مذکور ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی لبیں نہ لے وہ ہمارے گروہ سے نہیں روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی اور نسائی نے۔ جب اسکا گناہ ہونا ثابت ہوگیا تو جو لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں اور ڈاڑھی بڑھانیکو عیب جانتے ہیں بلکہ ڈاڑھی والوں پر ہنستے ہیں اور اسکی ہجو کرتے ہیں ان سب مجموعہ امور سے ایمان کا سالم رہنا از بس دشوار ہے ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور ایمان و نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت موافق حکم اللہ و رسول کے بناویں اور عقل بھی کہتی ہے کہ ڈاڑھی مردوں کے لئے ایسی ہے جیسے عورتوں کیلئے سر کے بال کہ دونو باعث زینت ہیں جب عورت کا سر منڈانا بدصورتی میں داخل ہے۔ تو مرد و نکا ڈاڑھی منڈانا خوبصورتی کیسے ہے کچھ بھی نہیں رواج نے بصیرت پر پردہ ڈالدیا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ترک بھی منڈاتے ہیں ہم اُن کی تقلید کرتے ہیں اس کا وہی جواب ہے کہ عام لشکریوں کا فعل جو خلاف شرع

ہو حجت نہیں جو منڈاتا ہے بُرا کرتا ہے خواہ کسی ملک کا رہنے والا ہو بعض لوگ اپنے کو کم عمر ظاہر کرنے کو منڈاتے ہیں کہ بڑی عمر میں تحصیل کمال کرنا موجب عار ہے یہ بھی ایک لغو خیال ہے عمر تو عطیہ خداوندی ہے جتنی زیادہ ہو نعمت ہے اس کا چھپانا یہ بھی ایک قسم کا کفران نعمت ہے اور بڑی عمر میں تو کمال حاصل کرنا زیادہ کمال کی بات ہے کہ بڑا ہی شوقین ہے جو اس عمر میں بھی کمال کے دھن میں لگا رہتا ہے اور اگرچند بے عقلوں کے نزدیک یہ موجب عار ہے تو بہت سے کافروں کے نزدیک مسلمان ہونا موجب عار ہے تو نعوذ باللہ کیا اسلام کو بھی جواب دے بیٹھیں گے جیسے کفار کے عار سمجھنے سے مذہب اسلام کو ترک نہیں کرتے فساق کے عار سمجھنے سے وضع اسلام کو کیوں عار سمجھا جاوے یہ سب شیطانی خیالات ہیں سخت افسوس یہ ہے کہ بعضے طالبعلم عربی پڑھنے والے اس بلا میں مبتلا ہیں انکی شان میں بجز اسکے کیا کہا جاوے کہ "چارپائے بروکتابے چند" ان لوگوں پر سب سے زیادہ وبال پڑتا ہے اول تو اوروں سے زیادہ واقف پھر اوروں کو نصیحت کریں مسئلے بتلاویں خود بدعمل ہوں عالم بے عمل کے حق میں کیا کیا وعیدیں قرآن و حدیث میں وارد ہیں پھر اُن کو دیکھکر اور جاہل گمراہ ہوتے ہیں اُن کی گمراہی کا وبال اُن ہی کے برابر ان پر پڑتا ہے جیسا اوپر بیان ہوا کہ جو شخص باعث ہوتا ہے کسی کے گناہ کا وہ بھی شریک اُس کے وبال کا ہوتا ہے میرے نزدیک مدرسین و مہتممین مدارس اسلامیہ پر واجب ہے کہ جو طالب علم ایسی حرکت کرے یا اور کوئی امر خلاف وضع شرعی کرے اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ مدرسہ سے خارج کردینا چاہئے ایسے شخص کو مقتدائے قوم بنانا تمام مخلوق کو تباہ کرنا ہے ؎

بے ادب را علم و فن آموختن

دادن تیغ ست دست راہزن

اور یاد رہے کہ نائی کو بھی جائز نہیں کہ کسی کے کہنے سے ایسا خط بنائے

جو شرعاً ممنوع ہو خواہ ڈاڑھی کا یا سر کا کیونکہ گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے
اس کو چاہیئے کہ عذر و انکار کر دے ۔

فصل پنجم ۔ منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی کا سیاہ خضاب کرنا ہے حضرت
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں کچھ
لوگ ہونگے کہ سیاہ خضاب کرینگے جیسے کبوتر کا سینہ اُن لوگوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب
نہ ہوگی روایت کیا اُس کو ابوداؤد اور نسائی نے اور عقل بھی اس فعل کے قبیح کو مقتضے
ہے کیونکہ سیاہ خضاب کر کے اپنے بوڑھاپے کو چھپاتا ہے اور دیکھنے والے کو دھوکا
دیتا ہے اور فطرت الہی کو بدلنا چاہتا ہے اور یہ سب امور قبیح ہیں ابوداؤد میں روایت
ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سفید بال مت نوچو پس بلاشک وہ نور ہے
مسلمان کا اور حدیث شریف میں بعضی عورتوں پر لعنت آئی ہے جو اپنے بناؤ سنگار
کے واسطے اپنی خلقی وضع کو بدلیں اور اُس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں المغیرات الخلق اللہ
یعنی جو بدلنے والیاں ہیں اللہ تعالے کی قدرتی بنائی ہوئی ہیئت کو سفید بال کے نوچنے
کی ممانعت سے بوڑھاپے کو چھپانے کی بُرائی اور دوسری حدیث سے قدرتی وضع
کو بدلنے کی بُرائی معلوم ہوئی سیاہ خضاب میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں اس لئے عقلاً
بھی ممنوع ہوا بعضے لوگ کہتے ہیں کہ وسمہ کا سیاہ خضاب اس سے مستثنےٰ ہے اسلئے
کہ حدیث میں مہندی اور نیل کے خضاب کی اجازت آئی ہے اور مہندی اور نیل سے
سیاہ ہوجاتا ہے مگر یہ امر لازم نہیں کیونکہ مہندی اور نیل کی ترکیبیں مختلف ہیں بعضے
اہل تجربہ کا قول ہے کہ اگر دونوں کو مخلوط کرلیں تو رنگ سیاہ ہوتا ہے اور اگر دونوں کو جدا
جدا لگاویں تو سرخ ہوتا ہے بعض سے سیاہی ہوتی ہے بعض سے نہیں ہوتی جب
حدیث میں سیاہ خضاب سے مطلقاً ممانعت آئی ہے تو حنا اور نیل کا خضاب اُسی ترکیب سے
جائز ہوگا جس میں سیاہی نہ آئے جیسا کہ ظاہر ہے اور سیاہ خضاب کے ممنوع ہونیکی جو علت

وہ تو وسمہ اور غیر وسمہ میں برابر ہے علت کے اشتراک سے حکم کا اشتراک ضروری
ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ خضاب وہ منع ہے جس میں نیلگونی ہو کیونکہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے سینہ کبوتر سے تشبیہ دی ہے اور کبوتر کا سینہ اسی رنگ
کا ہوتا ہے اور جو بالکل سیاہ ہو جائز ہے اس تقریر پر سخت تعجب ہوتا ہے تشبیہ
سے تو استدلال کیا حالانکہ تشبیہ میں ادنیٰ مشارکت بھی کافی ہوتی ہے ۔ ممکن ہے
کہ گہرے رنگ ہونے میں تشبیہ دی ہو یا مطلق[1] سیاہی میں ہو اگرچہ اوصاف سیاہی
کے متفاوت ہوں محاورات میں برابر اس قسم کی تشبیہات استعمال کیجاتی ہیں اور حدیث
میں جو لفظ سواد[2] تصریحاً موجود ہے اس پر نظر نہ کی اور بلا ضرورت تاویل کی غرض سواد
میں تاویل کرنیسے تشبیہ میں توجیہ کرنا زیادہ اقرب ہے جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ
نہیں دوسری علت ممانعت کی جو اوپر مذکور ہوئی سیاہی میں زیادہ پائی جاتی ہے
اور نیلگونی میں کم تو تعجب ہے کہ جس میں علت ادنیٰ درجہ کی پائی جاوے وہ تو ممنوع ہو اور جس میں
اعلےٰ طریق پر پائی جاوے وہ جائز ہو پھر یہ کہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ کبوتر کا سینہ نیلگوں ہی ہوتا
ہے بعض کبوتر کا سینہ نہایت گہرا سیاہ ہوتا ہے غرض کوئی دلیل قوی اس کے جواز کی
نہیں پائی گئی اگر کسی کو زیادہ تحقیق ہو حسبۃً للہ وہ اس رسالہ کے حاشیہ پر ثبت فرمائیں
البتہ اعداء دین کے مقابلہ کے وقت بغرض ہیبت دلانے کے فقہاء نے جائز کہا ہے سو ممکن
ہے کہ آیت تُرْهِبُونَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ اور حدیث الحرب خدعۃ کے عموم میں
اسکو داخل کر لیا جائے بعض لوگ امام ابو یوسف کی روایت کو پیش کیا کرتے ہیں
سو بشرط ثبوت اس روایت کے اور ان کے رجوع نکرنیکے جواب یہ ہے کہ رسم المفتی
میں یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ صاحبین میں اگر اختلاف ہو تو جس کے ساتھ امام اعظم رح
ہونگے اس قول پر فتوے ہو گا خصوصاً جبکہ وہ قول دلیل صریح صحیح سے موید بھی ہو
اس لئے امام ابو یوسف کے قول پر عمل کرنا خلاف اصول مقررہ مذہب حنفی ہے اور لوجہ

[1] مطلق ۔ صرف ۱۲ [2] سواد ۔ سیاہی ۔ ۱۲

موجود ہونے دلیل صحیح صریح کے خلاف دیانت بھی ہے البتہ اور رنگوں کا خضاب جائز ہے کہ اس میں اخفا پیری کا نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے قول میں کچھ مناسب تاویل کر لینا چاہیے جس سے مخالفت نص کا شبہ نہ رہے۔

فصل ششم منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی چڑھانا ہے یہ بھی حرام ہے بخاری و مسلم کی حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اعفوا اللحی وارد ہے جس کے معنے ہیں چھوڑ دو اور لٹکاؤ ڈاڑھی چونکہ امر حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے پس نیچے کو چھوڑنا ڈاڑھی کا واجب ہوا اور اس واجب کا ترک کرنا حرام ہوا ظاہر ہے کہ ڈاڑھی چڑھانے میں اس واجب کا ترک لازم آتا ہے اس لئے وہ بھی حرام ہوا اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت رویفع سے فرمایا کہ شاید میرے بعد تمہاری عمر زیادہ ہو تو لوگوں کو خبر دیدینا کہ جو شخص ڈاڑھی میں گرہ لگاوے اور فلاں فلاں کام کرے پس بلاشک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔ گرہ لگانے میں بھی ڈاڑھی اپنی اصلی ہیئت سے بدلتی ہے اور اس میں بل پڑتا ہے جہاں یہ امر پایا جاویگا وعید مطلق ہوگی ڈاڑھی چڑھانے میں ہیئت کا بدلنا اور اس میں بل پڑنا ظاہر ہے عقلاً بھی غور کیا جاوے تو وہ ہیئت تکبر اور تجبّر کی ہے تکبر اور اسکی ہیئتوں کا حرام ہونا قرآن و حدیث میں منصوص ہے بہرحال عقلاً و نقلاً یہ عادت مذموم ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

فصل ہفتم منجملہ ان رسوم کے سر بیچ میں سے کھلوانا یا آگے سے بال لینا جس کو عربی میں قزع کہتے ہیں اور خود حدیث میں اس کی یہ تفسیر آئی ہے کہ کہیں سے سر منڈایا جاوے اور کہیں سے چھوڑ دیا جاوے ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قزع سے ممانعت فرماتے ہیں بعضے یوں سمجھتے ہیں کہ بڑوں کے لئے بیشک ممنوع ہے مگر بچوں کیلئے کیا حرج ہے وہ تو غیر مکلف ہیں یہ خیال بالکل باطل ہے۔ اگر بچے غیر مکلف ہیں تو وہ گنہگار نہونگے مگر ان کے بزرگ تو

۱؎ وہ تاویل یہ ہے کہ مراد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی سیاہی سے گہرا سرخ ہے کیونکہ گہرے سرخ میں سیاہی آجاتی ہے ۱۲

غیر مکلف نہیں اُن کو گناہ ہوگا کہ بچوں کا ایسا سر کیوں بنوایا اور حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اس کا کچھ سر منڈا ہے اور کچھ رہگیا ہے آپنے ان لوگوں کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یا تو سب منڈا دو یا سب رہنے دو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو خود اس فعل کا مذموم ہونا دوسرے آپنے بچہ سمجھکر خاموشی نہیں اختیار فرمائی بلکہ اس کے والی وارثوں کو منع فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ بچوں کیلئے بھی اجازت نہیں۔ **فصل ہشتم** ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا لنگی پہننا یا بہت لمبی آستین بنانا یا بہت لانبا شملہ چھوڑنا حدیث بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالیٰ اُس شخص کی طرف جو اپنی ازار کو اترانے کی راہ سے نیچے لٹکاوے دوسری حدیث میں اس لٹکانیکی حد آئی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ازار ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے۔ روایت کیا اسکو بخاری نے تیسری حدیث میں دوسرے لباسوں میں بھی اسکا حرام ہونا مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسبال یعنی دراز کرنا اور حد سے بڑھانا ازار میں بھی ہوتا ہے اور کرتہ میں بھی اور عمامہ میں بھی جو شخص ان میں سے کسی لباس کو تکبر کی راہ سے حد سے زیادہ بڑھاویگا اللہ تعالیٰ اس کیطرف نظر رحمت نکرینگے قیامت کے روز روایت کیا اُسکو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور اُسی کے مؤید[1] ایک اور حدیث ہے جسمیں یہ ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے کپڑے کو اترا کر بڑھاویگا اللہ تعالےٰ اس کیطرف قیامت کے روز نظر رحمت نہ فرماوینگے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اسمیں مطلقاً کپڑے کو فرمایا جسمیں تمام کپڑے آگئے جسمیں ازار کے بڑھانیکی حد تو حدیث میں آگئی ہے اور دوسری پوششوں کی نسبت علما محققین نے فرمایا ہے کہ آستین کا انگلیوں سے آگے بڑھا ہونا اور شملہ کا نصف کمر سے نیچے ہونا یہ سب اسبال ممنوع ہے بعض کج فہم یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں تو اسکی ممانعت آئی ہے جو براہ تکبر ہو ہم تو تکبراً نہیں کرتے اسلئے ہمارے لئے جائز ہے سو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اول تو یہ کہنا

[1] مؤید۔ مدد کرنے والے ۱۲

غلط ہے کہ ہم تکبر سے نہیں کرتے اچھا پھر کیوں کرتے ہیں وضع مسنون کیوں نہیں اختیار
کرتے ہو اسکے اختیار کرنے میں دل کیوں تنگ ہوتا ہے اونچے پائچوں کو حقیر کیوں جانتے
ہو اگر یہ تکبر نہیں تو کیا ہے دوسرے یہ کہ حدیث میں جو تکبر کی قید آئی ہے یہ کیا ضرور ہے کہ
قید احترازی ہو ممکن ہے کہ قید واقعی ہو چونکہ اکثر لوگ اسی قصد سے کرتے ہیں اسلئے آپ
نے یہ قید ذکر فرمائی اور ممنوع ویسے بھی ہے چنانچہ دوسری حدیث میں ہے جو شروع فصل ہذا
میں لکھی گئی ہے جسمیں ٹخنوں کی حد کا ذکر ہے اسمیں یہ قید تکبر کی مذکور نہیں مطلقاً ارشاد ہوا
ہے جس سے ثابت ہوا کہ خواہ تکبر ہو یا نہ ہو ہر حال میں ممنوع ہے ہاں تکبر میں ایک گناہ
تکبر کا اور ملکر معصیت شدید ہو جاویگی یہ دوسری بات ہے اور بلا تکبر ایک ہی معصیت رہیگی
مگر رہیگی تو سہی۔ براءت[1] اور جواز کی تو صورت نہ نکلی اگر کوئی کہے کہ ہم اس مطلق کو بھی اسی
مقید پر محمول کر لینگے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ امر اصول فقہ حنفی میں بدلیل ثابت ہو چکا ہے
کہ مطلق اپنے اطلاق پر رہا کرتا ہے غرض کوئی گنجائش جواز کی نہیں بعض لوگ تقوے کے خیال سے انکو
نماز میں اوپر کر لیتے ہیں سو نماز سے خارج بھی تو گناہ سے بچنا واجب ہے اس حیلہ سے کیا
ہوتا ہے بعض لوگ پائچے تو لمبے بناتے ہیں۔ مگر بوتام ٹخنوں سے اونچے لگا لیتے ہیں
کہ ٹخنوں سے اوپر چوڑیاں پڑی رہتی ہیں یاد رکھو کہ اصل گناہ تو کپڑا برباد کرنیکا ہے
خواہ ٹخنے ڈھکیں یا کھلے رہیں اس سے کیا بچاؤ ہوا اور یاد رہے کہ درزی کو بھی ایسا کپڑا
سینا جائز نہیں کیونکہ گناہ کی اعانت گناہ ہے صاف انکار کر دینا چاہئے کچھ رزق ایسے
ہی کپڑے سینے پر منحصر نہیں ہے۔

فصل نہم منجملہ ان رسوم کے گھر میں تصویروں کا لگانا اور بلا ضرورت کتوں کا رکھنا ہے
حدیث میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں داخل ہوتے فرشتے
(رحمت کے) جس گھر میں کتا یا تصویر ہو روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے اور حدیث میں
ہے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالے کے نزدیک تصویر

[1] براءت چھٹکارا ۱۲

بنانے والے کو ہوگا اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص
بجز ان تین غرض کے کتا پالے نمبر ۱ مواشی کی حفاظت نمبر ۲ شکار نمبر ۳ کھیت کی حفاظت
اُس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا ہے گا روایت کیا اسکو مسلم و بخاری
نے دوسری حدیث میں اُس عالم کی قیراط کی مقدار پہاڑ احد کی برابر آئی ہے ان
حدیثوں سے تصویر بنانا تصویر رکھنا بلا ضرورت کتا پالنا سب کا حرام ہونا ثابت
ہوگیا اس زمانہ میں تہذیب جدید کے لوازم میں سے یہ دو نو امر ہوگئے ہیں
تصویر جزو مکان اور کتا داخل اہل و عیال سمجھا جاتا ہے ذرا بھی دل کو انقباض[1] اور
روک ٹوک نہیں بیدھڑک دو نو چیزیں برتی جاتی ہیں بعض لوگوں پر اسقدر عقل
پرستی کا غلبہ ہے کہ کتنے کے اوصاف حمیدہ بیان کر کے وجہ ممانعت دریافت کرتے
ہیں۔ گویا در پردہ نعوذ باللہ اس حکم شرعی کے عبث اور لغو ہونیکے مدعی ہیں اگر سچ
مچ ان کے دلوں میں ایسا ہی خیال ہے تو تجدید ایمان ضروری ہے۔ مسلمان بننے
کے بعد احکام شرعیہ کی علت ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں حکام مجازی کے
بہت قوانین و احکام کی علت سمجھ میں نہیں آتی اور پھر بے چون و چرا انکو مانتے ہیں
تو حاکم حقیقی کے احکام میں کیوں چون و چرا کیا جاوے۔ اگر کوئی کہے کہ ہمارا دین تو
عقل کی موافق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل کے موافق ضرور ہے۔ مگر ہر عقل
کی رسائی تو وہاں تک ضرور نہیں مثلاً بہت سی چیزیں حس بصر سے دریافت کرنیکی
قابل ہیں مگر اندھوں کو تو ادراک نہیں ہو سکتا یہ عقل والے کا کام ہے کہ علت احکام
کو سمجھ لے یہ عقل انبیاء اور اولیاء کاملین و علماء راسخین[2] کو عطا ہوئی ہے عوام کی عقل
میں اسقدر قوت نہیں اور کوئی ڈگری یا پاس حاصل کر لینے سے زمرہ عوام سے خارج
نہیں ہو جاتا پھر یہ کہ مراد اُس سے دین کے اصول ہیں کہ وہ عقلی ہیں یعنی جو قرآن و حدیث
کو کبھی نہ مانتا ہو اس کو توحید و رسالت کی تعلیم دلیل عقلی سے ممکن ہے رہ گئے فروع مثلاً

[1] انقباض۔ رکاوٹ ۱۲ [2] علماء راسخین۔ پکے عالم ۱۲

فلاں چیز حرام کیوں ہے فلاں چیز حلال کیوں ہے اس کا عقلی ہونا بایں معنے ضروری
نہیں بلکہ اس میں دلیل شرعی سے مان لینا چاہیئے اور عقل کے موافق بھی یہی بات ہے
کہ حاکم کو حاکم ماننے کیلئے جتنی حجتیں چاہئیں کرلی جاویں جب حاکم ہونا تسلیم کرلیا
پھر اسکے ہر ہر حکم میں حجتیں کرنا صریح بغاوت ہے میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں کہ
ہر حکم کی علت ڈھونڈنا اور اس کے تسلیم میں علت کا انتظار کرنا بالکل الحاد کا پھاٹک ہے
نعوذ باللہ من شرور انفسنا غرض حکم شرعی کو بلا نزاع مان لینا واجب ہے ہاں
ماننے کے بعد تحقیق حکمت کیلئے بطور استفادہ کے اگر غور کیا جائے تو وجہ بھی نکل
آتی ہے چنانچہ راقم ریل میں ایک بار سفر کرتا تھا ایک نوجوان کتا لئے ہوئے سوار تھے
اور انھوں نے کتے کے کمالات بیان کرکے یہی سوال کیا میں نے عرض کیا کہ جناب
بیشک کتے میں یہ کمالات ہیں مگر اس میں ایک عیب ایسا سخت ہے جس نے تمام
کمالات پر خاک ڈالدی اس لئے شرعاً خبیث قرار پایا پوچھنے لگے وہ کیا ہے میں نے
عرض کیا کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہے اپنے ہم جنس کو دیکھکر اس کی جو کیفیت ہوتی
ہے سب کو معلوم ہے چونکہ جواب صحیح تھا اور سائل کے مذاق کے موافق بھی تھا بیدم
بخود ہوگئے بلکہ خوش ہوکر موافقت کرلی بعض لوگ زبردستی کی ضرورتیں تراش لیتے ہیں
کہ ہم نے حفاظت مکان کیلئے پالا ہے صاحب اللہ تعالیٰ ارادہ اور نیت کو دیکھتے
ہیں جب خاص قصد تفریح سے پالتے ہیں تو ایسی تصنیفی ضرورت سے اجازت
نہیں ہوسکتی پھر یہ کہ کتے سے تو حفاظت وہ کرے جسکے پاس نوکر دربان پہرہ دار نہو
جب ماشاء اللہ ایک ایک کام کیلئے متعدد نوکر ہیں تو کتوں کی کون ضرورت رہگئی اسی
طرح شکار کا پورا سامان بندوق چھرہ جسکو میسر ہو وہ کتے کیوں پالے اسیطرح بعض لوگ تصویر کے
مقدمہ میں معارضہ کرتے ہیں کہ ہم پوری تصویر نہیں بناتے اور نہیں رکھتے بلکہ صرف گردن تک ہوتی ہے
اور جب تصویر میں ایسا عضو کم ہوجائے جسکے بدون حیات ممکن نہیں تو ایسی تصویر جائز ہوتی ہے

ان حضرات نے بھی ناحق دخل در معقولات دیا اصل یہ ہے کہ عضو کے کم ہو جانے سے حرمت اسلئے نہیں ہٹتی کہ وہ تصویر نہیں معلوم ہوتی بلکہ جھاڑ یا درخت وغیرہ معلوم ہونے لگتا ہے اور چہرہ تو تمام تصویر کی ناک ہے جب یہ باقی ہے بس پوری تصویر کے قائم مقام ہے اور ہرگز اسکی اجازت نہیں ہوسکتی لوگ مانعین پر اعتراضاً کہتے ہیں کہ صاحب تم روپیہ گھر میں کیوں رکھنے ہو اسمیں بھی تو تصویر ہے یہ طعن بھی نہایت بیجا ہے بات یہ ہے کہ روپیہ تو ایک ضرورت کی چیز ہے ضرورت میں تنگی کم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ محض زینت و آرایش کے شوق میں تصویریں لگاتے ہیں کجا یہ کجا وہ بعض لوگ فوٹو کو حرمت تصویر سے مستثنےٰ سمجھتے ہیں کہ اسمیں تو خود تصویر اُتر آتی ہے کوئی بناتا نہیں ماشاء اللہ کیا غضب کا اجتہاد ہے اسکا سامان جمع کرنا صاحب تصویر کے روبرو اُس کا رکھنا یہ تصویر کشی نہیں تو کیا ہے۔ **فصل دہم** ۔ منجملہ ان رسوم کے غیر مذہب والوں کی وضع بنانا ہے لباس میں یا طرز نشست و برخاست میں یا خورد و نوش میں یا کسی اور امر میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مشابہت اختیار کرے کسی قوم کے ساتھ پس وہ اُنہی میں سے ہے روایت کیا اس کو احمد اور ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے بدن پر دو کپڑے کسم کے رنگے ہوئے ملاحظہ فرمائے پس ارشاد فرمایا کہ بیشک یہ کپڑے کافروں کے ہیں انکو مت پہنو روایت کیا اسکو مسلم نے حضرت ابی ریحانہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کو منع فرمایا منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ فرمایا کہ کوئی اپنے کندھے کے اوپر حریر کا ٹکڑا لگانے لگے مثل اہل عجم کے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ یہود و نصارے خضاب نہیں کرتے تم انکی مخالفت کرو روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور اس باب میں اس کثرت سے حدیثیں آئی ہیں کہ حصر دشوار ہے ان سب حدیثوں

سے صاف صاف تشبیہ بالکفار کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے ایک حدیث میں لباس کی
مشابہت کا ذکر ہے ایک حدیث میں بال کے رنگنے نہ رنگنے کا مذکور ہے ایک میں مطلق
تشبہ ممنوع ہے جو اپنے اطلاق کی وجہ سے تمام امور کو شامل ہے اس زمانہ میں بعض لوگوں کے دلکو یہ
بات ہرگز نہیں لگتی کوئی صاحب تو حدیثوں ہی کا انکار فرماتے ہیں کہ حدیث کا اعتبار ہی نہیں
غضب ہے ظلم ہے جس علم کا ایک ایک ٹکڑا مؤلف سے بلکہ اسوقت کے راوی سے لیکر جناب
رسول مقبول صلعم تک بسند متصل و صحیح ثابت ہو اور ہر زمانہ میں ایک ایک راوی کے حالات
ولادت و وفات و سفر و شیوخ و تلامذہ و کیفیت ذہن و صدق و قوۃ حافظہ و صحت عقیدت
وغیرہ سے کھود کرید ہوتی رہی ہو اور ذرا بھی کسی بات میں فرق یا شبہ پڑا فوراً اس کو ترک
کر دیا گیا ہو جو فن اس تنقید و تحقیق سے مدون ہوا ہو اس کا تو اعتبار نہو اور تاریخ جس
میں ہزاروں رطب و یابس بھرے ہوں مورخ کے قیاسات قرار پا گئے ہوں مورخین
میں اس شدت و کثرت سے اختلاف ہو کہ تطبیق کی صورت ہی نہ بن سکے نہ ان لوگوں کا ایماندار
اور سچا ہونا محدثین کی برابر قوت حافظہ کا ہونا ثابت ہوا ہو اس کا ہر ہر جزو گویا جزو ایمان
سمجھا جاوے اس بے انصافی کی کوئی حد بھی ہے بعض صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث تشبہ
کی ضعیف ہے اللہ اکبر جن صاحبوں کو اتنی خبر نہ ہو کہ حدیث صیغہ آیا ہے وہ حدیث پر ضعف
کا حکم لگائیں اچھا صاحب ایک حدیث ضعیف ہی سہی مگر یہ بیشمار حدیثیں کیا سب بلا دلیل
ضعیف مان لی جائینگی پھر یہ مسئلہ تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ یا
ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ وقال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لا تکونوا
کالذین کفروا انکی تفسیر اور شان نزول تو ذرا تحقیق فرمائے اور خود حکم کاف کو جو تشبیہ
کیلئے ہے ملاحظہ فرمائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید سے یہ مسئلہ ثابت ہی پھر کیا قرآن مجید کو بھی
ضعیف کہدیا جاویگا خدا خیر کرے بعض لوگ عقلی شبہات اسمیں پیدا کرتے ہیں کہ صاحب
اگر تشبیہ حرام ہے تو کھانا بھی مت کھاؤ چہرہ پر سے ناک بھی اڑا دو کیونکہ دوسری قوموں کی

ساتھ اسمیں بھی شرکت ہے، اسکی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص زنا کے حرام ہونے پر یہ شبہ
کرے کہ صاحب اگر یہ حرام ہے تو نکاح میں جو صحبت ہوتی ہے وہ بھی حرام ہونا چاہیے
کیونکہ صورت فعل میں تو دونوں کو شرکت ہے بات یہ ہے کہ جس فن میں آدمی کو دخل نہ ہو
اسمیں گفتگو کرکے کیوں بیفائدہ اپنی بیقدری ظاہر کرے یہ مسئلہ شرعی ہے اہل
شرع سے اسکی تحقیق کرنا چاہیے کہ تشبہ حرام کون ہے اسکو سمجھکر پھر جو کچھ کہنا ہو کہے
سو اسکی تحقیق یہ ہے کہ جو امر خود مذموم و ممنوع ہو اسمیں تو تشبیہ مطلقاً حرام ہے مثلاً
پتلون جسمیں ٹخنے ڈھکے ہوں اگر اسمیں تشبہ سے بھی قطع نظر کی جاوے تو بوجہ ٹخنے ڈھک
جانیکے یہ ممنوع ہے جیسا اوپر حدیث آچکی ہے اور اب چونکہ اسمیں تشبہ بھی ہے مضاعف
گناہ ہو جاویگا اور اگر وہ فعل فی نفسہ غیر مذموم اور مباح ہے تو اگر بقصد تشبیہ اسکو کیا جاوے
یا کسی ایسی قوم کا عرفاً خاصہ ہو تو بھی ناجائز ہوگا اور اگر خود وہ فعل حلال ہے اور قصد تشبہ
کا بھی نہیں نہ کسی قوم کا خاصہ ہے تو درست ہے قواعد و احکام شرعیہ کو ٹٹولنے سے اس
قاعدہ کی تصدیق ہو سکتی ہے اب ناک کاٹنے اور رکھانا چھوڑنے کا شبہ بالکل رفع ہوگا اور جس
جس تشبہ حرام میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں بنظر انصاف سے سب کا حال معلوم ہو گیا اول
تو جن چیزوں میں مشابہت اختیار کر رکھی ہے وہ ایک قوم کا عرفاً خاصہ ہے یہی وجہ ہے
کہ اپنے اہل وطن کو اس وضع میں دیکھکر جمہور خلائق کو وحشت ہوتی ہے اور خاصہ کا ممنوع
ہونا اوپر گذر ہی چکا اور اگر کھینچ تانکر کوئی شخص ان اوضاع کو خاصہ کے افراد سے نکالکر تمام
ملک اور تمام قوموں میں عام و شائع قرار دے گو یہ دعوے غلط ہے ان اوضاع میں ایسا عموم
و شیوع نہیں کہ عرفاً اس قوم کا خاصہ نہ سمجھا جاوے جو لوگ کسی حکومت پر ہیں یا اس
قوم کی صحبت زیادہ رہتی ہے بجز انکے تمام ملک اور تمام قوم اپنی پرانی وضع لئے ہوئے
ہیں اور اگر فرضاً تسلیم بھی کر لیا جاوے تو خاصہ نہ سہی مگر جو شخص اس وضع کو اختیار کرتا
ہے اسکا قصد تو تشبہ ہی کا ہوتا ہے چنانچہ اکثر اوقات بیساختہ اقرار بھی کر لیتے ہیں

که صاحب اس وضع سے لوگونکی نظر میں وقعت اور ان پر ہیبت ہوتی ہے کیونکہ اہلِ حکومت
کی وضع ہے اس مصلحت سے یہ وضع اختیار کیگئی ہے غرض اقرار بھی ہے اور قرائن[1] قویہ سے بھی
یہ یقینی ہے جب قصد تشبیہ کا ہوا حرام ہوگیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمنے ٹوپی ترکی پہن لی ہے
ابتو تشبہ نہیں رہا اول تو وہ ترکی ٹوپی بھی ہمارے ملک میں نیچریوں کا شعار[2] ٹھہر گیا ہے اسکا پہننا
کون تعریف کا کام کیا پھر یہ کہ اگر ٹوپی بدل دی تو چلو ٹوپی میں مشابہت نہیں رہی ایک گناہ
ہلکا ہوا باقی جتنے عضووں میں تشبہ ہے اتنے گناہ اسپر رہے اسمیں برأت کی صورت کیا نکلی
اس طرح کے اور بھی لچر شبہات پیش کیا کرتے ہیں جنکا جواب اصول مذکورہ کی تحقیق کے
بعد خود ہر شخص سمجھ لیگا اب دو دلیلیں ان حضرات کے مزاج کے موافق عرض کرتا ہوں ایک
نقلی جو ان کے نزدیک بھی مسلم ہے دوسری عقلی جو بوجہ غلبہ عقل پرستی کے اُس سے بھی
زیادہ تسلیم کے قابل ہوگی نقلی دلیل وہ جملہ ہے جسکو اپنے ہر لکچر میں اسلام کی خوبیاں بیان
کرنیکے ضمن میں فرمایا جاتا ہے لا رہبانیۃ فی الاسلام حد متوسط سے زیادہ اپنے نفس پر
تشدد کرنیکی نہی اور نفی لفظ رہبانیۃ سے کیوں فرمائی گئی رہبانیۃ کے کیا معنے ہیں یہ
لفظ رہب سے بنایا گیا ہے یا نہیں اور راہب کسکو کہتے ہیں درویش نصرانی کو کہتے ہیں یا
نہیں اگر یوں فرمادیتے کہ اپنے نفس پر زیادہ تشدد مت کرو جب بھی تو مطلب حاصل
ہوجاتا یہ کیوں فرمایا کہ اسلام میں راہب بننے کی اجازت نہیں اس سے صاف معلوم
ہوا کہ غلو[3] اور تشدد کے مذموم ہونیکی علت بتلانا منظور ہے کہ اسمیں راہبونکی مشابہت
ہوتی ہے تو مسلمان ہوکر کیوں راہب بنتے ہو اب بتلایئے تشبہ کا حرام و مذموم ہونا ثابت
ہوا یا نہیں دلیل عقلی یہ ہے کہ اگر کسی صاحب سے جو مسئلہ تشبہ میں الجھ رہے ہوں
مخلی[4] بالطبع ہونیکے وقت مجمع عام میں ایک زنانہ جوڑا پیش کرکے عرض کیا جائے کہ
اسکو زیب بدن فرمالیجیے تو یقین ہے کہ اگر انکا قابو چلے تو مستدعی[5] کی جان تک لینے میں بھی
کبھی دریغ نہ فرماویں کیوں صاحب تشبہ کا مسئلہ اگر کوئی باوقعت نہیں تو اس مقام پر غیرت

[1] قرائن قویہ یعنی علامتیں ۱۲
[2] شعار علامت ۱۲
[3] غلو حد سے بڑھنا ۱۲
[4] مخلی بالطبع خالی الذہن ۱۲
[5] مستدعی درخواست کرنیوالا ۱۲

کے ساتھ تشبہ کے استدعا کرنے سے کیوں اسقدر غیظ و غضب نازل ہوا جب ایک مسلمان کے ساتھ تشبہ ہونیسے تھوڑے فرق کیوجہ سے یہ ناگواری ہے تو کافرونکے ساتھ تشبہ کرنیسے تو بوجہ اختلاف دین زیادہ غیرت ہونا چاہئے اور واضح رہے کہ حکمی وردی اس حکم سے مستثنیٰ ہے کہ وہ شعار منصب[1] کا ہے اُسکو تشبہ سے کوئی علاقہ نہیں۔

دوسرا باب اُن رسوم میں جنکو عوام مباح سمجھتے ہیں اور اسمیں بھی چند فصلیں ہیں

فصل اول منجملہ اُن رسوم کے شادی کی اکثر بلکہ تمام رسمیں ہیں جو دنیا میں آنیکے وقت سے اپنے اصلی وطن کی روانگی تک عمل میں لائی جاتی ہیں اور جو بڑے بڑے ثقہ اور عاقل لوگونمیں طوفان عام کیطرح پھیل رہی ہیں اور جنکی نسبت لوگونکا یہ خیال ہے کہ اسمیں گناہ کی کونسی بات ہوتی ہے مرد یا عورتیں جمع ہوتی ہیں کچھ کھلانا پلانا ہوتا ہے کچھ دینا دلانا ہوتا ہے کوئی ناچ نہیں رنگ نہیں پھر اسمیں شرع کے خلاف ہی کیا ہے جس سے روکا جائے حضرات اس غلط گمان کیوجہ صرف یہ ہوئی کہ رواج عام نے قوت نظریہ[2] کو ضعیف کر دیا کہ چند امور جو ظاہراً مباح ہیں انکو تو دیکھ لیا اور جو اُن کے اندر پنہانی اور اندرونی مفاسد اور خرابیاں ہیں وہاں تک نظر نہ پہنچ سکی جیسا کوئی نادان بچہ مٹھائی کا ذائقہ و رنگ دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی چیز ہے اور ان مضرتوں پر نظر نہیں کرتا جو اسمیں مخفی ہیں اور جنکو ماں باپ سمجھتے ہیں اور اسلئے اسکو روکتے ہیں اور وہ اُن خیرخواہوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے حالانکہ ان رسوم میں جو خرابیاں ہیں وہ زیادہ پوشیدہ اور مخفی نہیں ہیں بلکہ اکثر لوگ ان خرابیوں کے مقر اور انکی وجہ سے پریشان ہیں مگر مرگ انبوہ کے طور پر سب خوشی خوشی اسکو کرتے ہیں اور ناصح سے منقبض ہوتے ہیں سو انمیں سے ایک رسم اولاد کے پیدا ہونیکے وقت کی ہے جسمیں یہ مفاسد ہوتے ہیں (۱) یہ ضروریات سے سمجھا جاتا ہے کہ حتی الامکان پہلا بچہ باپ کے گھر ہونا چاہئے جسمیں بعض اوقات جب وہ عورت سسرال میں موجود ہو قریب زمانہ میں باپ کے گھر بھیجنے کی پابندی میں یہ بھی تمیز نہیں رہتی کہ آیا یہ سفر کے قابل ہے یا نہیں جس سے

[1] منصب مرتبہ ۱۲

[2] قوت نظریہ سوچ سمجھ کی قوۃ ۱۲

بعض اوقات کوئی بیماری لگجاتی ہے حمل کو نقصان پہنچتا ہے مزاج میں ایسا تغیر واقع ہوتا ہے
کہ اسکو اور بچہ کو مدت تک بھگتنا پڑتا ہے بلکہ اہل تجربہ کا قول ہے کہ اکثر بیماریاں بچونکو زمانہ
حمل کی بداحتیاطیوں سے ہوتی ہیں غرض وجانونکا اسمیں نقصان پیش آتا ہے پھر یہ کہ ایک امر غیر
ضروری کی اسقدر پابندی کہ کسیطرح ٹلنے نہ پاوے اپنی طرف سے ایک جدید شریعت تصنیف
کرنا ہے بالخصوص جبکہ اسکی ساتھ یہ عقیدہ ہو کہ اسکے خلاف کرنیسے کوئی نحوست ہوگی یا
ہماری بدنامی ہوگی اعتقاد نحوست تو شعبہ[1] شرک کا ہے کہ غیر اللہ کو نافع[2] یا ضار[3] سمجھا اسی واسطے
حدیث میں اسکی صاف نفی آئی ہے کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں اور ایک حدیث میں آیا ہے
کہ ٹوٹکا شرک ہے اور بدنامی کا اندیشہ یہ شعبہ تکبر کا حرام ہونا قرآن حدیث میں منصوص ہے
اور اکثر خرابیاں اور پریشانیاں اسی ننگ و ناموس کی بدولت طوق گلو ہوگئی ہیں (۲) بعض
جگہ قبل پیدائش چھاج یا چھلنی میں کچھ اناج اور سوا پیسہ مشکلکشا کے نام کا رکھا جاتا ہے یہ صریح[4]
شرک ہے (۳) بعد پیدائش کے گھر والیکے ساتھ کنبہ کی عورتیں بھی بطور نوتہ کے کچھ جمع کرکے
دائی کو دیتی ہیں اور ہاتھ میں نہیں دیتے بلکہ ٹھیکری میں ڈالتے ہیں ملاحظہ فرمائیے یہ کونسا طریقہ
دینے کا معقول ہے کہ ہاتھ کو چھوڑکر ٹھیکری میں ڈالا جائے اور اگر ٹھیکری میں ڈالیں ہاتھ
میں دیں تب بھی غور کرنے کی بات ہے کہ ان دینے والوں کا مقصود اور نیت کیا ہے جسوقت
یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی اسوقت کی تو خبر نہیں کہ کیا مصلحت ہو شاید بوجہ مسرت[5] طبعی کے ہو کہ
سب عزیزوں کا دل خوش ہو بطور انعام کے سب نے کچھ کچھ دیدیا مگر اب تو یقینی بات ہے کہ
خواہ مسرت ہو یا نہو ضرور دینا ہوتا ہے بعض عورتیں کنبہ کی نہایت مفلس و رنادار ہیں مگر
باصرار انکو بلایا جاتا ہے اگر نہ جاویں تو تمام عمر شکایت گائی جائے اور اگر جاویں تو اٹھنی چونی
کا انتظام کرکے لیجاویں نہیں تو بیبیوں میں سخت ذلت اور شرمندگی ہے غرض جاؤ اور جبراً
قہراً دبکر آؤ کیا صریح ظلم ہے کہ گھر بلاکر لوٹا جاوے بجائے مسرت کے بعضوں کو پورا جبر گذرتا
ہے مگر یہ امکان نہیں کہ یہ ٹیکس نہ ادا کیا جائے سرکاری مالگذاری میں اکثر مہینوں کی دیر ہوجاتی

[1] شعبہ۔ شاخ ۱۲
[2] نافع۔ نفع دینے والا ۱۲
[3] ضار۔ ضرر ۱۲
[4] صریح شرک۔ کھلا شرک ۱۲
[5] مسرت طبعی۔ دلی خوشی ۱۲

ہے مگر اسمیں ایک منٹ کا توقف نہیں ہوتا بلکہ میعاد سے پہلے مہیا کر لینا واجب ہے غرض یہ کہ
اسطرح اور اس نیت سے مال کا خرچ کرنا یا لینے والیکو یا گھر والونکو اس لینے دینے کا باعث
بننا کہاں جائز ہے کیونکہ دینے والے کی نیت تو محض تعزز و ترفع ہے جسکی نسبت حدیث میں
آیا ہے کہ جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے قیامت میں اللہ تعالے اسکو ذلت کا لباس پہناوینگے
یعنی جو کپڑا خاص شہرت کی نیت سے پہنا جائے معلوم ہوا کہ کوئی کام شہرت کی غرض سے
کرنا جائز نہیں یہاں تو خاص یہی نیت ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کہینگے کہ فلانے یہ دیا ورنہ
مطعون کرینگے کہ ایسے انکی کیا ضرورت تھی دینے والیکو تو یہ گناہ اب لینے والے کو سنئے حدیث
میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کا مال حلال نہیں بدون اسکی دل کی خوشی کے جب ایک شخص نے جبراً
کراہت سے دیا لینے والیکو لینے کا گناہ ہوا اگر دینے والا با وسعت ہے اور اسکو جبر بھی نہیں گذرا مگر
غرض تو اسکی بھی وہی ترفع اور افتخار ہے جسکی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان لوگونکی دعوت قبول کرنے سے جو فخر کیلئے کھانا کھلاویں غرض
ایسے شخص کا کھانا کھانا یا اسکی چیز لینا بھی ممنوع ہے کیونکہ اسمیں اسکی معصیت کی اعانت
ہے اور اعانت معصیت خود معصیت ہے غرض لینے والا بھی گناہ سے نہ بچا اب گھر والونکو لیجیے
کہ وہی لوگ بلا بلا کر باعث اس معصیت کے ہوتے وہ یوں مبتلا ہوئے غرض اچھا نوتہ پڑا کہ سبکو گناہ
میں نوتہ دیا اور رسم نوتہ کی اکثر تقریبات میں دا کیجاتی ہے جس میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے
یہ خرابی ہے کہ حسب قاعدہ المعروف کالمشروط یہ تو طے ہو گیا ہے کہ یہ قرض لینا ممنوع ہے اور
نوتہ میں کچھ ضرورت پر نظر نہیں ہوتی ثانیاً وقت وسعت کے ادا کر دینا چاہیئے اگر نوتہ کا
بدل کوئی شخص اگلے دن دینے لگے ممکن نہیں کہ کوئی شخص قبول کرلے ثالثاً گنجائش
ہو یا نہو مگر اس کا ادا کرنا لازم ہے غرض تینوں حالتوں میں شریعت کی مخالفت کی
جاتی ہے اس لئے یہ رسم نوتہ کی جس طرح متعارف ہے جائز نہیں رہی (۴)
پھر نائن گود میں کچھ اناج ڈالکر سارے کنبے اور برادری میں بچہ کا سلام کہنے جاتی ہے اور ہاں

سب عورتیں اُس کو کچھ اناج دیتی ہیں اس میں بھی وہی خیالات اور نیتیں ہیں جو نمبر ۲ میں مذکور
ہوئیں (۵) گھر پر سب کمینوں کو حق دیا جاتا ہے جنکو ۲ تقا نجہ کہتے ہیں ان میں بعض
لوگ تو خدمتگذار ہیں اُن کو تو خواہ حق سمجھکر یا انعام سمجھکر دیا جاوے تو مضایقہ نہیں بلکہ
مستحق ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اپنی مقدور کا لحاظ رکھے یہ نہیں کہ مطعون ہونیکے اندیشہ سے
خواہی نخواہی قرض لے گو سودی ملے اپنی زمین باغ کو فروخت کرے یا گرو رکھے اگر ایسا
کریگا تو بوجہ ارتکاب یا لہو کے یا بلاضرورت قرض لیکر لوگوں کے مال تلف کرنے اور سود
دینے کے جو کہ گناہ میں سود لینے کی برابر ہے یا تکبر و افتخار کے جو کہ نصاً حرام ہے یا اسراف کے
جکی حرمت بھی منصوص ہے ان وجوہ سے ضرور گنہگار ہوگا۔ خیر یہ تو خدمتگذاروں کے انعام
میں گفتگو تھی بعض کمین وہ ہیں جو کسی مصرف کے نہیں نہ وہ کوئی خدمت کریں کسی کام آویں
نہ اُن سے کوئی ضرورت متعلق مگر قرض خواہوں سے بڑھکر تقاضہ کرنے کو موجود اور خواہی نخواہی
ان کو دینا ضرور اس میں بھی جو خرابیاں اور وجوہ معصیت کے دینے والوں اور لینے والوں کے
لئے جمع ہیں اُن کا بیان اوپر آچکا ہے حاجت اعادہ نہیں علاوہ بریں جب اُن کا کوئی حق
واجب نہیں اُن کو دینا محض احسان ہے اور احسان میں زبردستی حرام ہے اور اس رسم کو جاری
رکھنا تائید فعل حرام کی ہے اور حرام کی تائید بھی حرام ہے (۶) پھر دھیانیوں کو دودھ دھلائی
کے عنوان سے کچھ دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی ضروری سمجھنا اور جبراً قہراً دینا یا اگر خوشی سے
دیا تو ناموری اور سرخروئی کیلئے دینا سب ظلمتیں موجود ہیں اور کفار کے ساتھ تشبہ جدا رہا جس
سے اس میں بھی جواز کی گنجایش نہیں ہوسکتی (۷) اچھوانی پھر گوندا پنجیری سارے کنبہ اور
برادری میں تقسیم ہوتی ہے اس میں بھی اسی قدر مفاسد اور نماز روزہ سے بڑھکر ضروری سمجھنے
کی علت موجود ہے بالخصوص پنجیری میں تو اناج کی ایسی بیقدری ہوتی ہے کہ الہی توبہ غریب
والے کی تو اچھی خاصی لاگت لگ جاتی ہے اور وہ کسی کے منہ تک بھی نہیں جاتی پھر اناج
کی ایسی بے ادبی کہیں جایز نہیں ہوسکتی (۸) نائی اطلاعی خط لیکر بہو کی سسرال میں جاتا ہے

اور وہاں اُس کو کچھ انعام دیا جاتا ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جو کام ایک پیسے کے کارڈ
میں نکل سکتا ہے اسکے لئے خاصکر ایک آدمی جانا یہ کون امر معقول ہے پھر خواہ سسرال
میں کھانے کو میسر ہو یا نہ ہو مگر نائی صاحب کا قرض جو نعوذ باللہ خدا کے فرض سے بڑھکر سمجھا
جاتا ہے ادا کرنا ضرور اور وہی ناموری کی نیت ہونا وغیرہ جو ظلمات ہیں وہ یہاں بھی وثوق موجود
ہیں اس لئے یہ بھی جائز نہیں ہو سکتا (۹) پھر سوا مہینے کا چلہ نہانے کیوقت پھر سب بیبیاں
کنبہ کی جمع ہوتی ہیں اور کھانا وہاں ہی کھاتی ہیں اور رات کو کنبہ یا برادری میں دودھ
چاول تقسیم ہوتے ہیں بھلا صاحب یہ زبردستی کھانے کی پخ لگانے کی کیا وجہ؟ دو قدم پر گھر گھر
کھانا کھائیں۔ یہاں وہی مثل "مان نہ مان میں تیرا مہمان" ان کی طرف سے تو یہ زبردستی
اور گھر والوں کی نیت ناموری اور طعن و تشنیع سے بچنے کی یہ دو تو وجہ اس کی ممانعت کیلئے
کافی ہیں اسیطرح دودھ چاول کی تقسیم یہ بھی محض لغو ہے ایک بچہ کیا تمام بزرگان متعلقہ
کو شیر خوار بنانا ضرور کیا تھا۔ پھر اس میں بھی وہی نام نمود کا زہر اس رسم کو ممنوع ہونے کے
لئے بس ہے (۱۰) اس سوا مہینہ تک زچہ کو نماز کی ہرگز توفیق نہیں ہوتی۔ بڑی بڑی
پابند نماز بے پرواہی کر جاتی ہیں مسئلہ شرعیہ ہے کہ نفاس کے اقل درجہ کی کوئی حد نہیں
جو وقت خون بند ہو جاوے۔ فوراً غسل کرے اور اگر غسل نقصان کرے تو تیمم کر کے نماز
پڑھنا شروع کرے ایک وقت کی فرض نماز بھی بلا عذر شرعی چھوڑنا سخت گناہ ہے حدیث
میں ہے کہ ایسا شخص دوزخ میں ہوگا۔ فرعون ہامان اور قارون کیساتھ (۱۱) پھر
باپ کے گھر سے سسرال میں آنے کیلئے چھوچھک کی تیاری ہوتی ہے جس میں حسب مقدور سسرال
والوں کے جوڑے اور برادری کے لئے پنجیری اور لڑکی کیلئے زیور برتن جوڑے وغیرہ ہوتے ہیں
جب بہو چھوچھک لیکر سسرال میں آتی وہاں سب بیبیاں چھوچھک دیکھنے آتی ہیں اور ایک
وقت کھانا کھا کر چلی جاتی ہیں ان سب امور میں جو کچھ پابندی ہے کہ پابندی فرائض سے
بڑھکر رہتی جاتی ہے۔ اور وہی نیت نمائش و ناموری کی ہونا وہ ظاہر ہے جس میں

حدودِ شرعیہ سے تجاوز اور تکبر و افتخار کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے جن کے حرام ہونے میں آیات
و احادیث بکثرت موجود ہیں۔ آدابِ مسنونہ تولد کے وقت یہ ہیں کہ جب لڑکا پیدا ہو اُس کو
نہلا دُھلا کر اُس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی جاوے اور کسی بزرگ
متقی سے تھوڑا چھوارہ چبوا کر اس کے تالو کو لگا دیا جاوے اور باقی تمام امورِ مذکورہ
یا اذان کی مٹھائی یہ سب فضول اور غیر معقول اور مکروہ ہیں ۔

فصل دوم منجملہ ان کے وہ رسوم ہیں جو عقیقہ کے ساتھ برتی جاتی ہیں اصل وز
لڑکے کیلئے دو بکرے اور لڑکی کے لئے ایک ذبح کرنا اور اُس کا گوشت کچا یا پکا تقسیم کر دینا
اور بالوں کی برابر چاندی وزن کر کے تقسیم کر دینا بس یہ سنت و مستحب ہے۔ باقی جو فضولیات
اس میں تصنیف ہوئے ہیں ملاحظہ کے قابل ہیں (۱) برادری اور کنبہ مرد جمع ہو کر بعد
مُونڈا شتی بچہ کی کٹوری میں بطور نوتہ کے کچھ ڈالتے ہیں۔ جو نائی کا حق سمجھا جاتا ہے اور یہ
عرفاً صاحبِ خانہ کے ذمہ سمجھا جاتا ہے جس کا ایسے ہی موقع پر ادا کرنا وہی پابندی ہے کہ
اگر پاس نہو تو قرض لو گو سودی ہی ملے جو سراسر تعدی حدودِ شرع سے ہے اور وہی نیت
ناموری اور طعن و الزام سے بچنے کی جو شعبہ تکبر حرام کا ہے اور عجب بات یہ ہے کہ قرض کا
قاعدہ یہ ہے کہ آدمی حاجت کیوقت ادا کر دیتا ہے یہ عجیب قرض ہے کہ خواہ حاجت ہو
یا نہو مقروض بنو اور پھر جس وقت ادا کرنا چاہو ادا نہ کر سکو اگر کوئی شخص اگلے دن نوتہ کا روپیہ
ادا کرنیکے لئے جاوے تو صاحب نوتہ ہرگز ہرگز نہ لے اور یہی کہے کہ ہم نے کیا آج لینے کے
واسطے دیا تھا۔ ہمارے یہاں جب کوئی تقریب ہوئے گی تم دیدینا سو احادیث میں جو دین کے باب
میں وعیدیں آئی ہیں اُس سے مراد وہی قرض ہے جو بلا حاجت ہو خواہ مخواہ بے ضرورت
مقروض ہونا بلا شک مرضی شارع علیہ السلام کے خلاف ہے پھر ایک شخص ایک حقِ واجب
سے سبکدوش ہونا چاہے اور اس کو کوئی شخص گرانبار رکھنے کی کوشش کرے تو یہ
بھی امر مذموم ہے سو اس نوتہ کی رسم میں یہ دو نو خرابیاں ہیں ایک لینے والے کے واسطے

دوسری دینے والے کیواسطے (۲) وصیانباں یہاں بھی وہی اپناحق جو واقع میں ناحق ہوتا ہے لیتی ہیں۔ جس میں تشبہ کفار کے علاوہ یہ خرابیاں ہیں (۱) دینے والے کی نیت فاسد ہونا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ بعض دفعات گنجائش نہیں ہوتی اور دینا گراں گذرتا ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ نہ دینے میں طعن و خجالت ہوگی دینا پڑتا ہے اسی کو ریاو نمود کہتے ہیں اور ریا و شہرت کے لئے مال خرچنا حرام ہے۔ (۲) لینے والے کی یہ خرابی کہ دینا فی ذاتہ تبرع ہے اور تبرعات میں شرعاً جبر حرام ہے اور یہ بھی شرعاً جبر ہی ہے کہ وہ اگر نہ دے اس پر طعن و لعن ہو بدنام ہو خاندان بھر میں نکو بنے اور اگر کوئی خوشی سے بھی دے تب بھی شہرت اور ناموری کی نیت ہونا یقینی ہے جس کی ممانعت قرآن و حدیث میں صاف صاف مذکور ہے (۳) پنجیری کی تقسیم کا فضیحتہ یہاں بھی ہے جس کا نامعقول ہونا اوپر مذکور ہوچکا ہے اور طلب شہرت و ریا کی وجہ سے ممنوع ہونا بھی ظاہر ہے اور یہی خرابیاں اُس رسم میں ہیں جو دانت نکلنے کیوقت شائع ہے کہ کنبہ میں گھونگھنیاں تقسیم ہوتی ہیں اور ان کا ناغہ ہوجانا فرض و واجب کے ناغہ ہوجانے سے بڑھکر مذموم و عیب سمجھا جاتا ہے اور اسیطرح وہ رسم جو دودھ چھوڑنے کے وقت رائج ہے مبارکباد کے لئے عورتوں کا جمع ہونا اور خواہی نخواہی انکی دعوت ضروری ہونا اور کھجوروں کا برادری میں تقسیم ہونا غرض یہ سب ایک حالت میں ہیں +

فصل سوم منجملہ ان رسوم کے مکتب کی رسم ہے جس طرح اہتمام و التزام کے ساتھ لوگوں میں شائع ہے اس میں یہ خرابیاں ہیں۔ (۱) چار برس چار مہینے چار دن کا اپنی طرف سے مقرر کرلینا جس کی کوئی اصل صحیح نہیں پائی گئی جیساکہ خاتمہ مجمع البحار میں شیخ علی متقی کا فتوی اس معمول کے بے اصل ہونے میں منقول ہے پھر اس کا ایسا اہتمام اور اصرار کہ جس طرح ہو اس کے خلاف نہ ہونے پاوے اور عوام تو اس کو امر شرعی سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے عقیدے میں فساد اور شریعت کے احکام میں ایک حکم کا ازدیاد و ایجاد

لازم آتا ہے۔ (۲) تقسیم شیرینی کالازم سمجھنا اس طرح کہ اس کے ترک کو موجبِ نامی
و اہانت سمجھیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ محض ادائے شکر مقصود نہیں ورنہ ادائے
شکر کی بہت سی صورتیں ہیں اُن میں سے جس کو چاہتا بے تکلف اختیار کر لیتا کبھی
کھانا کھلا دیتا کبھی غریب محتاجوں کو غلہ یا نقد یا کپڑا تقسیم کر دیتا کبھی کسی مسجد یا مدرسہ
میں دا کر دیتا اور کبھی جب گنجایش نہوتی زبانی شکر یا ایک آدھ آدمی کا کھانا دیکر اس
پر اکتفا کرنا تمام عمر ایک طریق کی پابندی کرنا صرف رواج کی وجہ سے ہے کہ اس کے
خلاف کرنے سے لوگ مطعون کرینگے تو اس میں بھی وہی خرابی ریا و نمود و اشتہار
و افتخار کی موجود ہے۔ (۳) بعض مقدور والے چاندی کی قلم دوات سے چاندی
کی تختی پر لکھا کر بچہ کو اس میں پڑھواتے ہیں سو چاندی کا استعمال خود کرنا یا دوسرے
کو کرانا خواہ بڑا ہو یا چھوٹا سب حرام ہے (۴) بعض لوگ اس وقت بچہ کو غیر مشروع
لباس پہناتے ہیں ریشمی یا زری کا یا کسم و زعفران کا رنگا ہوا ایک گناہ یہ ہوا۔
(۵) کمینوں کا اور دھیانیوں کا اس میں بھی فرض سے بڑھکر حق سمجھا جاتا ہے۔
جو مرنا کر جسطرح ہو ادا کرو ورنہ نکّو بنو جبراً کسی کے مال لینے کی یا ریا کسی کو دینے
کی بُرائی اوپر گذر چکی ہے یہ بھی موقوفی کے قابل ہے پس جب لڑکا بولنے لگا اُس
کو کلمہ سکھلاؤ جیسا کہ مجمع البحار اور شرح شرعۃ الاسلام اور ابن السنی میں منقول ہے
اور شرح شرعۃ الاسلام میں ان آیتوں کی تلقین کو زیادہ کیا ہے۔ فتعالی اللہ
الملک الحق آخر سورہ مومنون تک ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو تا آخر سورہ حشر اور
ایک روایت میں اس کی تعلیم آئی ہے۔ وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم
یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا + ابن السنی نے
اس کا حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات شریف سے ہونا حضرت انس رضؓ سے
روایت کیا ہے اور کسی معتبر بزرگ کی خدمت میں اُس کو بیجا کر بسم اللہ کہلاؤ اور اس

نعمت کے شکریہ میں اگر دل سے بلا پابندی جو توفیق ہو خفیہ طور سے راہ خدا میں کچھ چیز خیرات کر دو۔ باقی سب پکھنڈ ہیں +

فصل چہارم۔ منجملہ اُن کے وہ رسوم ہیں جو ختنہ میں عوام نے اضافہ کر رکھے ہیں (۱) لوگوں کو آدمی اور خطوط بھیجکر بُلانا اور جمع کرنا جو بالکل خلاف سنت ہے مسند احمد میں حسن سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کو کسی نے ختنہ میں بلایا آپنے تشریف لیجانے سے انکار فرمایا آپسے اس کی وجہ پوچھی گئی آپنے جواب دیا کہ ہم لوگ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ختنہ میں کبھی جاتے تھے اور نہ اُس کے لئے بلائے جاتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جس امر کا اعلان ضروری نہیں اسکے لیئے لوگوں کو جمع کرنا بلانا خلاف سنت ہے اس میں بہت سی رسمیں آگئیں جنکے لیئے لمبے چوڑے اہتمام ہوتے ہیں (۲) بعض موقعہ پر لڑکا قریب بلوغ کے ہوتا ہے جس کا بدن مستور دیکھنا بجز ختنہ کرنے والوں کے دوسروں کو بلا ضرورت حرام ہے سب بے تکلف دیکھتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں اور ان گناہوں کا باعث بلانے والا ہوتا ہے (۳) کٹوری میں نوتہ پڑنے کا فضیحہ یہاں بھی ہے جس کی خرابیاں اسی باب کی فصل اول و دوم میں مذکور ہو چکیں (۴) بچہ کی نانہال کی طرف سے کچھ نقد و پارچہ دیا جاتا ہے۔ جس کو عرف میں بھات کہتے ہیں جس کی اصل فاسد یہ ہے کہ کفار ہند اولاد دختری کو میراث نہیں دیتے تھے جاہل مسلمانوں نے اُن کی دیکھا دیکھی یہ شیوہ اختیار کیا اور اگر فرضاً ان کی تقلید نہیں کی خود ہی یہ رسم ایجاد کی ہو تب بھی تو بُری رسم ہے کسی حقدار کا حق جسکو اللہ و رسول نے مقرر فرمایا ہو اُس کو نہ دینا اور بلا طیب خاطر ذیحق کے اسکے خود منتفع ہونا عقلاً و شرعاً ہر طرح بُرا ہے غرض جب دختر کو میراث سے اسطرح محروم کیا۔ تو طفل تسلی کے طور پر اس کا تدارک یہ اختراع کیا گیا کہ مختلف موقعوں و تقریبوں میں اُن کو کچھ دیدیا جایا کرے گویا اُن کا حق جو ہمارے ذمہ تھا وہ اس بہانہ سے

ادا ہوگیا سو ظاہر ہے کہ اسطرح دینے دلانے سے ہرگز اُن کا وہ حق ادا نہیں ہوسکتا
کیونکہ ادائے حق کی شرعاً دو صورتیں ہیں یا تو عین حق پہنچے جیسے کسی کا ایک روپیہ
چاہتا ہو روپیہ ہی دیدیا۔ یا ایک من غلہ چاہیے تھا غلہ ہی دیدیا دوسری صورت
یہ ہے کہ عین حق کی عوض دوسری چیز ادا کی گئی سو یہ معاوضہ ہے اس میں معاوضہ
کے تمام شرائط جن کی رعایت شرعاً واجب ہے موجود ہونا ضرور ہے جو کہ کتاب فقہ
کے کتاب البیع میں مذکور ہیں اور اگر دونوں صورتیں نہوں تو اصل حق ذمہ رہتا ہے
مثلاً کسی شخص کے ذمہ کسی کا روپیہ آتا ہو اور وہ اس کی دعوت کر کے اس میں ایک
روپے کی شیرینی یا طعام کھلا دے ہر شخص جانتا ہے۔ کہ اس سے وہ روپیہ ادا نہوگا
بلکہ بدستور واجب رہیگا۔ سو ظاہر ہے کہ بھات میں جو دیا جاتا ہے وہ نہ عین حق ہے
اور نہ اس میں معاوضہ کی شرائط جمع ہیں یونہی اپنی من سمجھوتی ہے غرض وجہ اس ایجاد
کی یا تو رسم کفار کا اتباع ہے کہ وہ بھی حرام ہے اور یا بناء اس کی ظلم ہے کہ وہ
بھی حرام ہے دو خرابیاں تو اس کی یہ ہیں تیسری خرابی اس میں یہ ہے کہ خواہ اس موقع
پر ننہال والوں کے پاس ہو یا نہو ہزار جتن کرو سودے قرض لو کوئی چیز گرو کرو جیسے
آجکل یا تو نقد سود دینا پڑتا ہے یا پیداوار اُس جایداد کا مرتہن لیتا ہے کہ وہ بھی
سود ہی ہے گو زمینداروں کا فرقہ اُس کو حلال سمجھ لیا ہے رسالہ صفائی معاملات
میں بفضلہ تعالیٰ سب شبہات اس کے متعلق رفع کر دیے گئے ہیں بہرحال سود کی
پرواہ نہیں رہتی غرض کچھ ہو مگر یہاں کا سامان ضرور ہو اب فرمائیے جب ایک امر غیر
ضروری بلکہ معصیت کا اہتمام سے زور شور سے کہ فرائض و واجبات کا بھی وہ اہتمام
نہو تو یہ تعدی حدود شرعیہ سے ہے یا نہیں چوتھی خرابی یہ ہے کہ نیت اس میں بھی وہی
شہرت اور تفاخر کی ہے جس کا حرام ہونا بارہا مذکور ہو چکا بعض حضرات کہتے ہیں کہ اپنے
عزیزوں سے سلوک کرنا تو عبادت ہے جواب یہ ہے کہ صلہ رحمی و سلوک منظور ہوتا تو بلا پابندی

رسم جب اُن کو حاجت ہوتی ہے اُن کی خدمت کرتے اب تو عزیزوں پر خواہ فاقے گذر جائیں
خبر بھی نہیں لیتے اپنے نام ونمود کے لئے تاویل صلہ رحمی کی سوجھنے لگی (۵) بعض شہروں
میں یہ آفت ہے کہ اس تقریب میں یا مخصوص غسل صحت کے روز خوب راگ باجہ ہوتا ہے اور
کہیں ناچ ہوتا ہے کہیں ڈومنیاں گاتی ہیں جن کا مذموم ہونا اول میں لکھا گیا ہے۔ اور
جس کے مفاسد انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مذکور ہونگے۔ غرض ان خرافات ومعاصی کو موقوف
کرنا چاہیے جب بچہ میں قوت برداشت کی دیکھی جاوے چپکے سے نائی کو بلا کر ختنہ کرادیں
جب اچھا ہو جاوے غسل کرادیں اگر گنجایش ہو اور بار بھی نہو اور پابندی بھی نہ کرے
اور شہرت ونمود اور طعن وبدنامی کا بھی خیال نہو شکریہ میں دو چار اعزہ و احباب یا دو
چار مساکین کو ماحضر کھلادے۔ اللہ اللہ خیر صلاح *

فصل پنجم منجملہ ان رسوم کے منگنی کی رسوم ہیں جس کو قیامت کبریٰ یعنی شادی
کی تمہید ہونے کی وجہ سے قیامت صغریٰ کہنا زیبا ہے اُس میں یہ واقعات ہوتے ہیں۔
(۱) جب منگنی ہوتی ہے تو خط لے کر نائی آتا ہے لڑکی والے کی طرف سے شکرانہ بنا کر
حجام کی روبرو رکھا جاتا ہے اُس میں بھی وہی غیر لازم امر کا اپنے ذمہ لازم کر لینا ہے
کہ فرض و واجب ٹلجاوے مگر یہ نہ ٹلے ممکن ہے کہ کسی کے گھر میں سوقت دال روٹی ہو
مگر جہاں سے ہو شکرانہ کرو ورنہ منگنی مشکوک ہوگئی لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور
التزام مالا یلزم کا اور تعدی حدود شرعیہ کا ہونا مذکور ہو چکا ہے ایک تو یہ امر خلاف
شرع ہوا پھر اس بیہودہ امر کے لئے اگر سامان موجود نہو تو قرض لینا جس کا بلا ضرورت
لینا ممنوع ہے اور ایسے ہی قرض پر وعید آئی ہے گو قلیل ہی قرض ہو دوسرا امر خلاف
شرع یہ ہوا (۲) حجام کھانا کھا کر خوان میں سو روپیہ یا جس قدر لڑکی والے نے دیئے
ہوں ڈالدیتا ہے لڑکے والا اس میں سے ایک یا دو روپیہ اٹھا کر باقی واپس کردیتا
ہے اور یہ روپیہ اپنے کمینوں کو تقسیم کر دیتا ہے بھلا سوچنے کی بات ہے کہ جب ایک یا دو روپیہ

لینا دینا منظور ہے تو خواہ مخواہ سو روپے کو کیوں تکلیف دی اور اس رسم کے
پورا کرنے کے واسطے بعض اوقات بلکہ اکثر سودی قرض لینا پڑتا ہے جو حدیث میں
موجب لعنت ہے اور اگر قرض بھی نہ لیا تب بھی بجز افتخار اور اظہار عظمت اس میں
کون سی مصلحت عقلی ہے جب یہ عادۃً سب کو معلوم ہو گئی کہ ایک روپے سے زیادہ نہ
لیا جاوے گا تو پھر سو کیا ہزار روپے میں بھی وہ عظمت اور شان نہیں رہی عظمت
تو جب ہوتی جب دیکھنے والے یہ سمجھتے کہ تمام روپیہ نذر کیا گیا ہے اب تو بجز تمسخر
اور بازیچہ طفلاں کے اور کچھ نہیں مگر لوگ کرتے ہیں اسی تفاخر اور عظمت کے
دکھلانے کو اور افسوس کہ بڑے بڑے عقلاء جو اوروں کو عقل سکھلاویں اس رسم
دشمن عقل میں گرفتار ہیں غرض اس میں بھی اصل وضع کے اعتبار سے ریاء کا گناہ
اور باعتبار تقریر نمبر کے ایک فعل لایعنی موجود ہے ریاء کا گناہ ہونا تو ظاہر ہے اور
اوپر مذکور بھی ہو چکا ہے اور فعل لایعنی کا مذموم ہونا بھی حدیث میں ہے ارشاد فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی باتوں کو
ترک کر دے غرض افعال لایعنی بھی مرضی شارع علیہ السلام کے خلاف ہے اور اگر
سودی روپیہ لیا گیا تو اس کی وعید سب ہی جانتے ہیں غرض اتنی خرابیاں اس
رسم میں موجود ہیں (۳) پھر لڑکی والا حجام کو ایک جوڑہ مع کچھ نقد روپیہ کے دیتا ہے
اور یہاں بھی وہی دل لگی کہ دینا منظور ہو ایک یا دو اور دکھلادیں سو واقعی
رواج عجب چیز ہے کہ کیسے ہی عقل کے خلاف کوئی بات ہو مگر عقلا بھی اس کو کرتے
ہوئے نہیں شرماتے اس کی خرابیاں بھی مذکور ہو چکیں (۴) حجام کی واپسی کے
قبل عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ڈومنیاں گاتی ہیں عورتوں کے جمع ہونے اور
ڈومنیوں کے گانے کی خرابیاں اور ان خرابیوں کی وجہ سے اس کا خلاف شرع
ہونا قیامت کبریٰ میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ (۵) جب حجام پہنچتا ہے

اپنا جوڑہ مع روپیوں کے گھر میں بھیج دیتا ہے وہ جوڑہ تمام برادری میں گھر گھر دکھلا کر حجام کو دیدیا جاتا ہے غور فرمائیے جہاں ہر ہر قدم پر معاینہ و ملاحظہ کی پخ ہو کہاں تک نیت درست رہ سکتی ہے بالیقین جوڑہ بنانے کے وقت ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ ایسا بناؤ کہ کوئی نام نہ رکھے غرض ریاء بھی ہوئی اور اسراف بھی ہوا جنکا گناہ ہونا قرآن و حدیث میں منصوص ہے اور مصیبت یہ ہے کہ بعض اوقات اس اہتمام پر بھی دیکھنے والوں کو پسند نہیں آتا وہی مثل ہے کہ "مرغی اپنی جان سے گئی اور کھانیوالے کی ڈاڑھ بھی گرم ہوئی اور بعض عالی دماغ دیکھنے والے اس میں خوب عیب نکالتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں تو یہ غیبت کا گناہ اُن کو ہوا اور اس کا باعث وہی جوڑہ ہے اس لئے بنانے والا بھی اس گناہ سے نہیں بچ سکتا غرض بنانیوالے کے پاس ریاء اور اسراف اور غیبت ہر دو ولتوں کا ذخیرہ جمع ہوا اور یہ دیکھنے والے غیبت کا سرمایہ لے بیٹھے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عیب بھی نہ نکالا تو ریاء کے گناہ سے بھی اُن کا بچنا مشکل ہے کیونکہ ان تعریف کرنے والوں ہی نے تو ریاء کرائی اگر لوگ ایسے موقع میں جوڑہ دیکھتے اور تعریف نہ کرتے تو کرنے والوں کی کیوں نیت بگڑ جاتی بہر حال اچھا دائرہ ہے کہ کوئی بھی اس کے محیط سے خارج نہیں (۶) کچھ عرصہ کے بعد لڑکی والے کی طرف سے کچھ مٹھائی مع انگشتری اور رومال اور کسی قدر روپے کہ جسکو عرف میں نشانی کہتے ہیں بھیجی جاتی ہے اور یہ روپیہ بطور نوتہ کے جمع کرکے بھیجا جاتا ہے۔ یہاں بھی وہی اسراف اور ریاء کی علت موجود ہے اور نوتہ کی خرابیاں کچھ بیان بھی ہو چکی ہیں اور کچھ عنقریب قیامت کبریٰ میں مع جواب شبہ عوام کے بیان ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ (۷) جو حجام اور کہار اس شیرینی کو لیکر آتے ہیں حجام کو جوڑہ اور کہاروں کو پگڑیاں اور کچھ نقد دیکر رخصت کر دیا جاتا ہے اور اس شیرینی

کو کنبہ کی عمر رسیدہ عورتیں جمع ہو کر ساری برادری میں گھر گھر تقسیم کرتی ہیں
اور اسی کے گھر کھانا کھاتی ہیں سب جانتے ہیں کہ ان کہاروں کی کوئی اجرت معین
نہیں کی جاتی نہ اس کا لحاظ ہوتا ہے کہ یہ خوشی سے جاتے ہیں یا اُن پر جبر ہو رہا
ہے ۔ اکثر اوقات جانیوالے اپنے کسی کاروبار یا اپنی بیماری یا کسی بیوی بچہ
کی بیماری کا عذر پیش کرتے ہیں مگر یہ بھیجنے والے اگر کچھ قابو دار ہوئے تو خود ورنہ
دوسرے قابو دار بھائی سے اُن کی کفش کاری کرا کے جبراً و قہراً بھیجتے ہیں اور اس
موقع پر کیا اکثر اُن لوگوں سے جبراً کام لیا جاتا ہے جو کہ بالکل ظلم اور معصیت ہے
اور دنیا میں بھی اکثر ظلم کا وبال پڑتا ہے اور آخرت میں جزا بالمثل موجود ہے اور اجرت
کا مجہول ہونا یہ دوسرا امر خلاف شرع ہے یہ تو اس کمیشن کی روانگی کے پھول
رکھلے آگے تقسیم کا موجب ریاء ہونا محتاجِ بیان نہیں پھر تقسیم میں جو انہماک ہوتا ہے
اکثر نمازیں بانٹنے والیوں کی اڑجاتی ہے اور وقت کا تنگ ہو جانا تو ضروری بات
ہے ایک امر خلاف شرع یہ ہوا اور جن کے گھر یہ حصے جاتے ہیں اُن کے نخرے
اور بلا عذر شرعی ہدیہ کا واپس کر دینا محض کسی دنیوی رنج کی بناء پر یہ خود ایک امر
شرع کے خلاف ہے بلکہ قبول کرنا بھی اس رسم ریائی کی اعانت اور ترویج ہے
اس لئے یہ بھی شرعاً ناپسند ہے ایک خلاف یہ ہوا غرض یہ سب خرافات واجب الترک
ہیں بس ایک کارڈ سے یا زبانی گفتگو سے پیغام نکاح کا ادا ہو سکتا ہے جانب
ثانی اپنے طور پر ضروری امور کی تحقیق کر کے جب اطمینان ہو جاوے ایک کارڈ سے
یا زبانی وعدہ کر سکتا ہے لیجئے منگنی ہو گئی۔ اگر استحکام کے لئے یہ رسمیں برتی جاتی
ہیں تو اول تو کسی مصلحت کے واسطے معاصی کا ارتکاب جائز نہیں پھر ہم دیکھتے
ہیں کہ باوجود ان قصوں کے بھی جہاں مرضی نہیں ہوتی ہے جواب دیدیتے
ہیں۔ کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا ✦

فصل ششم منجملہ اُن رسوم کے قیامت کبریٰ کی رسم ہے جس کو عرف میں شادی کہتے ہیں اور واقع میں بربادی کہنا لایق ہے اور بربادی بھی کیسی دنیا کی بھی اور دین کی بھی اس کا لقب قیامت کبریٰ رکھا گیا اس کے ہولناک واقعات یہ ہیں (۱) سب سے پہلے برادری کے مرد جمع ہو کر لڑکی والے کی طرف سے خط لقین تاریخ شادی کا لکھ کر نائی کو دیکر رخصت کرتے ہیں یہ رسم ایسی ضروری ہے کہ چاہے برسات ہو راہ میں ندی نالے پڑتے ہوں جس میں حجام صاحب کی بالکل ہی رخصت ہونے کا بھی احتمال ہو غرض کچھ ہی ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ ڈاک کے خط پر اکتفا کریں یا حجام سے زیادہ کوئی معتبر آدمی جاتا ہو اُس کے ہاتھ بھیجدیں بتلایئے شریعت نے جس چیز کو ضروری نہیں ٹھیرایا۔ اُس کو اس قدر ضروری سمجھنا کہ شریعت کے ضروری بتلائے ہوئے امور سے زیادہ اس کا اہتمام کرنا انصاف کیجیئے شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں اور جب مقابلہ ہے تو واجب الترک ہے یا نہیں اسی طرح مردوں کا اجتماع ضروری ہونا اس میں بھی یہی التماس مذکور ہے اگر کہا جاوے کہ مشورہ کے لیئے جمع کیا جاتا ہے تو بالکل غلط ہے وہ بیچارے تو خود پوچھتے ہیں کہ کون تاریخ لکھیں جو پہلے سے گھر میں خاص مشورہ کر کے معین کر چکے ہیں وہ بتلا دیتے ہیں اور وہ لوگ لکھدیتے ہیں اور اگر مشورہ ہی کرنا ہے تو جسطرح اور امور میں مشورہ ہوتا ہے۔ کہ ایک دو عاقل مصلحت اندیش سے رائے لیلے بس کفایت ہوئی گھر گھر کے آدمیوں کو بٹورنا کیا ضرور ہے پھر اکثر جو لوگ نہیں آسکتے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بجائے اپنے بھیجدیتے ہیں وہ مشورہ میں کیا تیر چلاوینگے کچھ بھی نہیں یہ نفس کی تاویلیں ہیں۔ سیدھی بات کیوں نہیں کہتے کہ صاحب یونہی رواج چلا آتا ہے بس اسی رواج کا عقلاً و نقلاً مذموم ہوتا اور واجب الترک ہونا بیان ہو رہا ہے

غرض اس رسم کے سب اجزا خلاف شرع ہیں پھر اس میں ایک ضروری امر یہ بھی ہے
کہ سرخ ہی خط ہو اور اس پر گوٹہ بھی لپٹا ہو یہ بھی اسی التزام مالایلزم کی فہرست
میں داخل ہے جس کا خلاف شرع ہونا ثابت اور مذکور ہو چکا ہے (۲) گھر میں دری
اور کنبے کی عورتیں جمع ہو کر لڑکی کو علیحدہ مکان میں معتکف کر دیتی ہیں جس کو مانجھوں
بٹھلانا کہتے ہیں اسکے آداب یہ ہیں کہ اس کو چوکی پر بٹھلا کر اسکے داہنے ہاتھ پر کچھ
بٹنا رکھتے ہیں اور گود میں کچھ کھیل بتاشے رکھتے ہیں اور کچھ کھیل بتاشے حاضرین
میں تقسیم ہوتے ہیں اور اسی تاریخ سے برابر لڑکی کے بٹنا ملا جاتا ہے اور ایک کثیر
التعداد پینڈیاں برادری میں تقسیم ہوتی ہیں یہ رسم بھی مرکب چند خرافات سے ہے
اول اسکے علیحدہ بٹھلانے کو ضروری سمجھنا خواہ گرمی ہو حبس ہو گو جالینوس و بقراط
بھی کہیں کہ اس کو کوئی بیماری ہو جاویگی مگر کچھ ہی ہو یہ فرض قضا نہو وہی غیر ضروری
کو ضروری سمجھنا یہاں بھی جلوہ افروز ہے اور اگر احتمال اس کے بیمار ہونے کا ہو
تو دوسرا گناہ کسی مسلمان کو ضرر پہنچانے کا ہوگا جس میں ماشاء اللہ ساری برادری
شریک ہے دوسرے بلا ضرورت چوکی پر بٹھلانا اس کی کیا ضرورت ہے کیا فرش
پر اگر بٹنہ ملا جاویگا تو بدن میں صفائی نہ آویگی؟ اس میں بھی وہی التزام مالایلزم
جسکا خلاف شرع ہونا بارہا مرقوم ہو چکا ہے تیسرے داہنے ہاتھ پر بٹنہ رکھنا اور گود
میں کھیل بتاشے بھرنا معلوم ہوتا ہے یہ کوئی ٹوٹکا اور شگون ہے اگر ایسا ہے تو شرک
ہے اور شرک کا خلاف شرع ہونا کون مسلمان نہیں جانتا ورنہ التزام مالایلزم تو ضرور
ہے اسیطرح بتاشوں کی تقسیم کی پابندی یہ سب التزام مالایلزم اور سبب ریاء و فخار
ہے جیسا کہ ظاہر ہے چوتھے عورتوں کا ضرور جمع ہونا جو ان سارے فسادوں کی جڑ ہے
جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوتا ہے۔ اگر بمصلحت بدن کی صفائی اور نرمی
کے بٹنہ ملنے کی ضرورت ہو اسکا مضایقہ نہیں مگر معمولی طور سے بلا قید کسی رسم کے

لی دولہن فراغت ہوئی اُس کا اسقدر طومار کیوں باندھا جائے (۳) جب حجام خط
لیکر دولھا کے گھر گیا تو وہاں برادری کی عورتیں جمع ہوکر دو خوان شکرانہ کے بناتی ہیں
جس میں ایک نائی کا دوسرا ڈومنیوں کا ہوتا ہے نائی کا خوان باہر بھیجا جاتا ہے۔
اور ساری برادری کے مرد جمع ہوکر نائی کو شکرانہ کھلاتے ہیں یعنی اُس کھاتے کا منہ
تکا کرتے ہیں اور ڈومنیاں دروازے میں بیٹھکر گالیاں گاتی ہیں اس میں بھی
خوان بنانا اسی التزام مالایلزم میں داخل اور خلاف شرع ہے دوسری خرابی اس میں
یہ ہے کہ ڈومنیوں کو اُن کے گانے کی اجرت دینا حرام لکھا ہے پھر گانا بھی گالیاں
جو خود موجب گناہ ہیں اور حدیث شریف میں اس کو علامات نفاق سے فرمایا ہے
یہ تیسرا گناہ ہوا جس میں سب سننے والے شریک ہیں کیونکہ جو شخص گناہ کے مجمع میں شریک
ہیں وہ بھی گنہگار ہوتا ہے چوتھے مردوں کے اجتماع کا ضروری سمجھنا جو کہ التزام
مالایلزم میں داخل ہے معلوم نہیں نائی کے شکرانہ کھلانے میں اتنے بزرگوں کو کیا
مدد کرنی پڑتی ہے پس کچھ بھی نہیں۔ بقول شخصے۔ اوپر سے یونہی ہوتی آئی ہے
(۴) نائی شکرانہ کھاکر مطابق ہدایت اپنے آقا کے ایک یا دو روپے خوان میں ڈالدیتا
ہے اور یہ روپے دو لہا کے حجام اور ڈومنیوں میں نصفا نصف تقسیم ہوتا ہے
اور دوسرا خوان شکرانہ کا بجنسہٖ ڈومنیاں اپنے گھر لیجاتی ہیں پھر برادری کی
عورتوں کے لئے اور شکرانہ بناکر تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بھی وہی ریا و شہرت
و التزام مالایلزم موجود ہے اس لئے بالکل شرع کے خلاف (۵) صبح کو برادری
کے مرد جمع ہوکر خط کا جواب لکھتے ہیں اور ایک جوڑہ حجام کو نہایت عمدہ بیش قیمت
مع ایک رقم کثیر کے یعنی سو دو سو روپے کے دیتے ہیں وہی نسخہ جو اول ہوا تھا وہ
یہاں بھی ہوتا ہے کہ دکھلائے جاتے ہیں سو اور لئے جاتے ہیں ایک دو کپڑا اس پا
دو حرکت لایعنی کے علاوہ احیاناً اس رسم کو پوری کرنے کو سودی قرض کی ضرورت

پڑنا یہ جداگانہ گناہ ہے جس کا ذکر مفصل اوپر آچکا ہے (۶) اب نائی رخصت ہوکر
دولہن والوں کے گھر پہنچتا ہے وہاں برادری کی عورتیں پہلے سے جمع ہوتی ہیں
حجام اپنا جوڑہ گھر میں دکھلانے کے لئے دیتا ہے اور پھر ساری برادری میں گھر گھر
دکھایا جاتا ہے اس میں بھی وہی عورتوں کی جمعیت اور جوڑہ دکھلانے میں
ریاء نمود کی خرابی ظاہر ہے (۷) اس تاریخ سے دولہا کے بٹنہ ملا جاتا ہے اور
تاریخ معینہ شادی تک کنبہ کی عورتیں جمع ہوکر دلہا کے گھر بری کی تیاری اور
دولہن کے گھر جہیز کی کرتی ہیں اور اس درمیان میں جو مہمان فریقین کے گھر آتے
ہیں ان کے آنے کا کرایہ دیا جاتا ہے اس میں وہی عورتوں کی جمعیت اور
التزام مالایلزم تو ہے ہی اور کرایہ کا اپنے پاس سے دینا خواہ دل چاہے یا نہ
چاہے محض نمود و اظہار شان کیلئے یہ مزید براں ہے اسیطرح آنے والوں کا
یہ سمجھنا کہ یہ اُن کے ذمہ واجب ہے یہ ایک قسم کا جبر ہے ریاء و جبر دونوں کا
خلاف شرع ہونا ظاہر ہے اور اس سے بڑھکر قصہ بری و جہیز کا ہے۔ جو
شادی کے اعظم ارکان سمنے ہیں اور ہرچند کہ یہ دونوں امر یعنی بری یا ساچق
جو درحقیقت زوج یا اہل زوج کی طرف سے زوجہ یا اہل زوجہ کو ہدیہ ہے اور
جہیز جو درحقیقت اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے فی نفسہٖ امر مباح بلکہ مستحسن
تھے مگر جس طور سے اس کا رواج ہے اس میں طرح طرح کی خرابیاں ہوگئی ہیں
جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اب نہ ہدیہ مقصود رہا ہے نہ صلہ رحمی بلکہ محض ناموری
اور شہرت اور پابندی رسم کی نیت سے کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بری اور جہیز
دونوں کا اعلان ہوتا ہے۔ بری بھی بڑی دھوم دھام اور تکلف سے جاتی ہے
اور اس میں اشیا بھی معین ہیں۔ برتن بھی خاص طرح کے ضروری سمجھے جاتے
ہیں اس کا عام طور پر نظارہ بھی ہوتا ہے موقع بھی معین ہوتا ہے اگر ہدیہ مقصود

ہوتا تو کیفما اتفق[۵] جب میسر آتا اور جو میسر آتا بلا پابندی کسی رسم کے اور بلا اعلان کے محض محبت سے بھیجدیا جاتا ہے اسیطرح جہیز کا اسباب بھی معین ہے کہ فلاں فلاں چیز ضروری ہو اور تمام برادری اور بعض جگہ صرف اپنا کنبہ اور گھر والے اس کو دیکھیں اور دن بھی وہی خاص ہو اگر صلہ رحمی مقصود ہوتی۔ تو کیفما اتفق جو میسر آتا اور جب میسر آتا بطور سلوک کے دیدیتے اسیطرح ہدیہ اور صلہ رحمی کیلئے کوئی شخص قرض کا بار نہیں اٹھاتا لیکن ان دونوں رسموں کے پوری کرنے کو اکثر اوقات مقروض بھی ہوتے ہیں گو سود ہی دینا پڑے اور گو حویلی اور باغ ہی فروخت یا گرو ہو جاوے پس اس میں بھی التزام مالایلزم اور نمایش اور شہرت اور اسراف وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اس لئے یہ بھی بطریق متوارف فہرست ممنوعات میں داخل ہو گیا (۸) برات سے ایک دن قبل دولہا والوں کا حجام مہندی لیکر اور دولہن والوں کا حجام نوشہ کا جوڑہ لیکر اپنے اپنے مقام سے چلتے ہیں اور یہ منڈھے کا دن کہلاتا ہے دولہا کے یہاں اس تاریخ پر برادری کی عورتیں جمع ہو کر دولہن کا جوڑا تیار کرتی ہیں اور اُن کو سلائی میں کھیلیں اور بتاشے دیئے جاتے ہیں اور تمام کمینوں کو ایک ایک کام پر ایک ایک پروت دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی التزام مالایلزم ہے اور نیز عورتوں کی جمعیت جو کہ مبنے مفاسد بیشمار کا ہے ان تقریبات میں عورتیں چند موقعوں پر جمع ہوتی ہیں چنانچہ کچھ مواقع مذکور ہو چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں آئندہ مذکور ہونگے اس اجتماع میں جو جو خرابیاں ہیں اُن کا شمار نہیں ہو تمثیلاً بعض کا بیان ہوتا ہے۔ جب برادری میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ فلاں گھر فلاں تقریب ہے ہر ہر بی بی کو نئے جوڑہ قیمتی کی فکر ہوتی ہے کبھی خاوند سے فرمایش ہوتی ہے کبھی خود بزاز کو دروازہ پر بلا کر اس سے اودھا لیا جاتا ہے یا سودی قرض لیکر اُس سے خریدا جاتا ہے شوہر کو اگر وسعت نہیں ہوتی تب بھی اسکا عذر قبول نہیں

[۵] کیفما اتفق جس طرح بن پڑے ۱۲ منہ

ہوتا ظاہر ہے کہ یہ جوڑہ محض ریاء و تفاخر کے لئے بنتا ہے ایک گناہ تو یہ ہوا پھر اس غرض سے مال خرچ کرنا اسراف ہے یہ دوسرا گناہ ہوا خاوند پر اس کی وسعت سے زیادہ بلاضرورت فرمایش کرنا اس کو ایذا پہنچانا ہے یہ تیسرا گنہ ہوا بزاز کو بلاکر بلاضرورت اس نامحرم سے باتیں کرنا بلکہ اکثر تھان لینے دینے کیواسطے ہاتھ آدھا آدھا جس میں چھلے چوڑی مہندی سب ہی کچھ ہوتا ہے باہر نکال دینا کس قدر غیرت و عفت کے خلاف ہے یہ چوتھا گنہ ہوا پھر اگر سودی لیا تو سود دینا پڑا یہ پانچواں گناہ ہوا۔ اگر خاوند کی نیت ان بیجا فرمایشوں سے بگڑ گئی اور حرام آمدنی پر اس کی نظر پہنچی کسی کا حق تلف کیا رشوت لی اور یہ فرمایشیں پوری کی گئیں اور اکثر یہی ہوتا ہے۔ کہ حلال آمدنی سے یہ بیجا فرمایش پوری نہیں ہوتی۔ تو اس گنہ کا باعث یہ بی بی ہوئی اور گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے یہ چھٹا گناہ ہوا اکثر ایسے جوڑے کیلئے گوٹہ ٹھپہ مصالح بھی لیا جاتا ہے اور بوجہ بے علمی یا بے پروائی کے اس کی بیع میں اکثر سود لازم آجاتا ہے کیونکہ چاندی سونے کی خرید و فروخت کے مسایل بہت نازک ہیں چنانچہ رسالہ صفائی معاملات میں اسکے مسایل بھی بیان کئے ہیں۔ بہرحال یہ ساتواں گنہ ہوا۔ پھر غضب یہ ہے کہ ایک شادی کے لئے جو جوڑہ بنا وہ دوسری شادی کے لئے کافی نہیں اسکے لئے پھر دوسرا جوڑہ چاہئے ورنہ عورتیں نام رکھیں گی یہی گناہ پھر دوبارہ جمع ہونگے گناہ کا بار بار کرنا ایک قسم کا اصرار ہے جو خود مستقل گناہ ہے یہ آٹھواں گناہ ہوا یہ تو پوشاک کی تیاری تھی اب زیور کی فکر ہوئی اگر اپنے پاس نہیں ہوتا تو مانگا تانگا پہنا جاتا ہے اور اس کی عاریت ہونے کو پوشیدہ کیا جاتا ہے اور اس کو اپنی ہی ملکیت ظاہر کیا جاتا ہے یہ ایک قسم کا خداع و کذب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بتکلف اپنی آسودگی ظاہر کرے ایسی چیز سے جو اس کی نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے دو کپڑے جھوٹ اور فریب کے پہن لئے یعنی سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا یہ نواں گناہ ہوا پھر اکثر زیور

بھی ایسا پہنا جاتا ہے جس کی جھنکار دور تک جاوے تاکہ محفل میں جاتے ہی سب کی نگاہیں انہیں کے نظارہ میں مشغول ہو جائیں بجتا زیور پہننا خود ممنوع ہے حدیث میں ہے کہ ہر باجے کے ساتھ شیطان ہے یہ دسواں گناہ ہوا اب سواری کا وقت آیا نوکر کو ڈولی لانے کا حکم ہوا یا صاحب تقریب کے یہاں سے ڈولی آئی تو بی بی کو غسل کی فکر پڑی کچھ کھلی پانی کی تیاری میں دیر ہوئی کچھ نیت غسل کے باندھنے میں دیر ہوئی غرض اس دیر دیر میں نماز جاتی رہی تب کچھ پرواہ نہیں اور کوئی کام ضروری میں حرج ہو جاوے تب کچھ مضایقہ نہیں اور اکثر ان بھلے مانسوں کے غسل کے روز یہی مصیبت پیش آتی ہے اگر نماز قضا ہو گئی تو یہ گیارھواں گناہ ہوا اب کہار دروازہ پر پکار رہے ہیں بی بی اندر سے ان کو گالیاں اور کوسنے سنا رہی ہیں بلا وجہ کسی غریب کو دُر دُر پھٹ پھٹ کرنا یا گالی کوسنا دینا ظلم صریح ہے یہ بارھواں گناہ ہوا اب خدا خدا کر کے بی بی تیار ہوئیں کہاروں کو ہٹا کر سوار ہوئیں بعض عورتیں ایسی بے احتیاط ہوتی ہیں کہ ڈولی کے اندر سے پلہ لٹک رہا ہے یا کسی طرف سے پردہ ہی کھل رہا ہے یا عطر و پھلیل اسقدر بھرا ہے کہ رستہ میں خوشبو مہکتی جاتی ہے یہ نامحرموں کی روبرو اظہار زینت ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو عورت گھر سے عطر لگا کر نکلے یعنی اسطرح کہ دوسروں کو بھی خوشبو پہنچے تو وہ ایسی ایسی ہے یہ تیرہواں گناہ ہوا۔ اب منزل مقصود پر پہنچیں کہار ڈولی دروازہ میں رکھ الگ ہوئے اور یہ بیدھڑک اتر گھر میں داخل ہوئیں یہ احتمال ہی نہیں کہ شاید گھر میں کوئی نامحرم مرد پہلے سے ہو اور بارہا ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر نامحرم کا سامنا ہو جاتا ہے۔ مگر عورتوں کو تمیز ہی نہیں کہ اول گھر میں تحقیق کر لیا کریں شبہ قوی کے موقع پر تحقیق نہ کرنا یہ چودھواں گناہ ہوا اب گھر میں پہنچیں حاضرین کو سلام کیا خوب ہوا بعضوں نے تو زبان کو تکلیف ہی نہیں دی فقط ماتھے پر ہاتھ رکھدیا بس سلام ہو گیا جس کی ممانعت حدیث میں آئی ہے بعض نے لفظ سلام بھی کہا تو صرف سلام یہ بھی سنت کے خلاف ہے

السلام علیکم کہنا چاہیئے اب جواب ملاحظہ فرمایئے جیتی رہو ٹھنڈی رہو سہاگن رہو بھائی
جئے میاں جئے بچہ جئے غرض کنبہ بھر کی فہرست شمار کرنا آسان اور وعلیکم السلام جو سب کو
جامع ہے شکل یہ مخالفت سنت کی ہمیشہ ہمیشہ کی کرنا پندرھواں گناہ ہوا اب مجلس جمی
تو شغل اعظم یہ ہوا کہ غیبیں شروع ہوئیں جو حرام قطعی اور سخت ممنوع ہے یہ سولھواں
گناہ ہوا یا توں کے درمیان میں ہر ہر بی بی اس کوشش میں ہے کہ میری پوشاک اور
زیور پر سب کی نظر پڑجانا چاہیئے ہاتھ سے پاؤں سے زبان سے غرض تمام بدن سے
اُس کا اظہار ہوتا ہے جو صریح ریا ہے اور جس کا حرام ہونا سب کو معلوم ہے یہ سترھواں
گناہ ہوا اور جس طرح ہر بی بی دوسروں کو اپنا مایۂ افتخار دکھلاتی ہے اسیطرح دوسری کی
مجموعی حالت دیکھنے کی بھی کوشش کرتی ہے چنانچہ اگر کسی کو اپنے سے کم پایا۔ تو اُس کو
حقیر اور ذلیل سمجھا اور اپنے کو بڑا یہ صریح تکبر اور گناہ ہے یہ اٹھارھواں گناہ ہوا اور اگر
دوسری کو اپنے سے بڑھا ہوا دیکھا تو حسد اور ناشکری اور حرص اختیار کی یہ تینوں گناہ ہیں
یہ انیسواں بیسواں اکیسواں گناہ ہوا اکثر اس طوفان اور بیہودہ مشغولی میں نماز یں اڑجاتی ہیں
ورنہ وقت تو تنگ ضرور ہو جاتا ہے یہ بائیسواں گناہ ہوا پھر اکثر ایک دوسرے کو دیکھکر یا ایک
دوسرے سے سن کر ان رسوم خرافات کی تعلیم بھی پاتی ہیں اور اس تعلیم و تعلم کا سلسلہ بلا کسی
نصاب سبق کے اُس ملاقات ہی کی بدولت قائم ہے معاصی کی تعلیم و تعلم دو نو گناہ ہیں یہ
تیئیسواں گناہ ہوا یہ بھی ایک دستور ہے کہ ایسے موقع پر جو سقہ پانی لاتا ہے اس سے پردہ
کرنے کیلئے بند مکان میں عورتیں نہیں جاتیں بلکہ اس کو حکم ہوتا ہے کہ تو منہ پر نقاب
ڈالکر چلا آ اور کسی کو دیکھنا مت اب آگے اُس کا ایمان جانے چاہے وہ دیدہ نظر سے
مجمع کو دیکھ لے تو کسی کو کچھ غیرت نہیں ایسے منظر پر قصداً بیٹھنا کہ نامحرم دیکھ سکے حرام ہے
یہ چوبیسواں گناہ ہوا اب کھانے کے وقت جس قدر طوفان مچتا ہے کہ ایک ایک بی بی چار
چار طفیلیوں کو ہمراہ رکاب لاتی ہیں اور اُن کو خوب بھر بھر دیتی ہیں اور گھر والے کے ہاں بیا

آبرو جانے کی کچھ پرواہ نہیں کرتیں یہ پچیسواں گناہ ہوا اب بعد فراغ جب گھر جانے کو ہوتی ہیں کناروں کی آواز سنکر یاجوج ماجوج کی طرح وہ متوجہ ہوتا ہے کہ ایک پر دوسری اور دوسری پر تیسری غرض سب دروازہ میں جا لپٹی ہیں کہ پہلے میں سوار ہوں کہار بھی اکثر اوقات بیٹھنے نہیں پاتے اچھی طرح سامنا ہوتا ہے یہ چھبیسواں گناہ ہوا پھر کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے تو بلا دلیل کسی کو تہمت لگانا بلکہ بعض اوقات اس پر تشدد کرنا اکثر شادیوں میں پیش آتا ہے یہ ستائیسواں گناہ ہوا۔ پھر اکثر تقریب والے گھر کے مرد بے احتیاطی اور جلدی میں نکل دروازہ میں گھر کے روبرو آکھڑے ہوتے ہیں اور بہتوں پر نگاہ پڑتی ہے ان کو دیکھکر کسی نے منہ پھیر لیا کوئی کسی کی آڑ میں ہوگئی کسی نے ذرا سر نیچا کر لیا بس یہ پردہ ہو گیا اچھی خاصی روبرو بیٹھی رہتی ہیں یہ اٹھائیسواں گناہ ہوا پھر دولہا کی زیارت اور بارات کے تماشے کو دیکھنا فرض اور تبرک سمجھتی ہیں جسطرح عورت کو اپنا بدن غیر مرد کو دکھلانا جائز نہیں اسی طرح سے بلا ضرورت غیر مرد کو دیکھنا بھی بوجہ احتمال فتنہ کے ممنوع ہے یہ انتیسواں گناہ ہوا پھر واپسی دولت خانہ کے بعد کئی کئی روز تک آنے والی بیبیوں میں اور اہل تقریب کی کارروائیوں میں جو عیب نکالے جاتے ہیں اور کیسے کیسے ڈالے جاتے ہیں وہ تیسواں گناہ ہوا اور اسی طرح کی اور بہت سی خرابیاں اور گناہ کی باتیں اس مجمع مستورات میں جمع ہیں جو عاقل وبیدار کو مشاہدہ اور تامل سے بے تکلف معلوم ہو سکتے ہیں اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ام المفاسد یہ جمع ہونا ہے اس کا انسداد سب سے زیادہ ضرور ہے (۹) حجام آرندہ جوڑہ کو بروقت پہنچانے جوڑہ کے کچھ انعام دیتے ہیں اور پھر یہ جوڑہ نائن لے کر ساری برادری میں گھر گھر دکھلانے جاتی ہے اور اس رات کو برادری کی عورتیں جمع ہو کر کھانا کھاتی ہیں ظاہر ہے کہ جوڑہ دکھلانے کا منشا بجز ریا اور کچھ بھی نہیں اور عورتوں کے جمع ہونے کے برکات ابھی مذکور ہو چکے ہیں غرض اس موقع پر بھی معاصی کا خوب اجتماع ہے (۱۰) علی الصباح دولہا کو غسل دیکر شاہانہ جوڑہ پہناتے ہیں اور پرانہ جوڑہ مع جوتہ کے

حجام کو دیا جاتا ہے اور چوٹی سہرے کا حق کمینوں کو دیا جاتا ہے اکثر اس جوڑہ میں خلاف
شرع بھی لباس ہوتا ہے اور سہرہ چونکہ کفار کی رسم ہے اس لئے اس حق کا نام چوٹی
سہرے سے مقرر کرنا بیشک مذموم اور تائید رسم کفار کی ہے یہ بھی خلاف شرع ہوا (۱۱)
اب نوشہ کو گھر میں بلا کر چوکی پر کھڑا کر کے دھیانیاں سہرہ باندھکر اپنا حق لیتی ہیں اور کنبہ
کی عورتیں کچھ ٹکے نوشہ کے سر پر پھیر کر کمینان حاضرین کو دیدیتے ہیں نوشہ کے گھر میں
جانے کیوقت کوئی احتیاط نہیں رہتی بڑی بڑی گھری پردہ والیاں آرایش زیبایش
کئے ہوئے اسکے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو اس کی شرم کا وقت ہے
یہ کسی کو نہ دیکھیگا بھلا غضب ہی کی بات نہیں اول تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ نہ دیکھیگا
مختلف طبائع کے لڑکے ہوتے ہیں جن میں اکثر تو آجکل شریر بھی ہیں پھر اگر اس نے نہ
دیکھا تو تم کیوں اس کو دیکھ رہی ہو حدیث شریف میں ہے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ
دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھے غرض اس موقع پر دولہا اور عورتیں سب گناہ میں مبتلا
ہوتے ہیں پھر سہرہ باندھنا یہ دوسرا امر خلاف شرع ہوا کیونکہ یہ رسم کفار کی ہے
حدیث میں ہے کہ جو تشبہ کرے کسی قوم کے ساتھ وہ اُن ہی میں سے ہے پھر لڑ جھگڑ
کر اپنا حق لینا اول تو دیسے بھی کسی پر جبر کرنا حرام ہے اور بالخصوص ایک معصیت
کا ارتکاب کر کے اس پر کچھ لینا بالکل گندر در گند ہے اور نوشہ کے سر پر سے پیسوں کا
اتارنا یہ بھی ایک ٹوٹکہ ہے جس کی نسبت حدیث میں ہے کہ ٹوٹکہ شرک ہے غرض یہ بھی
سرتاسر خلاف شرع امور کا مجموعہ ہے (۱۲) اب برات روانہ ہوجاتی ہے یہ برات بھی
شادی کا رکن اعظم سمجھا جاتا ہے اور اس کے لیے کبھی دولہا والے کبھی دولہن والے
بڑے بڑے اصرار اور تکرار کرتے ہیں غرض اصلی اس سے محض ناموری و تفاخر ہے اور
کچھ نہیں عجب نہیں کہ کسی وقت میں جبکہ راستوں میں امن نہ تھا اکثر راہزنوں اور
قزاقوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا بمصلحت حفاظت دولہا دولہن و اسباب زیور وغیرہ

کے برات لیجانے کی رسم ایجاد ہوئی اور اسی وجہ سے گھر پیچھے ایک آدمی برات میں ضرور
جاتا تھا مگر اب تو نہ وہ ضرورت باقی رہی اور نہ کوئی مصلحت صرف افتخار و اشتہار رہگیا
ہے پھر اکثر اس میں ایسا بھی کرتے ہیں کہ بلائے پچاس ورجا پہنچے سو۔ اول تو بے
بلائے اسطرح کسی کے گھر جانا حرام ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص دعوت میں بے
بلائے جاوے وہ گیا تو چور ہوکر اور وہاں سے نکلا لٹیرا ہوکر یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے
جیسے چوری اور لوٹ مار کا پھر دوسرے شخص کی اس میں بے آبروئی بھی ہوجاتی ہے
کسی کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہوا پھر ان امور کی وجہ سے اکثر جانبین میں ایسی ضدا
ضدی اور بے لطفی ہوتی ہے۔ کہ عمر بھر اس کا اثر قلوب میں باقی رہتا ہے چونکہ نا اتفاقی
حرام ہے اسلئے اسکے اسباب بھی حرام ہونگے اسلئے یہ فضول رسوم ہرگز ہرگز جایز نہیں راہ
میں جو گاڑی بانوں پر جہالت سوار ہوتی ہے اور گاڑیوں کو بے سدھ بلا ضرورت
بھگانا شروع کرتے ہیں اس میں سینکڑوں خطرناک واردات ہوجاتے ہیں ظاہر ہے
کہ ایسے مہلکہ اور خطرہ میں پڑنا بلا ضرورت کسیطرح جایز نہیں اور کوئی شخص گھوڑ دوڑ
کا شبہ نہ کرے کہ اگر اسمیں قمار نہ ہو تو وہ اس وقت تو جایز ہے حالانکہ اس میں بھی خطرہ
ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اول تو گھوڑ دوڑ میں جس قدر سوار ہیں سب ماہر ہیں اس سے
یہ احتمال کم ہے اور یہاں بہلیوں کے سوار سب اناڑی یہاں احتمال ضرر کا غالب ہے،
دوسرے وہاں ضرورت تعلیم و مشق فن کی ہے یہاں بجز مفاخرت کے اور کیا ضرورت
ہے (۱۳) دولہا اس شہر کے کسی مشہور متبرک مزار پر جاکر کچھ نقد چڑھا کر شامل برات ہو
جاتا ہے اس میں جو عقیدہ جاہلوں کا ہے وہ یقینی شرک تک پہنچا ہوا ہے اگر کوئی فہیم
اس بدعقیدہ سے پاک بھی ہو تب بھی اس رسم سے چونکہ ان فاسد الاعتقاد لوگوں کے
عمل کی تائید و ترویج ہوتی ہے اس لئے سب کو بچنا چاہیئے (۱۴) حجام آرندہ مہندی
کو بروقت پہنچانے مہندی کے وہ مقدار انعام دیتا ہے کہ جس مقدار انعام پر دولہا

اس مقدار خرچ کا اندازہ کر لیتا ہے جو اس کو فرد کمینان میں دینا پڑتا ہے یعنی یہ فرد
اس انعام سے آٹھ حصہ زیادہ ہوتی ہے یہ بھی زبردستی کا ٹیکس ہے کہ پہلے سے نوٹس دیا
جاتا ہے کہ ہم تم سے اتنا روپیہ دلوا دینگے چونکہ اسطرح جبراً دلوانا حرام ہے اسلئے اسکی
تمہید اور اطلاع کے لئے ایک اطلاع مقرر کرنا بھی اسی کے حکم میں ہے کیونکہ معصیت
کا عزم بھی معصیت ہے (۱۵) کچھ مہندی دولہن کے لگائی جاتی ہے اور باقی تقسیم
ہو جاتی ہے یہ دونوں امر بھی خواہ مخواہ التزام مالا یلزم ہیں اسطرح کہ اسکے خلاف کو
عیب سمجھتے ہیں پس صریح تعدی حدود شرعیہ ہے (۱۶) برات آنے کے دن دولہن
کے گھر عورتیں جمع ہوتی ہیں اس مجمع کے ظلمات و نحوستیں اوپر عرض کر چکا ہوں (۱۷)
اور ہر کام پر پروت تقسیم ہو جاتے ہیں مثلاً نائی نے دیگ کے لئے چولھا کھود کر پروت
مانگا تو اس کا ایک خوان میں اناج اور اس پر گڑ کی ایک بھیلی رکھکر دیا جاتا ہے اسیطرح
ہر ہر خفیف کام پر بھی جرمانہ ہوتا ہے خدمتگذاروں کو دینا بہت اچھی بات ہے مگر
اس ڈھونگ کی کون ضرورت ہے اسکا جو حق الخدمت سمجھا جاوے اسکو ایک دفعہ
دیدیا جاوے اس کی بنا بھی وہی تشہیر ہے پس علاوہ اسکے اسکو اجرت خدمت تو کہہ
نہیں سکتے کیونکہ اجرت کے لئے شرعاً تعین مقدار ضروری ہے اور یہاں ہرگز ایسا
تعین نہیں ہے کہ پاؤ سیر کا بھی فرق نہونے پاوے پس لابد انعام و احسان ہوگا اس
میں اس طرح زبردستی لینا حرام ہے اور جس چیز کا لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے اور
اگر اس کو اجرت کہا جاوے تو بوجہ مجہول ہونیکے اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسدہ حرام
ہے (۱۸) برات پہنچنے پر گاڑیوں کو گھاس دانہ اور رانگے کی گاڑیوں کو گھی اور گڑ بھی
دیا جاتا ہے اس موقع پر اکثر گاڑیبان ایسا طوفان برپا کرتے ہیں کہ گھر والا بے آبرو
ہو جاتا ہے اور باعث اسکے وہی برات لانیوالے ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ امر مذموم کا
سبب بننا بھی امر مذموم ہے (۱۹) برات ایک جگہ قیام کرتی ہے طرفین کی برادری

کے سامنے بری کھولی جاتی ہے اب وقت آیا ہے اس معصیت ریا وافتخار کے ظہور کا جو اصل مقصود تھا اور اسی سبب سے یہ رسم ممنوع ہے (۲۰) جس میں بعض اشیاء تو بہت ضروری ہیں شاہانہ جوڑہ انگوٹھی پاؤں کا زیور سہاگ پوڑہ عطر و تیل مسی سرداتی کنگھی پان کھیل اور باقی غیر ضروری جس قدر جوڑے بری میں ہوتے ہیں اتنی ہی ٹکیاں ہوتی ہیں ان سب مہملات کا التزام مالایلزم ہونا ظاہر ہے جسکا خلاف شرع ہونا بار ہا مرقوم ہو چکا ہے اور ریا و نمود تو سب رسموں کی جان ہے اس کو تو کہنے کی حاجت ہی کیا (۲۱) اس بری کو لیجانے کیواسطے دولہن کی طرف سے کمین خوان لیکر آتے ہیں اور ایک ایک آدمی ایک ایک چیز سر پر لیجاتے ہیں دیکھئے اس ریا کا اور اچھی طرح ظہور ہوا گو وہ ایک ہی آدمی کے لیجانے کا بوجھ ہو مگر لیجا دے اس کو ایک قافلہ تاکہ سلسلہ دراز معلوم ہو۔ کھلا اسکا تفاخر ہے (۲۲) تمام مرد کنبہ کے بری کیساتھ جاتے ہیں۔ اور بری زنانہ مکان میں پہنچا دیجاتی ہے اس موقع پر اکثر بڑی احتیاطی ہوتی ہے کہ مرد بھی گھر میں چلے جاتے ہیں اور مستورات کا بالکل بے حجابانہ سامنا ہوتا ہے نہیں معلوم کہ اس وقت تمام گناہ اور بے غیرتی کی باتیں کسطرح حلال اور عین تہذیب ہو جاتی ہیں (۲۳) اس بری میں شاہانہ جوڑہ اور بعض چیزیں رکھکر باقی سب چیزیں واپس ہو جاتی ہیں جس کو دولہا والا بجنسہ صندوق میں رکھ لیتا ہے جب واپس لینا تھا تو خواہ مخواہ بھیجنے کی کیوں تکلیف کی پس وہی نمود و شہرت پھر جب واپس نا یقینی ہے تب تو عقلا کے نزدیک کوئی شان کی بات بھی نہیں ممکن ہے کہ کسی کے مانگ لایا ہو پھر گھر آکر واپس کر دے گا اور اکثر ایسا واقعہ بھی ہوتا ہے غرض تمام مغویات شرع کے بھی خلاف اور عقل کے بھی خلاف پھر لوگ ان پر غش ہیں (۲۴) بری کے خوان میں دولہن والوں کی طرف سے ایک یا سوا روپیہ ڈالا جاتا ہے جس کو بری کی چنگیر کہتے ہیں اور وہ دولہا کے نائی کا حق ہوتا ہے اسکے بعد ڈومنی ایک ڈوری لیکر دولہا

کے پاس جاتی ہے اور خفیف انعام دو آنے یا چار آنے دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی التزام مالا یلزم اور جبر فی التبرع[1] سرتاسر ہے اور معلوم نہیں کہ ڈومنی صاحبہ کا کیا استحقاق ہے اور یہ ڈوری کیا واہیات ہے (۲۵) برات والے نکاح کیواسطے بلائے جاتے ہیں۔ خیر غنیمت ہے خطا معاف ہوئی ان خرافات میں اکثر اس قدر دیر لگتی ہے کہ اکثر تو تمام شب اسی کی نذر ہو جاتی ہے پھر بدخوابی سے کوئی بیمار ہو گیا۔ کسی کو سوء ہضم ہو گیا کوئی غلبہ خواب سے ایسا سویا کہ صبح کی نماز نذر ہو گئی ایک رونا ہو تو رویا جاوے۔ یہاں تو سر سے پاؤں تک نور ہی نور بھرا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماویں (۲۶) سب سے پہلے سقہ پانی لیکر آتا ہے اس کو سوا روپیہ بیر گھڑی کے نام سے دیا جاتا ہے۔ گو دل نہ چاہے مگر زکوٰۃ سے بڑھکر فرض ہے۔ کہ ضرور دو غضب ہے کہ اول تو تبرعات میں جبر جو محض حرام ہے اور جبر کے یہی معنے نہیں کہ لاٹھی ڈنڈا مار کر کسی سے کچھ لے لیا جاوے بلکہ یہ بھی جبر ہے کہ اگر نہ دینگے تو بدنام ہوں گے پھر لینے والے خود مانگ مانگ کر جھگڑ جھگڑ کے لیتے ہیں اور وہ بیچارہ اپنے ننگ و ناموس کے لئے دیتا ہے۔ یہ سب جبر حرام ہے پھر یہ بیر گھڑی تو ہندوانہ لغت ہے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے یہ رسم سیکھی ہے یہ رسم دوسری ظلمت ہوئی (۲۷) اس کے بعد ڈوم شربت گھولنے کیواسطے آتا ہے جس کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے اور شکر شربت کی دولہن والوں کے یہاں سے آتی ہے یہاں بھی وہی جبر تبرعات موجود ہے پھر یہ ڈوم صاحب کس مصرف کے ہیں ٹھیک شربت گھولنے کے لئے بہت ہی موزوں ہیں کیونکہ آلات نشاط بجاتے بجاتے ہاتھ میں مادہ سرور کا پیدا ہو گیا ہوگا تو شربت میں ملجاتے سے پینے والوں کو سرور زیادہ ہوگا (۲۸) قاضی صاحب کو بلا کر نکاح پڑھواتے ہیں

---

[1] جبر فی التبرع احسان میں زبردستی کرنا ۱۲ منہ

پس یہ ایک امر ہے جو تمام غیر مشروعات میں ایک مشروع ہے مگر اس میں بھی
دیکھا جاتا ہے کہ اکثر جگہ حضرات قاضی صاحبان مسائل نکاح و متعلقات اس کے
سے محض ناواقف ہوتے ہیں کہ بعض مواقع پر یقیناً نکاح بھی درست نہیں ہوتا
تمام عمر بدکاری ہوا کرتی ہے اور بعض ایسے طماع کہ روپیہ سوا روپیہ کے لالچ میں
آکر جسطرح سے فرمایش کی جاوے کر گذرتے ہیں خواہ نکاح ہو یا نہ ہو اس میں
بہت اہتمام چاہیئے کہ نکاح پڑھنے والا خود عالم ہو یا کسی عالم سے خوب تحقیق کر کے
نکاح پڑھے (۲۹) اور ان کو کچھ دیکر رخصت کرتے ہیں اکثر جگہ دیکھا جاتا ہے۔
کہ یہ لوگ اس کو اپنا حق واجب الادا سمجھتے ہیں حتی کہ اگر کوئی نہ دے یا معین مقدار
سے کم دے تو اس سے تکرار کرتے ہیں تقاضہ کرتے ہیں بڑی تہذیب کو کام فرمایا
تو زبان سے نہ بولیں گے مگر دل میں ضرور ناخوش ہوتے ہیں تو ایسے لینے کی
نسبت رفاہ المسلمین شرح مسایل اربعین میں خزانۃ الروایات سے حرام ہونا
نقل کیا ہے اور اس سے بڑھکر ایک یہ رواج ہو رہا ہے کہ اکثر جگہ قاضی لوگ اپنا
نائب بھیجدیتے ہیں اور ان کو جو کچھ ملتا ہے اس میں زیادہ حصہ قاضی کا اور
تھوڑا سا اس نائب کا ہوتا ہے یہ استحقاق قاضی کا محض بلا دلیل ہے اور اس
پر کد اور مطالبہ کرنا بالکل ناجایز یہ امر قابل یاد رکھنے اور لحاظ کرنے کے ہے کہ البتہ
خوشی سے اگر صاحب تقریب کچھ دیدے لے لینا جایز ہے اور جس کو دیا ہے اسی
کی ملک ہے مثلاً اگر نائب کو خوشی سے دیا تو تمام تر اس کی ملک ہے منیب صاحب اس
سے اس وجہ سے لیتے ہیں کہ ہم نے تمکو مقرر کیا ہے سو محض اس وجہ سے لینا رشوت
اور حرام ہے۔ راشی و مرتشی یعنی نائب اور منیب دونو عاصی ہوتے ہیں (۳۰) اس
کے بعد اگر دولہا والے چھوہارے لیگئے ہوں تو وہ لٹا دیتے ہیں یا تقسیم کر
دیتے ہیں ورنہ وہی شربت خواہ گرمی ہو یا سردی علاوہ التزام مالا یلزم کے جو کہ

شریعت میں ہے کسی کو بیمار ڈالنے کا سامان کرنا جیساکہ بعض فصلوں میں شب بت
چینے سے واقع ہوتا ہے کہاں جایز ہے (۴۱) اب دولہن کی طرف کا نائی ہاتھ
دھلاتا ہے اس کو سوا روپیہ دُھلائی ہاتھ دیا جاتا ہے یہ انعام فی نفسہ ایک تبرع
واحسان ہے مگر اُس کو دینے والے اور لینے والے حق واجب اور نیگ سمجھتے ہیں
اس طرح سے دینا لینا حرام ہے کیونکہ تبرع میں جبر حرام ہے جیساکہ اوپر گذر چکا اور
اور اگر حق الخدمت کہا جاوے تو دولھن والوں کا خادم ہے اُن کے ذمہ ہونا
چاہئے۔ دولہا والوں سے کیا واسطہ ہے یہ تو مہمان ہیں علاوہ خلاف شرع
ہونیکے خلاف تہذیب بھی کس قدر ہے کہ مہمانوں سے فیس اور اُجرت نوکروں
کی وصول کی جاوے (۴۲) اور دولہا کے لئے گھر میں سے شکرانہ بنکر آتا ہے
جو خالی رکابیوں میں سب براتیوں کو تقسیم کیا جاتا ہے اس میں التزام مالایلزم
سے عقیدہ کا بھی فساد ہے یعنی اگر یہ شکرانہ بنایا نہ جاوے تو باعث نامبارکی
سمجھتے ہیں بلکہ اکثر رسوم میں یہی عقیدہ ہے یہ خود شعبہ شرک کا ہے حدیث
میں ہے کہ تیرہ یعنی بدشگونی اور نامبارکی کی کچھ اصل نہیں شریعت جس کو بے اصل
بتلاوے اور لوگ اس پر پل بنا کر کھڑا کریں بتلائیے شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں
(۴۳) اس کے بعد سب براتی کھا کر چلے جاتے ہیں لڑکی والے کے گھر سے نوشہ
کے لئے پلنگ سجا کر بھیجا جاتا ہے اور کیسے اچھے وقت بھیجا جاتا ہے جب تمام شب
زمین پر پڑے پڑے ہڈیاں چور ہو چکیں اب مرہم آیا ہے واقعی حقدار تو ابھی ہوا
ہے اس سے پہلے تو اجنبی شخص تھا بھلے مانسو اگر داماد نہ تھا تو بیچارہ بلایا ہوا
مہمان تو تھا آخر مہمان کے مدارات کا بھی حکم شرع میں اور عقل میں ہے یا نہیں
اور دوسرے براتی اب بھی فضول ہی رہے اُن کی اب بھی کسی نے بات نہیں پوچھی
صاحبو وہ بھی تو مہمان ہیں (۴۴) حجام آرندہ پلنگ کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے۔

پس معلوم ہوا یہ چارپائی اس علت کے لئے آئی تھی استغفر اللہ اس میں بھی ہی
جب نے الشرع ظاہر ہے (۳۵) پچھلی شب کو ایک خوان میں شکرانہ بھیجا جاتا ہے جس
کو برات کے سب لڑکے ملکر کھاتے ہیں چاہیے ان کمبختی ماروں کو تدخل ہی ہو جاوے
مگر شادی والوں کو اپنی رسمیں پوری کرنے سے کام پہلے جہاں شکرانہ بنانے کا
ذکر آیا ہے وہاں بدلیل بیان ہو چکا ہے کہ یہ بھی خلاف شرع ہے (۳۶) حجام
آرندہ خوان کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے کیوں نہ دیا جاوے ان حجام صاحب کے
بزرگوں نے اس بچارے براتی کے باپ دادا کو قرض روپیہ چلایا تھا یہ بچارہ اُس
کو ادا کر رہا ہے ورنہ اُس کے باپ دادا جنت میں جانے سے اٹکے رہیں گے لاحول
ولا قوۃ الا باللہ (۳۷) صبح کو برات کے بھنگی دولہن والوں کے گھر دف بجاتے
ہیں یہ دف برات کی ساتھ آئے تھے اور دف فی نفسہ جایز بھی تھے مگر شریعت نے
اس میں یہ مصلحت رکھی ہے کہ اس سے اعلان نکاح کا ہو جاوے جو مطلوب ہے
لیکن اب یقینی بات ہے کہ اظہار شان وشوکت وتفاخر کے لیے بجایا جاتا ہے
اور قاعدہ ہے کہ جو مباح ذریعہ معصیت بن جاوے وہ بھی معصیت ہو جاتا ہے
اس لیئے یہ دف بھی موقوف کرنے کے قابل ہیں اعلان کے ہزاروں طریقے ہیں اور اب
تو ہر کام مجمع میں ہوتا ہے پہلے سے ذکر مذکور ہوا کرتا ہے بعد میں مدتوں تذکرہ رہتا
ہے بس یہ اعلان کافی ہے اور اگر دف کے ساتھ شہنائی بھی ہو تو کسی حال میں
جایز نہیں عربی میں اس کو براع کہتے ہیں حدیث میں اس کا مذموم ومکروہ ہونا آیا ہے
(۳۸) اور دولھن والوں کی طرف کا بھنگی برات کے گھوڑوں کی لید اٹھاتا ہے اور
دونوں طرف کے بھنگیوں کو برابر نیگ لید اٹھائی اور صفائی کا ملتا ہے بھلا اس
ٹھیٹرہ بدلائی سے کیا فایدہ دونوں کو جب برابر ملتا ہے تو اپنے اپنے کمینوں کو
دیدیا ہوتا خواہ مخواہ دوسرے سے دلا کر تبرعات میں جبر لازم کرایا جس کا ناجایز ہوا دیر

گذر چکا (۳۹) دولہن والوں کی ڈومنی دولہا کو پان کھلانے کے واسطے اپنا پروت
موافق دستور کے لیکر جاتی ہے اور اُس کو کچھ انعام ملتا ہے بیچارے کو آج ہی لوٹ
لو کچھ بچا کر لیجانے نہ پاوے بلکہ اور قرض کر جاوے اسی جبر فی التبرع کو یاد کر لو (۴۰) پھر
اُس کے بعد نائن دُلہن کا سر کر کے کنگھی کو ایک کٹورہ میں رکھکر لیجاتی ہے اور اُس کو
سر بندھائی اور پوڑے پسائی کے نام سے کچھ دیا جاتا ہے کیوں نہ دیا جاوے
یہ بیچارہ سب کا مقروض بھی ہے یہاں بھی اُسی جبر کو یاد کر لو (۴۱) اسکے بعد خود انعام
کمینان دولہن والوں کی طرف سے تیار ہو کر دولہا والوں کو دیجاتی ہے وہ خواہ اسکو
تقسیم کر دے یا یکمشت روپیہ دُلہن والوں کو دیدے اس میں بھی وہی تبرع میں جبر لازم
آتا ہے جس کا حرام ہونا کئی بار مذکور ہو چکا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب لوگ
ایسے ہی موقع کی توقع سے عمر بھر خدمت کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ جس کی خدمت کی
ہے اُس سے حق الخدمت لینا چاہیئے یہ کیا لغو حرکت ہے کہ خدمت کریں زید کی اور
حق الخدمت ادا کرے عمرو (۴۲) نوشہ گھر میں بلایا جاتا ہے اور اُس وقت پوری بے
پردگی ہوتی ہے اور بعض باتیں بیحیائی کی اُس سے پوچھی جاتی ہیں جسکا گناہ اور
بے غیرتی ہونا محتاج بیان نہیں (۴۳) اگر بہت غیرت کو کام فرمایا گیا تو اس کا
رومال گھر میں منگایا جاتا ہے اور اُس وقت سلامی کا روپیہ جمع کر کے جو بطور نوتہ
کے ہوتا ہے دولہا کو دیئے جاتے ہیں اور شادیوں میں کئی موقعوں پر نوتہ جمع ہوتا
ہے۔ جس کی اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے زمانہ میں کسی غریب آدمی کو کوئی تقریب
پیش آئی۔ اُس کے عزیزوں نے بطور امداد کے کچھ جمع کر کے دیدیا چونکہ اُس وقت ان
امور میں اس قدر طول نہ تھا تھوڑے سے سرمایہ میں سب ضروری کام انجام پاگئے نہ اُس
کو بار ہوا کہ مفت رقم ہاتھ آگئی نہ دینے والوں پر گراں ہوا کسی کا زیادہ خرچ نہیں ہوا اگر
بطور تبرع و احسان کے دیتے ہوں گے تو اس کا عوض نہ چاہتے ہوں گے گو دوسرا

شخص بقاعدہ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے اُس کی ضرورت کے وقت اُس کی
اعانت کر دیتا ہو بشرط گنجایش وبلالحاظ کمی وبیشی کے اور اگر بطور قرض کے ہوتا ہوگا تو
اُس کو یہ قرض بتدریج ادا کر دینا آسان ہوتا تھا واقعی اُس وقت یہ مصلحت نہایت
مفید تھی اور اب تو اس میں کوئی بھی مصلحت نہیں رہی جس قدر صرف ہوتا ہے اُس کا
کوئی جزو معتد بہ نوتہ میں جمع نہیں ہوتا پھر ناحق مقروض بننے سے کیا نفع پھر اکثر ایسے
تکرار اور رنج بھی ہوتا ہے غرض بے ضرورت مقروض ہونا بھی منع ہے رنج وتکرار کا
کام کرنا بھی منع ہے پھر گنجایش کے وقت ادا نہیں کر سکتے جب دوسرے شخص کے یہاں
کوئی تقریب ہوتی ہی ادا کرنا ممکن ہے اگر اُس وقت پاس ہو تو بعض اوقات سودی
قرض لیکر دینا پڑتا ہے یہ بھی گناہ ہی ہے جس دستور میں اتنے گناہ ہوں بے شک
واجب الترک ہے (۴۴) اس میں ڈومنی اور نائن کا نیگ بقدر آٹھ آنے نکالا
جاتا ہے اللہ میاں کی زکواۃ کا چالیسواں حصہ اتنا فرض نہیں سمجھتے کھیت کا بسواں
حصہ واجب نہیں جانتے مگر ان کا حصہ نکالنا مناسب فرایض سے بڑھکر فرض یہ التزام
مالا یلزم کس قدر لغو امر ہے پھر یہ کہ نائن تو خدمتی بھی ہے بھلا یہ ڈومنی کس مصرف
کی ہے جو ہر جگہ اُس کا سانجھا اور حق رکھا ہوا ہے بقول شخصے بیاہ میں بیج کا لیکھا
شاید گانے بجانے کا حق الخدمت سمجھا جاوے تو اس خدمت کی کیفیت سن لینا
چاہیے اکثر لوگ یہ سنکر کہ شادی میں گیت درست ہے بیدھڑک ڈومنیاں گوانے ہیں اور یہ
نہیں دیکھتے کہ درست کسطرح تھا اور اب رواج کسطرح پر ہے اس کی تو مثال ایسی ہے
کہ کوئی کسی کی روٹی غصب کر کے لاوے اور مفتی سے پوچھے کہ روٹی حرام ہے یا
حلال اور اُس سے حلال سنکر خوب غصب کیا کرے ظاہر ہے کہ ایسے فتوے سے کام
نہیں چلسکتا اس کو یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ میرے پاس غصب کی روٹی ہے۔
وہ حلال ہے یا حرام پھر دیکھو اس کا کیا جواب ملتا ہے غرض یہ کہ گیت ڈومنیوں کا

جس طرح رائج ہے اُس کو دیکھنا چاہیئے کہ اس میں کچھ خرابی ہے یا نہیں تو اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ ڈومنیاں لے اور گت سے گاتی ہیں یا نہیں بیشک گت سے گاتی ہیں تو ذرا کسی عالم سے پوچھو تو سہی کہ یہ غنا امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں حرام ہے یا نہیں اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ عید کے روز پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی دو لڑکیوں نے گایا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ نابالغ لڑکیاں تھیں دوسرے وہ اُتار چڑھاؤ سے نہ گاتی تھیں۔ چنانچہ حدیث میں لفظ جارتین و لیستا بمغنیان اس معنے کی دلیل ہے اور یہ بتلاؤ کہ اُن کی آواز اجنبی مردوں کے کانوں میں پہنچتی ہے یا نہیں اور محرم عورت کی آواز کسی غیر مرد کے کانوں میں جانا اور اسطرح سے کہ سننے سے خرابی پیدا ہو حرام ہے یا نہیں پھر اس راگ میں یہ بھی خاصیت ہے کہ جو صفات قلب میں غالب ہوتے ہیں اُن کو اور زور ہو جاتا ہے تو بتلاؤ کہ ہم لوگوں کے قلب میں صفاتِ خبیثہ کا غلبہ ہے یا نہیں اور صفاتِ خبیثہ کا قوت دینا حرام ہے یا نہیں پھر یہ کہ آدھی آدھی بلکہ تمام رات دایرہ اور کہیں کہیں ڈھولک بھی پٹتا ہے جس سے پاس والوں کی عموماً اور حاضرینِ مجلس کی خصوصاً نیند ضائع ہوتی ہے اور صبح ہوتے سب مردہ کی طرح پڑ پڑ کر سوتے ہیں پس صبح کی نمازیں اُن کی قضا ہوتی ہیں یا نہیں اور نماز کا قضا کرنا اور جس شغل کی وجہ سے نماز قضا ہو وہ شغل حرام ہے یا نہیں اور کہیں کہیں مضامین گیت کے خلاف شرع بھی ہوتے ہیں پس اُن کے گانے اور سننے سے سب کو گناہ ہوتا ہے یا نہیں اب بتلاؤ کہ اسطرح کا گیت گانا اور گوانا حرام ہے یا نہیں پھر جب وہ حرام ہوا تو اُس کی اجرت دینا دلانا کسطرح جایز ہوگا اور اجرت بھی کسطرح کہ گھر والا تو اس لئے دیتا ہے کہ اُس نے بلایا اُس کے یہاں تقریب ہے بھلا اور آنے والوں کی کیا کمبختی ہے کہ اُن سے بھی جبراً وصول کیا جاتا ہے اور جو نہ دے اُس کی تذلیل و تحقیر اور طعن و تشنیع کی جاتی ہے وہی جبر تبرعات کا قصہ یاد کر لیا جاوے

پس ایسے گانے کو اور ایسے حق کو کیونکر حرام نہ کہا جاوے (۴۵) بعد فراغت کھانے کے جہیز کی تمام چیزیں مجمع عام میں لائی جاتی ہیں اور ایک ایک چیز سب کو دکھلائی جاتی ہے اور زیور کی فہرست سب کو پڑھکر سنائی جاتی ہے فرمایئے کہ پوری ریا ہے یا نہیں علاوہ اس کے زنانے کپڑوں کا مردوں کو دکھلانا کس قدر غیرت کے خلاف ہے (۴۶) اور سوا روپیہ نیگ کمینوں کا جہیز کے خوان میں ڈالا جاتا ہے وہی جبر فی التبرع کا مضمون یاد دلایا جاتا ہے (۴۷) اب لڑکی کے رخصت ہونے کا وقت آیا میانہ یا پالکی دروازہ میں رکھکر دلہن کے باپ بھائی وغیرہ اُس کے سر پر ہاتھ دھرنے کو گھر میں بلائے جاتے ہیں اور اُس وقت بھی اکثر مردوں عورتوں کا آمنا سامنا ہوجاتا ہے۔ جس کا مذموم ہونا ظاہر ہے (۴۸) اور لڑکی کو رخصت کرکے دولہ میں بٹھلاتے ہیں اور مقتضائے عقل کے خلاف سب میں رونا پیٹنا مچتا ہے ممکن ہے کہ بعض کو مفارقت کا قلق ہو مگر اکثر تو رسم ہی پورا کرنے کو روتی ہیں کہ کوئی یوں کہیگا کہ ان لوگوں پر لڑکی بھاری تھی۔ اُس کو دفع کرکے خوش ہوئے۔ اور یہ جھوٹا رونا ناحق کا فریب ہے۔ جو کہ عقلاً ونقلاً گناہ ہے۔

(۴۹) اور دلہن کے دوپٹے کے ایک پلہ میں کچھ نقد دوسرے میں ہلدی کی گرہ تیسرے میں جائیفل چوتھے میں چانول اور گھاس کی پتی باندھتے ہیں۔ یہ ایک شگون اور ٹوٹکہ ہے۔ جو علاوہ خلاف عقل ہونے کے شعبہ شرک کا ہے۔ (۵۰) اور ڈولہ میں مٹھائی کی چنگیر رکھدیتے ہیں جس کا مصرف آگے آتا ہے۔ اُس سے اس کا بیہودہ اور ممنوع ہونا معلوم ہوجاوے گا

(۵۱) اوّل ڈولہ دولہن کی طرف کے کہار اٹھاتے ہیں۔ اور دولہا والے اس پر سے بکھیر شروع کرتے ہیں اگر اس میں کوئی اثر شگونی بھی سمجھتے ہیں کہ اسکے سر پر سے آفات اتر گئیں تب تو فساد اعتقاد بھی ہے ورنہ نام ونمود وشہرت کی نیت

ہونا ظاہر ہے غرض ہر حال میں مذموم ہے پھر لینے والے اس بکھیر کے بھنگی
ہوتے ہیں جس سے تاویل صدقہ کی بھی نہیں چل سکتی ہے ورنہ غریبوں محتاجوں
کو دیتے بھنگی سب سے زیادہ دنیا میں فضول ہیں آنکو بلاؤں کا لینے والا سمجھ لیا ہے
اس لئے اُن کو اس کا مصرف قرار دیا پس یہ ایک طرح کا اسراف بھی ہے کہ مستحقین
کو چھوڑ کر غیر مستحقین کو دیا پھر اُس میں بعض کے چوٹ بھی لگجاتی ہے کسی کے تو بھیڑ کی وجہ
سے اور کسی کو خود پیسہ روپیہ لگ جاتا ہے یہ خرابی مزید براں ہے (۵۲) اس بکھیر
میں سے ایک مٹھی اُن کہاروں کو دیجاتی ہے بابت بکھیر کے اور وہ سب کمینوں کا
حق ہوتا ہے وہی جبر فی التبرع کا ناجائز ہونا یاد کر لیا جاوے (۵۳) جب بکھیر کرتے
ہوئے شہر کے باہر پہنچتے ہیں تو یہ کہار ڈولہ کسی باغ میں رکھکر اپنا نیگ عہ لیکر چلے
جاتے ہیں وہی جبر تبرع یہاں بھی ہے (۵۴) اور دُلہن کے عزیز و اقارب جو اُس
وقت تک ڈولہ کے ساتھ ہوتے ہیں رخصت کر کے چلے جاتے ہیں اور وہاں
پر وہ چنگیر مٹھائی کی نکال کر براتیوں میں بھاگ دوڑ چھینا جھپٹی شروع ہوتی ہے
اس میں علاوہ التزام مالایلزم کے اکثر یہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ اجنبی مرد ڈولہ میں
اندھا دھند ہاتھ ڈالکر وہ چنگیر لے لیتے ہیں اس کی پروا نہیں ہوتی کہ پردہ کھلجاویگا
نائن یا دُلہن کو ہاتھ لگجاویگا اور بعض غیر تمند اعزہ دُلہن کے یا دولہا کے اس پر جوش
کھا کر سخت و سست کہتے ہیں جس میں بڑی دور نوبت پہنچتی ہے مگر اس منحوس
رسم کو کوئی نہیں چھوڑتا تمام تھکا فضیحتی منظور مگر اس کا قضا کرنا نا منظور انا للہ
وانا الیہ راجعون (۵۵) راستے میں جو اول ندی ملتی ہے تو کہار لوگ اس
ندی پر پہنچکر ڈولہ رکھدیتے ہیں کہ ہمارا حق دو تب ہم پار جاویں اور یہ حق
کم از کم عہ ہوتا ہے جسکو دریا اُتروائی کہتے ہیں یہ وہی جبر فی التبرعات ہے
(۵۶) جب مکان پر ڈولہ پہنچتا ہے تو کہار لوگ ڈولہ نہیں رکھتے جب تک

اُن کو عہد ڈولہ ٹکوائی نہ دیا جاوے اگر یہ انعام ہے تو انعام میں جبر کیسا اور اگر
اجرت ہے تو اجرت کی طرح ہونا چاہئے کہ جب کسی کے پاس ہوا دیدیا اُس کا
وقت معین کر کے مجبور کرنا بجز اتباع رسم کے اور کچھ بھی نہیں جس کو التزام
مالا یلزم کہنا چاہئے (۵۷) جب کہار ڈولہ رکھکر چلے جاتے ہیں تو دنانیاں
بہو کو ڈولہ میں سے نہیں اُتارنے دیتیں جب تک اُن کو اُن کا حق نہ دیا جاوے
بلکہ اکثر دروازہ بند کر لیتی ہیں جس کے یہ معنے ہیں کہ ہم کو جب تک فیس نہ دیجاوے
ہم دُلہن کو گھر میں نہ گھسنے دیں گے یہ بھی جبر فی التبرع ہے (۵۸) اس کے
بعد نوشہ کو دروازہ میں بلا کر ڈولہ کے پاس کھڑا کیا جاتا ہے اس کی سخت پابندی
ہے اور یہ ایک قسم کا شگون ہے جس کی بنا فساد اعتقاد ہے اور اکثر اُس وقت
پردہ دار عورتیں بھی بے تمیزی سے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں (۵۹) عورتیں
صندل اور مہندی پیس کر لیجاتی ہیں اور دُلہن کے داہنے پاؤں اور کوکھ کو ایک
ایک ٹیکہ لگاتی ہیں۔ یہ صریح ٹوٹکہ ہے۔ جو شعبۂ شرک ہے (۶۰) تیل
اور ماش صدقہ کر کے بھنگن کو دیا جاتا ہے اور میانہ کے چاروں پایوں پر
تیل چھڑکا جاتا ہے دیکھئے وہی فساد عقیدے کا روگ اس لغو حرکت کا منشار
ہے (۶۱) اور اُس وقت ایک بکرا گڈریے سے منگا کر نوشہ اور دُلہن
کے اوپر سے صدقہ کر کے اُسی گڈریے کو مع کچھ نیگ کے جس کی مقدار ۲ر
یا ۴ر ہوتے ہیں دیدیا جاتا ہے دیکھئے یہ کیا حرکت ہے اگر بکرا خریدا ہے
تو اُس کی قیمت کہاں ہے اگر ۲ر یا ۴ر قیمت ہے تو بھلا ویسے تو اتنے کو خریدلو
اور اگر خریدا نہیں تو گڈریہ کی ملک ہے غیر کے مال میں صدقہ چہ معنے
وہی بات ہوئی حلوائی کی دوکان پر نانا جی کی فاتحہ پھر صدقہ کا مصرف گڈریہ
بہت موزوں ہے غرض سر تا پا لغو حرکت ہے اور بالکل اصول شریعت کے

خلاف (٦٢) اس کے بعد بہو کو اُتار کر گھر میں لاتے ہیں اور ایک بوریہ پر قبلہ رخ بٹھاتے ہیں اور سات سہاگنیں ملکر تھوڑی تھوڑی کھیر بہو کے داہنے ہاتھ پر رکھتے ہیں اور اِس کھیر کو اُن میں سے ایک سہاگن منہ سے چاٹ لیتی ہے یہ رسم تمامتر شگونوں اور فالوں سے مرکب ہے جس کا مبنٰے فساد عقیدہ ہے۔ اور قبلہ رخ ہونا بہت برکت کی بات ہے مگر جب اُس کی پابندی فرائض سے بڑھکر ہونے لگے اور اُس کے ترک کو موجب بدشگونی سمجھیں تو یہ تعدی حدود میں داخل ہوجاویگا (٦٣) یہ کھیر دو طباقوں میں اُتاری جاتی ہے ایک اُن میں سے ڈومنی کو (شاباش ری ڈومنی تیرا تو سب جگہ ظہور اہے) اور ایک نائن کو مع کچھ انعام کے جس کی مقدار کم سے کم پانچ ٹکے ہیں دیئے جاتے ہیں یہ سب بناء الفاسد علے الفاسد ہے (٦٤) اس کے بعد ایک یا دو من کی کھیر برادری میں تقسیم کی جاتی ہے جس میں بجز ریا کے اور کچھ بھی نیت نہیں (٦٥) اس کے بعد بہو کا منہ کھولا جاتا ہے اور سب سے پہلے ساس یا سب سے بڑی عورت خاندان کی بہو کا منہ دیکھتی ہے اور کچھ منہ دکھلائی دیتی ہے جو ساتھ والی کے پاس جمع ہوتا رہتا ہے اس کی ایسی سخت پابندی ہے کہ جس کے پاس منہ دکھلائی نہ ہو وہ ہرگز ہرگز منہ نہیں دیکھ سکتی کیونکہ لعنت وملامت کا اتنا بھاری بوجھ اُس پر رکھا جاوے جس کو وہ کسی طرح اُٹھا ہی نہ سکے غرض اس کو واجبات سے قرار دیا ہے جو صریح تعدی حدود شرعیہ ہے۔ پھر اس کی کوئی وجہ معقول سمجھ میں نہیں آتی کہ اُس کے ذمہ منہ پر ہاتھ رکھنا بلکہ ہاتھوں پر منہ رکھنا یہ کیوں فرض کیا گیا ہے اسی طرح کہ اگر کوئی نہ کرے (گویہ قضیہ فرضیہ ہے) تو تمام برادری میں بیحیا اور بےشرم اور بےغیرت مشہور ہوجاوے بلکہ ایسا تعجب کریں کہ جیسے کوئی سمجھ دار مسلمان کافر بن جاوے پھر بتلایئے یہ بھی تعدی حدود ہے یا نہیں اس شرم شرم میں اللہ دے بندہ بیا

نماز قضا کر ڈالتے ہیں اگر ساتھ والی نے پڑھوا دی تو خیر ورنہ مذہب مستورات
میں اُس کو اجازت نہیں کہ خود اُٹھکر یا کسی سے کہہ سُنکر نماز کا انتظام کرلے
اُس کو حس و حرکت کرنا بولنا چالنا کھانا پینا اگر کھجلی بدن میں اُٹھے تو کھجلانا اگر جمائی
یا انگڑائی کا غلبہ ہو جمائی انگڑائی لینا یا نیند آنے لگے تو لیٹ رہنا یا اگر پیشاب
یا پخانہ خطا ہونے لگے تو اُس کی اطلاع تک کرنا بھی اس مذہب زنان میں حرام
بلکہ کفر ہے خدا جانے کیا جرم کیا تھا جو ایسی سخت کال کوٹھڑی میں یہ مظلومہ مقید
کی گئی ہے ہائے یہ شان تو بندے کی اپنے مالک حقیقی کے روبرو ہونا زیبا تھی
اور جن کی ہیں اُن کی ہے یہی ؎ اے قلم بنگر گرا جلالیستی - درمیان اصبعین کیستی - یا الٰہی
اپنی رحمت کا صدقہ مجھ نالائق کو ایسا انقیاد و تسلیم نصیب فرما دیجئے اور بعض شہروں
میں یہ خرافات ہیں کہ مرد بھی دُلہن کا منہ دیکھتے ہیں استغفر اللہ نعوذ باللہ (٦٦)
پھر سب عورتیں منہ دیکھتی ہیں اُس کے بعد کسی کا بچہ بہو کی گود میں بٹھاتے ہیں - اور
کچھ مٹھائی دیکر اُٹھا لیتے ہیں وہی خرافات شگون مگر کیا ہوتا ہے - اس پر بھی
بعضوں کے تمام عمر اولاد نہیں ہوتی توبہ توبہ کیا بُرے خیالات ہیں (٦٧)
اس کے بعد بہو کو اُٹھا کر چارپائی پر بٹھاتے ہیں پھر دُلہن کے داہنے پیر کا انگوٹھا
نائن دھوتی ہے اور وہ روپیہ یا اٹھنّی وغیرہ جو بہو کے ایک پلہ میں بندھا ہوتا ہے
انگوٹھا دُھلوائی میں نائن کو دیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے یہ بھی کوئی شگون ہے -
(٦٨) بعد آنے دُلہن کے شکرانے کے دو طباق ایک اس کے لئے دوسرا نائن
کے لئے جو بہو کے ساتھ آتی ہے بنائے جاتے ہیں اُس وقت بھی وہی سات
سہاگنیں ملکر کچھ دانہ بہو کے منہ کو لگا کر (اُس بیچاری کو للچانے کے لئے) آپس میں
سب ملکر کھا لیتی ہیں (شاباش) یہ سب شگون معلوم ہوتا ہے - (٧٠) پھر دولہا
والوں کی نائن دُلہن والوں کی نائن کا ہاتھ دُھلواتی ہے - اور یہ نائن موافق تعلیم

اپنے آقا کے کچھ نقد ہاتھ دھلوائی میں دیتی ہے۔ اور کھانا شروع کر دیتی ہے یہ بھی التزام مالا یلزم اور جبر فی التبرع ہے۔ (۷۰) بوقت کھانا کھانے کے ڈومنیاں گالیاں گاتی ہیں کمبختوں پر خدا کی مار اور اس نائن سے نیگ لیتی ہیں ماشاء اللہ ہمارے بھائیوں کی نائن بھی بادشاہوں سے شان میں کم نہیں گاہے بدشنامی خلعت دہند مگر گاہے کا فرق ہے کیونکہ ان کی قسمت میں ہمیشہ کے لئے یہ دولت لکھی ہے کہ گالیاں کھاؤ اور انعام دو نعوذ باللہ من الجہل۔ (۷۱) جب جہیز کھولا جاتا ہے تو ایک جوڑہ ساتھ والی نائن کو دیا جاتا ہے اور ایک جوڑہ سب دہیانیاں آپس میں تقسیم کرلیتی ہیں۔ چہ خوش مان نہ مان میں تیرا مہمان اگر کوئی کہے کہ نہیں صاحب سب مانے ہوئے ہیں۔ تو حضرت مانے ہوئے آپ ہی ہیں۔ جب جانتے ہیں کہ نہ ماننے سے نکو بنائے جاوینگے ایسا زبردستی کا ماننا تو وہ بھی مان لیتا ہے جس کی چوری ہوتی ہے اور خاموش ہوکر بیٹھ رہتا ہے یا کوئی ظالم غصب کرلیتا ہے۔ اور یہ ڈر کے مارے نہیں بولتا ایسے ماننے سے کسی کا مال نہیں ہوجاتا اسی طرح بعض جگہ یہ بھی دستور ہے۔ کہ جہیز میں بٹوے اور کمربند اور تلے دانیاں ہوتی ہیں وہ سب دہانیاں آپس میں تقسیم کرلیتی ہیں اور حصہ رسد بہو کو بھی دیتے ہیں۔ (۷۲) شب کا وقت تخلیہ کے لئے ہے جس میں بعض بیحیا عورتیں جھانکتی تاکتی ہیں اور مطابق مضمون حدیث کے داخل دائرہ لعنت ہوتی ہیں۔ (۷۳) بوقت صبح یہ بے حیائی ہوتی ہے کہ شب خوابی کا بستر چادر وغیرہ دیکھتے ہیں۔ اس سے بڑھکر بعض جگہ یہ غضب ہے کہ تمام کنبہ میں نائن کے ہاتھ پھیرا جاتا ہے کسی کا راز معلوم کرنا مطلقاً حرام ہے۔ بالخصوص ایسی حیا کی بات کی تشہیر سب جانتے ہیں کہ کس قدر بغیرتی کی بات ہے مگر افسوس ہے کہ عین وقت پر کسی کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا اللہ بچاوے (۷۴)

بوقت شام یعنی درمیان عصر و مغرب بھو کا سر کھولا جاتا ہے اور اس وقت ڈومنیاں
گاتی جاتی ہیں اور اُن کو عہ یا پانچ ٹکے مانگ بھرائی اور سر کھلائی کے نام
سے دیئے جاتے ہیں اس میں بھی التزام مالا یلزم اور گانے کی اجرت
کی خرابی موجود ہے (۷۵) بھو کے آنے سے اگلے دن اُس کے عزیز
قریب دو چار گاڑیاں اور مٹھائی وغیرہ لیکر آتے ہیں اس آمد کا نام چوتھی ہے
اس میں بھی التزام مالا یلزم کی علت لگی ہوئی ہے علاوہ اس کے یہ ماخوذ
ہے کفار ہند سے اور تشبہ بالکفار کا ممنوع ہونا ظاہر ہے (۷۶) بھو کے
بھائی وغیرہ گھر میں بلائے جاتے ہیں۔ اور بھو کے پاس علیحدہ مکان میں
بیٹھتے ہیں اکثر اوقات یہ لوگ شرعاً نامحرم بھی ہوتے ہیں۔ مگر اس کی کچھ
تمیز نہیں ہوتی کہ نامحرم کے پاس تنہا مکان میں بیٹھنا خصوصاً زیب و زینت
کے ساتھ کس قدر گناہ اور بےغیرتی ہے۔ وہ اکثر بھو کو کچھ نقد دیتے ہیں اور کچھ
مٹھائی کھلاتے ہیں اور چوتھی کا جوڑہ مع تیل و عطر و خرچ کمینان گھر میں بھیجدیتے
ہیں یہ سب التزام مالا یلزم میں داخل ہے (۷۷) جب نائی ہاتھ دھلانے آتا
ہے تو وہ اپنا نیگ جو زیادہ سے زیادہ عہ اور کم سے کم ۸ رہے لیکر ہاتھ دھلاتا
ہے اس فرضیت کا بھی کچھ ٹھکانا ہے جتنے حقوق اللہ و حقوق العباد ہیں سب
میں توقف ہو جاوے مگر اس تصنیفی حق میں جو واقع میں ناحق ہے کیا ممکن کہ
فرق آجاوے پہلے اُس کا قرض ادا کر دو اس کے بعد کھانا نصیب ہو۔
استغفر اللہ مہمان سے دام لیکر کھانا کھلانا یہ انہیں بندگان رسم کا کام
ہے یہ التزام مالا یلزم و تعدی حدود ہے (۷۸) بروقت کھانا کھانے
چوتھی والوں کے ڈومنیاں دروازہ میں بیٹھکر اور گالیاں گاکر اپنا نیگ لیتی ہیں
خدا سمجھے ایسے ہی لینے والے اور ایسے ہی دینے والے اہل حاجت کو خوشنا

اور دعاؤں پر پھوٹی کوڑی نہ دیں اور ان بدذاتوں کو گالیاں کھا کر روپے بخشیں واہ رے رواج تو بھی کیسا زبردست ہے خدا تجھے ہمارے ملک سے غارت کرے (۷۹) دوسرے روز چوتھی کا جوڑا پہنا کر مع اُس مٹھائی کے جو بہو کے گھر سے آئی تھی رخصت کرتے ہیں ماشاء اللہ عطائے تو بلقائے تو کے یہی معنی ہیں بھلا صاحب اس مٹھائی کے بھیجنے سے اور پھر واپس لیجانے سے کیا حاصل ہوا گویا اس مبارک گھر سے مٹھائی میں برکت آجانیکے لئے بھیجی ہوگی خیال تو کیجیئے رسم کی پابندی میں عقل بیچاری کی بھی تو حکومت گئی گذری اور التزام مالا یلزم کا شرعی گناہ و الزام تو قائم ہی ہے (۸۰) اور بہو کی ساتھ نوشہ بھی جاتا ہے۔ اور رخصت کرنے کے وقت وہی چاروں چیزیں پلوں میں باندھی جاتی ہیں جو رخصت کے وقت وہاں سے بندھکر آئی تھیں یہ بھی خرافات اور شگون ہے (۸۱) وہاں جاکر جب دُلہن اُتاری جاتی ہے تو اُس کا داہنا انگوٹھا وہاں کی نائن دھوکر وہ اٹھنی یا روپیہ جو بہو کے پلے میں بندھا ہوتا ہے لیتی ہے وہی شگون یہاں بھی ہے۔ (۸۲) دولہا جب گھر میں جاتا ہے تو سالیاں اُسکا جوتا چُھپا کر جوتا چُھپائی کے نام سے کم از کم عہ لیتی ہیں شاباش ایک تو چوری کریں اور اُلٹا انعام پائیں اوّل تو ایسی مہمل ہنسی کہ کسی کی چیز اُٹھا کر چُھپا دی حدیث میں اُسکی ممانعت آئی ہے پھر یہ کہ ہنسی دل لگی کا خاصہ ہے کہ اس سے ایک بے تکلفی بڑھتی ہے بھلا اجنبی مرد سے ایسا تعلق و ارتباط پیدا کرنا یہ خود شرع کے خلاف ہے پھر انشٹا باقی ہے۔ کیا واہیات ہے اس سے بدتر رسم چوتھی کھیلنا ہے جو بعض شہروں میں رائج ہے اُس میں جس درجہ بیحیائی و بیغیرتی ہوتی ہے اُس کا کچھ پوچھنا نہیں پھر جن کی عورتیں اس چوتھی کھیلنے میں شریک ہوتی ہیں اُن کے شوہر باوجود اطلاع کے انتظام و انسداد نکرنے کی وجہ سے دیوث بنتے ہیں اور مشابہت کفار کی ان سب کے علاوہ (۸۳) جب دولہا آتا ہے تو وہاں کا نائی اُس کے داہنے پیر کا انگوٹھا

دھو کر اپنا حق لیتا ہے جو ایک روپے کے قریب ہوتا ہے اور باقی کمینوں کا خرچ گھر میں دیتے ہیں یہ سب شگون والتزام مالایلزم ہے ان سب مواقع میں نائی کا حق سب سے زیادہ سمجھا جاتا ہے یہ کفار ہند کی رسم کا اتباع ہے اُن کے رواج میں نائی کے چونکہ اختیارات بہت وسیع ہیں اِس لئے اُس کی بڑی قدر ہے بے علم مسلمانوں نے اختیارات تو سلب کر لئے مگر تنخواہ وہی رکھی جو اکثر جگہ محض ناحق کا لینا دینا ہے جہاں کوئی شرعی تاویل بھی نہیں ہو سکتی (۸۴) دو چار دن کے بعد پھر دولہا والے دولہا دلہن کو لیجاتے ہیں اس کو بہوڑہ کہتے ہیں اور اس میں بھی وہی سب رسمیں ہوتی ہیں جو چوتھی میں ہوئی تھی جو مکروہات ومعاصی اس میں تھے وہی یہاں بھی سمجھ لئے جاویں (۸۵) اس کے بعد بہو کے باپ کے گھر سے کچھ عورتیں بہو کو لینے آتی ہیں اور اپنے ساتھ کھجوریں لاتی ہیں وہی التزام مالایلزم (۸۶) اور یہ کھجوریں ساری برادری میں تقسیم ہوتی ہیں وہی ریا ونمود (۸۷) پھر جب یہاں سے رخصت ہوتی ہے تو نئی کھجوریں اُس کے ساتھ کی جاتی ہیں۔ وہی التزام مالایلزم (۸۸) اور وہ باپ کے گھر جاکر برادری میں تقسیم ہوتی ہیں وہی فخر وریا (۸۹) اس کے بعد اگر شب برات اور محرم ہو تو باپ کے گھر ہوگا یہ پابندی کون سی وحی سے ثابت ہے صرف وجہ اُس کی ایک خیال جاہلیت ہے کہ محرم اور شب برات کو نعوذ باللہ نامبارک سمجھتے ہیں اس لئے دولہا کے گھر اس کا ہونا نازیبا جانتے ہیں۔ (۹۰) اور رمضان بھی وہیں ہوگا۔ قریب عید سواری بھیجکر بہو کو بلاتے ہیں۔ غرض یہ کہ جو تہوار غم اور بھوک اور سوزش کے ہیں۔ محرم خود زمانہ حزن کا سمجھا جاتا ہے رمضان میں بھوک پیاس کا ہونا ظاہر ہے۔ شب برات کو عوام جلنا بلنا

جلتا بلتا کہتے ہیں غرض یہ سب پاپ کے حصے ہیں اور عید جو خوشی اور شیرینی کا تہوار ہے وہ گھر ہونا چاہیے
ع۹۱ اور وہاں سے دو تین من جنس مثل سویاں چاول آٹا میوہ وغیرہ بھیجا جاتا ہے اور دولہا دولہن
کا جوڑہ مع کچھ نقدی گہی کے نام سے اور کچھ شیرینی دیجاتی ہے یہ ایسا فرض ضروری ہے کہ گو سودی
قرض لینا پڑے مگر یہ قضا نہو جو صریح تعدی حدود ہے ع۹۲ بعد نکاح کے سال دو سال تک ہونے کی
روانگی کے وقت کچھ مٹھائی اور نقد اور جوڑے وغیرہ طرفین سے ہو کے ہمراہ کردئے جاتے ہیں اور عزیزوں
میں بھی خوب دعوتیں ہوتی ہیں اگرچہ یہ جرمانہ کی دعوت کہ بدنامی سے بچنے کو یا ناموری و سرخروئی حاصل کرنے
کو سارا بکھیڑا ہوتا ہے پھر اس میں معاوضہ و مساوات کا پورا لحاظ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات خود شکایت و
تقاضا کرکے دعوت کھاتے ہیں غرض تھوڑے دنوں تک یہ آو بھگت سچی یا جھوٹی ہوتی رہتی ہے پھر
اسکے بعد کوئی کس لئے پرسد کہ بھیا کون ہو اب سب خوشیاں منانیوالے اور جھوٹی خاطرداری کرنیوالے
علیحدہ ہوئے اب جو مصیبت پڑے بھگتو کاش جسقدر روپیہ بیہودہ اڑایا ہے ان دونوں کیلئے اس سے
کوئی جائداد خرید کردیجاتی یا تجارت کا سلسلہ شروع کردیا جاتا کسقدر راحت ہوتی ساری خرابی اس
التزام مالا یلزم کی ہے ع۹۳ شیرینی طرفین کی طرفین کی برادری میں تقسیم ہوجاتی ہے جسکی بنا وہی
ریا ہے اور اگر شیرینی سب کو نہ پہنچے تو اپنے گھر سے منگا اسمیں ملاؤ یہ بھی جرمانہ ہے ع۹۴ بعض جگہ
کنگنا باندھنے کا بھی دستور ہے جو بوجہ رسم کفار ہونیکے منع ہے ع۹۵ بعض جگہ آرسی مصحف کی رسم
ہے اسمیں بھی طرح طرح کی رسوائیاں اور فضیحتیاں ہیں جو بالکل عقل اور شرع کے خلاف ہیں ع۹۶
بعض جگہ آرایش و آتش بازی کا سامان ہوتا ہے جو سراسر اسراف اور افتخار حرام ہے ع۹۷ بعض جگہ
باجے ہندوستانی اور انگریزی ہوتے ہیں معازف و مزامیر کا حرام ہونا حدیث میں موجود ہے ع۹۸
بعض جگہ چوتھی کھیلنے کا رواج ہے جو سراسر بے غیرتی اور بیحیائی اور تشبہ بالکفار ہے جیسا اوپر مفصل
مذکور ہوا ع۹۹ بعض جگہ دولہا دولہن کو گود میں لیکر ڈولہ سے اتارتا ہے کسقدر بیغیرتی کی بات ہے ع۱۰۰
بعض تاریخوں اور مہینوں اور سالوں کو مثلاً ۱۳ سال کو منحوس سمجھتے ہیں اور انمیں شادی نہیں کرتے یہ
اعتقاد بھی بالکل عقل اور شرع کے خلاف ہے۔ یہ ایک سو واقعات ہیں جنمیں سے کسی میں ایک گناہ کسی میں

دو کسی میں چار پانچ اور بعض میں تین تک مجتمع ہیں اگر اوسط فی واقعہ تین گناہ رکھے جاویں تو
واقعات مذکورہ پورے تین سو گناہوں کا مجموعہ ہے جس عقد میں تین سو حکم شرعی کی مخالفت
ہوئی ہو اسمیں خیر و برکت کا کیا ذکر غرض واقعات مذکورہ ان معاصی سے پُر ہیں اسراف۔
افتخار و نمایش۔ التزام مالا یلزم۔ تشبہ بالکفار۔ سودی قرض یا بلا ضرورت قرض لینا جبر تبرعات
بے پردگی۔ شرک فساد عقیدہ۔ نمازوں کا یا جماعت کا قضا ہونا۔ اعانت معصیت اصرار و
استحسان معاصی کا جن کی مذمت قرآن و حدیث میں صاف صاف مذکور ہے چنانچہ مختصراً
ذکر ہوتا ہے ارشاد فرمایا ہے کہ اسراف مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے اسراف
کرنے والوں کو اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ بیہودہ اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں
اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گذار ہے اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے جو شخص دکھلاوے کو کوئی کام کرے۔ دکھلاویگا اللہ تعالیٰ اُس کو یعنی اُسکی رسوائی کو اور جو
شخص سنانے کیواسطے کوئی کام کرے سناویگا اللہ تعالیٰ اُسکے عیوب قیامت کے روز
اور حدیث میں ہے کہ اپنی نماز میں سے شیطان کا حصہ مت بناؤ کہ نماز پڑھکر داہنی طرف
سے پھرنیکو ضروری سمجھنے لگو اس سے معلوم ہوا کہ غیر ضروری قرار دینا شیطان کی رضا و
خوشی کا باعث ہے محققین نے فرمایا ہے کہ جب مندوبات پر اصرار کرنیکا یہ حال ہے تو مباح پر
اصرار کرنیکا تو کیا حال ہوگا اور میں کہتا ہوں کہ اگر معاصی پر اصرار کرے تو کیا ہوگا اور حدیث
میں ہے کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے اور دینے والیکو اور
قرض کے باب میں جو تہدیدیں آئی ہیں وہ مشہور و معروف ہیں وہ بلا ضرورت قرض
لینے سے روکنے کے لئے کافی ہیں اور حدیث میں ہے کہ کسی شخص کا مال حلال نہیں
ہے بدون اُس کی خوشدلی کے اس سے معلوم ہوا کہ تبرعات میں جبر حرام ہے اور حدیث
میں ہے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ دیکھنے والیکو اور جس کی طرف دیکھا جاوے اُس سے
بے پردگی کی مذمت و حرمت ثابت ہوئی شرک کی مذمت کون نہیں جانتا اور حدیث

میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کسی عمل کے ترک کرنیکو کفر نہ سمجھتے تھے
بجز نماز کے اور حدیث میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اُس
ذات پاک کی کہ جان میری اُس کے قبضہ میں ہے کہ میرا ارادہ یوں ہوا کہ اول لکڑیاں جمع
کراؤں اور پھر نماز کے لئے اذان کہلواؤں پھر جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوئے انکی طرف
چلوں اور اُنکے گھروں کو جلا دوں اس سے جماعت میں حاضر ہونیکی کس درجہ سخت وعید
معلوم ہوتی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ایک دوسرے کی مدد مت کرو گناہ اور ظلم میں اور
حدیث میں ہے کہ جب نیکی کرنے سے تیرا جی خوش ہو اور بُرا کام کرنے سے جی بُرا ہو پس تو
مومن ہے اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کو مستحسن سمجھنا اور اس پر اصرار کرنا ایمان کا ویران کرنیوالا
ہے اور حدیث میں بالخصوص ان رسوم جہالت کی نسبت بہت ہی سخت وعید آئی ہے
فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ بغض اللہ تعالیٰ کو تین شخصوں کے
ساتھ ہے اُن میں سے ایک یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اسلام میں آکر جاہلیت کی رسمیں برتنا چاہیئے
اور بہت احادیث مضامین مذکورہ کے موجود ہیں چونکہ ان خرابیوں کی برائی بدیہی ہے
اس لئے زیادہ دلائل قایم کرنیکی حاجت نہیں اگر در خانہ کس است یک حرف بس است۔
پس مسلمان پر فرض و واجب و مقتضائے ایمان و عقل یہ ہے کہ ان خرابیوں کی برائی جب
عقلاً و نقلاً ثابت ہوگئی ہمت کرکے سب کو خیرباد کہے اور نام و بدنامی پر نظر نہ کرے بلکہ تجربہ
شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ عزت و نیکنامی ہوتی ہے اور ان رسوم کی موقوفی
کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ سب برادری متفق ہوکر یہ سب بکھیڑے موقوف کردیں دوسرا
طریق یہ ہے کہ اگر کوئی اسکا ساتھ نہ دے تو خود ابتداء کرے دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ایسا
ہی کرینگے اسی طرح چند روز میں عام اثر پھیلیگا اور ابتداء کرنیکا ثواب اس شخص کو ملیگا اور
مرنیکے بعد بھی وہ ثواب لکھا جایا کریگا بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب جسکو گنجایش ہو وہ کرے
جسکو نہو وہ نہ کرے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو گنجایش والوں کو بھی گناہ کرنا جائز نہیں جب

ان رسوم کا معصیت ہونا ثابت ہو گیا پھر گنجایش سے اجازت کب ہو سکتی ہے دوسرے یہ کہ جب گنجایش والے کرینگے تو اُنکی برادری کے غریب آدمی بھی اپنی حفظ آبرو کے لئے ضرور کرینگے اس لئے ضروری امر اور مقتضائے انتظام یہی ہے کہ سب ہی ترک کردین بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ رسوم موقوف ہو جاویں تو پھر میل ملاپ کی کوئی صورت ہی نہیں اُسکا جواب یہ ہے کہ اول تو میل ملاپ کی مصلحت سے معاصی کا ارتکاب کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا پھر یہ کہ میل ملاپ اسپر موقوف بھی نہیں بلا پابندی رسوم اگر ایک دوسرے کے گھر جاوے یا اُسکو بلاوے اُسکو کھلاوے پلاوے کچھ امداد و سلوک کرے جیسا یار دوستوں میں راہ و رسم جاری ہین تو کیا یہ ممکن نہیں بلکہ ابتو ان رسموں کی بدولت بجائے محبت و الفت کے جو کہ میل ملاپ سے اصلی مقصود ہے اکثر رنج و تکرار و شکایت اور پُرانے کینوں کا تازہ کرنا اور صاحب تقریب کی عیب جوئی اور تذلیل کے درپے ہونا اور اس طرح کی دوسری خرابیاں دیکھی جاتی ہیں اور چونکہ ایسا لینا دینا اور کھانا کھلانا عرفاً لازم ہو گیا ہے اس لئے کچھ فرحت و مسرت بھی نہیں ہوتی نہ دینے والیکو کہ وہ ایک بیگار سی اُتارتا ہے نہ لینے والیکو کہ وہ اپنا حق ضروری یا معاوضہ سمجھتا ہے پھر لطف کہاں اس لئے اِن تمامتر خرافات کا خذف کرنا واجب ہے منگنی میں زبانی وعدہ کافی ہے نہ حجام کی ضرورت نہ جوڑہ اور نشانی اور شیرینی کی حاجت اور جب دونوں نکاح کے قابل ہو جاوین زبانی یا بذریعہ خط و کتابت کوئی وقت ٹھیرا کر دولہا کو بلالیں ایک اُس کا سرپرست اور ایک خدمت گذار اُسکے ہمراہ کافی ہے نہ بری کی ضرورت نہ برات کی حاجت نکاح کرکے فوراً یا ایک آدھ روز مہمان رکھکر اُسکو رخصت کردیں اور بقدر اپنی گنجایش کے جو ضروری اور کارآمد چیزیں جہیز میں دینا منظور ہوں بلا اعلان اسکے گھر بھیجدیں یا اپنے گھر اُسکے سپرد کردیں نہ سسرال کے جوڑونکی ضرورت نہ چوتھی بہوڑہ کی حاجت اور جب چاہیں دُلہن والے بلالیں جب موقع ہو دولہا والے بلالیں اپنے اپنے کمینوں کو فریقین بقدر گنجایش دیدیں منہ پر ہاتھ رکھنا بھی کچھ ضرور

نہیں بلکہ یہ بھی فضول ہے اگر توفیق ہو شکریہ میں حاجتمندوں کو دو کسی کام کے لئے
قرض مت کرو البتہ ولیمہ مسنون ہے وہ بھی خلوص نیت و اختصار کے ساتھ نہ کہ فخر و اشتہار
کیساتھ ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں حدیث میں ایسے ولیمہ کو شر الطعام فرمایا گیا ہے نہ ایسا
ولیمہ جائز نہ اسکا قبول کرنا جائز اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اکثر کھانے جو برادری کو کھلائے
جاتے ہیں اُن کا کھانا کھلانا کچھ جائز نہیں دین دار کو چاہئے کہ نہ خود ان رسموں کو کرے اور
جس تقریب میں یہ رسمیں ہوں ہرگز وہاں شریک نہ ہو صاف انکار کر دے برادری کنبہ کی خفا سے بچا
اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے روبرو کچھ کام نہ آویگی واللہ الموفق بس نکاح ہو گیا تتمہ ان
ہی رسوم مذکورہ میں سے مغالاۃ فی المہر یعنی مہر کے زیادہ ٹھیرانے کی رسم ہے جو خلاف سنت
ہے حدیث میں ہے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھیراؤ اس لئے کہ
اگر یہ عزت کی بات ہوتی دنیا میں اور تقوے کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو تمہارے پیغمبر
صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے زیادہ مستحق تھے مجھکو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
کسی بی بی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پھر
روایت کیا اس کو ترمذی وغیرہ نے بارہ اوقیہ قریب ڈیڑھ سو روپے کے ہوتے ہیں بعض
کہتے ہیں کہ بڑا مہر اس لئے مقرر کرتے ہیں تاکہ شوہر چھوڑ نہ سکے یہ عذر بالکل لغو ہے اول تو جنکو
چھوڑنا ہوتا ہے چھوڑ ہی دیتے ہیں پھر جو کچھ بھی ہو اور جو مطالبہ مہر کے خوف سے نہیں چھوڑتے
وہ چھوڑنے سے بدتر کر دیتے ہیں یعنی تطلیق کی جگہ تعلیق عمل میں لاتے ہیں کہ نکاح سے تو نہیں
نکالتے مگر حقوق بھی ادا نہیں کرتے ہیں اُن کا کوئی کیا کر لیتا ہے یہ سب عذر فضول ہیں۔
اصل یہ ہے کہ افتخار کے لئے ایسا کرتے ہیں کہ خوب شان ظاہر ہو سو فخر کے لئے کوئی کام کرنا
گو اصل میں مباح ہو حرام ہوتا ہے چہ جائیکہ فی نفسہ بھی خلاف سنت اور مکروہ ہو وہ تو اور
بھی ممنوع ہو جاویگا مسنون تو یہی ہے کہ ڈیڑھ سو روپے کے قریب ٹھیرالیں اور خیر اگر
ایسا ہی زیادہ باندھنے کا شوق ہے تو ہر شخص کی وسعت کے موافق مقرر کر لیں اس سے

زیادہ نہ کریں دربیان کیفیت ازدواج حضرات بنات مقدسات وازواج
مطہرات نبویہ رضی اللہ عنہن ماخوذ از مدارج النبوۃ وکتب حدیث وغیرہ۔
نکاح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔ وحضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور سے اس دولت عظمیٰ کی درخواست
کی آپ نے صغرسنی کا عذر فرمادیا پھر حضرت علیؓ نے اپنے اہل وخواص کے اصرار سے اور
اور بحسب بعض روایات حضرات شیخین رضؓ کے ترغیب سے شرماتے ہوئے خود حاضر ہوکر زبانی
عرض کیا آپ پر فوراً وحی نازل ہوئی۔ اور آپ نے اُنکی عرض کو قبول کرلیا (مولف کہتا
ہے اس سے معلوم ہوا کہ منگنی میں یہ تمام بکھیڑے جو آج کل رائج ہیں سب لغو اور خلاف
سنت ہیں۔ پس زبانی پیغام جواب کافی ہے) اور اسوقت عمر حضرت فاطمہ کی ساڑھے پندرہ
سال کی اور حضرت علیؓ کی اکیس برس کی تھی (مولف اس سے معلوم ہوا کہ اس عمر کے بعد توقف
نکاح میں اچھا نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دولہا دلہن کی عمر میں تناسب بھی ملحوظ
رکھنا مناسب ہے اور بہتر یہ ہے کہ دولہا کسی قدر دُلہن سے عمر میں بڑا ہو) حضورؐ نے
ارشاد فرمایا کہ اے انس جاؤ اور ابوبکر وعمر وعثمان وطلحہ وزبیر اور ایک جماعت انصار کو
کو بلا لاؤ (مولف اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مجلس میں اپنے خاص لوگوں کو دعو
کرنا کچھ مضائقہ نہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نکاح میں اعلان واشتہار ہوجائے
جو کہ مطلوب ہے مگر اس اجتماع میں غلو ومبالغہ نہ ہو وقت پر بلا تکلف جو دو چار آدمی
قریب نزدیک کے ہوں جمع ہوجاویں) یہ سب صاحب حاضر ہوگئے اور آپ نے
ایک بلیغ خطبہ[1] پڑھکر ایجاب وقبول کرایا (مولف اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا چھپے چھپے
پھرنا یہ بھی خلاف سنت ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ باپ خود اپنی دختر کا نکاح پڑھدے
کیونکہ یہ ولی ہے دوسرا وکیل۔ ولی کو ہر حال وکیل سے ترجیح ہے) اور چار سو مثقال
چاندی مہر مقرر ہوا جس کی مقدار اسوقت انگریزی سکہ سے بارہ ماشہ کے روپے سے

[1] الخطب الماثورہ میں وہ خطبہ نقل بھی کردیا گیا ہے۔

ڈیڑھ سو روپے ہوتے ہین۔ کذا فی تحفۃ الزوجین وغیرہا من الرسائل النبویۃ (مولف اس سے معلوم ہوا کہ مہر لمبا چوڑا ٹھیرانا بھی خلاف سنت ہے پس مہر فاطمی کافی وموجب برکت ہے اور اگر کسی کو وسعت ہو اس سے بھی کم مناسب ہے) پھر آپ نے ایک طبق خرما کا لیکر بکھیر دیا (مولف اس روایت کو ذہبی وغیرہ محدثین نے ضعیف کہا ہے اور غایت مافی الباب سنت زائدہ ہوگا۔ مگر قاعدہ شرعیہ ہے کہ جہان امر مباح یا مستحب میں اقتران کسی مفسدہ کا ہو جاوے اُس کو ترک کردینا مصلحت ہے اس معمول مین آج کل اکثر رنج وتکرار کی نوبت آجاتی ہے اس لیئے تقسیم پر کفایت کرین) حضور نے حضرت فاطمہ کو حضرت ام ایمن کے ہمراہ حضرت علی کے گھر بھیجدیا مولف صاحبو! یہ دونوں جہان کی شہزادی کی رخصت ہے جس میں نہ دھوم دھام نہ میانہ نہ پالکی نہ بکھیر نہ آپ نے حضرت علی سے کمینوں کا خرچ دلایا۔ نہ کنبہ برادری کا کھانا کیا۔ ہم لوگوں کو بھی لازم ہے کہ اپنے پیغمبر سردار دو جہان کی پیروی کریں اور اپنی عزت کو حضور کی عزت سے بڑھکر نہ سمجھیں نعوذ باللہ منہ) پھر حضور پر نور اُن کے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے پانی منگایا وہ ایک پیالہ چوبین میں پانی لائین (مولف اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلہن کو شرم میں اس قدر مبالغہ کرنا کہ چلنا پھرنا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا عیب سمجھا جاوے یہ بھی سنت کے خلاف ہے) حضور نے اپنا آب دہن مبارک اُس میں ڈالدیا اور حضرت فاطمہؓ کو فرمایا کہ ادھر منہ کرو اور اُنکے سینۂ مبارک اور سر مبارک پر قدرے پانی چھڑکا اور دعا کی کہ الٰہی انکو انکی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں پھر فرمایا کہ اِدھر پشت کرو اور آپ نے اُن کے شانوں کے درمیان پانی چھڑکا اور پھر وہی دعا کی پھر حضرت علی سے پانی منگایا اور یہی عمل اُن کی ساتھ بھی کیا مگر پشت کی طرف پانی نہیں چھڑکا (مولف مناسب ہے

کہ نکاح کے بعد دولہا دولہن کو ایک جگہ جمع کر کے یہ عمل کیا کریں کہ موجب برکت ہے۔ ہندوستان میں ایسی بری رسم ہے کہ باوجود نکاح ہو جانیکے بھی دولہا دلہن میں پردہ رہتا ہے اور ایک دوسرا عمل جو مشہور ہے کہ دلہن کے پاؤں دھو کر گھر میں جا بجا پانی چھڑکا جاتا ہے تذکرۃ الموضوعات میں اسکو موضوع قرار دیا ہے) پھر ارشاد ہوا کہ بسم اللہ برکت کے ساتھ اپنے گھر میں جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ نکاح کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم بعد عشاء حضرت علیؓ کے گھر تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی لیکر اُس میں لعاب مبارک ڈالا اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھکر دعاء کی پھر حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کو علی الترتیب حکم فرمایا کہ اسے پئیں اور وضو کر لیں پھر دونوں صاحبوں کیلئے دعاء تطہیر و تالیف و برکت اولاد و خوش نصیبی کی فرمائی اور فرمایا جاؤ آرام کرو (مؤلف اگر داماد کا گھر قریب ہو تو یہ عمل بھی کرنا موجب برکت ہے) اور جہیز حضرت سیدۃ النساء کا یہ تھا دو چادر یا نی جو سوسی کے طور پر ہوتی تھیں دو نہالی جن میں السی کی چھال بھری تھی اور چار گدی۔ دو بازو بند چاندی کے اور ایک کملی اور ایک تکیہ اور ایک پیالہ۔ اور ایک چکی اور ایک مشکیزہ اور پانی رکھنے کا برتن یعنی گھڑا۔ اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ بھی آیا ہے ازالۃ الخفا (مؤلف صاحبو جہیز میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اول اختصار کہ گنجائش سے زیادہ تردد نکرے۔ دوم ضرورت کا لحاظ کہ جن چیزوں کی سر دست ضرورت واقع ہو گی وہ دینا چاہیئے سوم اعلان نہ ہونا کیونکہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے جو اس روایت میں مذکور ہے تینوں امر ثابت ہیں) اور حضور نے کام اسطرح تقسیم فرمایا کہ باہر کا کام حضرت علیؓ کے ذمہ اور گھر میں کا کام حضرت فاطمہؓ کے ذمہ (مؤلف معلوم نہیں ہندوستان کی شریف زادیوں میں گھر کے کاروبار سے کیوں عار کیجاتی ہے) پھر حضرت علی نے ولیمہ

کیا اور ولیمہ میں یہ سامان تھا۔ جو چند صاع۔ ایک صاع نمبری سیر سے ساڑھے تین سیر کے قریب ہوتا ہے اور کچھ خرما کچھ مالیدہ (مولف پس ولیمہ کا مسنون طریق یہ ہے کہ بلا تکلف و بلا تفاخر اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہو جاوے اپنے خاص لوگوں کو کھلاوے) نکاح ازواج مطہرات مہر حضرت خدیجہ کا پانسو درہم یا اس قیمت کے اونٹ تھے جو ابو طالب نے اپنے ذمہ رکھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی برتنے کی چیز تھی جو دس درم کی تھی اور حضرت جویریہ کا چار سو درم تھے اور حضرت ام حبیبہؓ کا چار سو دینار تھے جو شاہ حبشہ نے اپنے ذمہ رکھے اور سودہ کا چار سو درم تھے۔ اور ولیمہ حضرت ام سلمہؓ کا قدرے جو کا کھانا اور حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح ہوئی تھی اور گوشت روٹی لوگوں کو کھلائی گئی۔ اور حضرت صفیہؓ کا جو کچھ صحابہ کے پاس حاضر تھا سب جمع کر لیا گیا یہی ولیمہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ کا خود فرماتی ہیں کہ نہ اونٹ ذبح ہوا نہ بکری سعد ابن عبادہ کے گھر سے ایک پیالہ دودھ کا آیا تھا بس وہی ولیمہ تھا (مولف اور مفصل حالات نکاح بنات مقدسات ازواج مطہرات کے کتب سیر میں مذکور ہیں۔ مگر اس تمام پر ایک نکاح کی مفصل حالت لکھکر باقی عقود کے واقعات میں سے صرف بعض مہر و ولیمہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا کہ زیادہ غرض اس مقام پر یہ دکھلانا ہے کہ یہ تکلفات و اسرافات وغیرہا سب ہمارے سردار دوجہان کے طریقہ محبوبہ مرضیہ مقبولہ کے خلاف ہے اور یہ غرض اس اجمال سے حاصل ہے اور ایک درم تخمیناً سوا چار آنہ کا ہوتا ہے اور ایک دینار دس درم اس سے معلوم ہو جائیگا کہ حضور کا مہر کس قدر ہلکا تھا اور کوئی شخص ناداری کی تاویل نہیں کر سکتا۔ حضور اگر چاہتے تو دنیا بھر کے خزائن آپکے پائے مبارک پہ سے تصدق کر دیئے جاتے اور چار سو دینار صرف ایک بی بی کا مہر ہوا۔ سو وہ بھی ایک بادشہ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا اس پر بھی وہ

ہمارے ملک کے رواج سے پھر بھی بہت کم ہے اہل ایمان پر لازم ہے کہ اسی طریقے سے اپنا معمول مقرر کریں ورنہ خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق بنتے ہیں ؛

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند مسائل ضروری نکاح کے متعلق جن کی بہت ضرورت رہتی ہے لکھدیئے جائیں سب کو بالخصوص نکاح خوان قاضیوں کو ان کا یاد کرلینا ضروری ہے انکے نجاننے سے اکثر اوقات نکاح میں خرابی ہو جاتی ہے مسئلہ نابالغہ کا نکاح بدون اجازت ولی کے صحیح نہیں ہے اور خود اُس منکوحہ کا زبان سے کہنا قابل اعتبار نہیں خواہ اُس کا پہلا نکاح ہو یا دوسرا نکاح ہو مسئلہ اگر نابالغہ کا نکاح والی نے غیر کفو سے کردیا سو اگر باپ یا دادا نے کسی ضروری مصلحت سے کیا ہے تو صحیح ہے بشرطیکہ ظاہراً کوئی امر خلاف مصلحت نہ ہو ورنہ صحیح نہ ہوگا اور اگر باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نکاح کیا ہے تو فتوی اس پر ہے کہ بالکل جائز نہ ہوگا مسئلہ بالغہ کا نکاح بلا اجازت اُسکے جائز نہیں پس اگر یہ اُسکا دوسرا نکاح ہوتا ہے تب تو زبان سے اجازت لینا چاہیے اور اگر پہلا نکاح ہے تو اگر اجازت لینے والا ولی ہے تب تو دریافت کرنے کے وقت اُسکا خاموش ہو جانا ہی اجازت ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے تو اُسکا زبان سے کہنا ضروری ہے۔ بدون اُسکے اجازت معتبر نہ ہوگی مسئلہ بالغہ اگر بلا اجازت ولی کے خود اپنا نکاح کرلے تو کفو میں تو جائز ہے اور غیر کفو میں فتوی یہی ہے کہ بالکل جائز نہیں البتہ اگر کسی عورت کا کوئی ولی ہی نہ ہو یا اُسکی کارروائی پر رضامند ہو تو غیر کفو میں بھی جائز ہوگا مسئلہ اگر ولی نے بالغہ کا نکاح بلا اسکی اجازت کے کردیا اور بعد میں وہ سنکر خاموش ہو گئی اب نکاح صحیح ہوگیا اور اگر غیر ولی نے ابتداءً اجازت لی تھی مگر وہ خاموش ہو گئی تو اُسوقت تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ لیکن اگر صحبت کے وقت اُسکی ناراضی ظاہر نہ ہوئی تو وہ نکاح اب صحیح ہو جاویگا مسئلہ ایجاب وقبول کے الفاظ ایسی بلند آواز سے کہنے چاہئیں کہ گواہ اچھی طرح سن لیں مسئلہ ولی سے

اوّل باپ ہے پھر دادا۔ پھر حقیقی بھائی پھر علاتی بھائی۔ پھر اُنکی اولاد اسی ترتیب سے
پھر حقیقی چچا۔ پھر علاتی چچا۔ پھر چچازاد بھائی اُسی ترتیب سے۔ پھر اور عصبات بترتیب
فرائض کے۔ جب کوئی عصبہ نہ ہو تو ماں پھر دادی پھر نانا پھر حقیقی بہن۔ پھر اخیافی بھائی
بہن پھر پھوپھی پھر ماموں پھر خالہ پھر چچازاد بہن پھر اور ذوی الارحام مسئلہ ولی
قریب کے ہوتے ہوئے ولی بعید کو ولایت نہیں پہنچتی مسئلہ طلاق تین طرح پر ہے
رجعی۔ بائن۔ مغلظ۔ رجعی میں عدت کے اندر اگر شوہر نے رجوع کر لیا نکاح باقی رہیگا
دوسرے سے نکاح جایز نہیں۔ اور اگر عدت کے اندر رجعت نکی تو نکاح جاتا رہیگا بعد
عدت اس عورت کا دوسرے شخص سے نکاح جایز ہے اور بائن اور مغلظ میں رجوع
جائز نہیں ہے مگر عدت کے اندر دوسرے شخص سے بھی نکاح جائز نہیں[۱]۔ البتہ بعد
عدت جائز ہے۔ مسئلہ عدت کی یہ تفصیل ہے کہ اگر بی بی شوہر کے پاس نہیں بھیجی گئی اور
شوہر نے طلاق دیدیا۔ تو عدت بالکل واجب نہیں اور اگر شوہر کے پاس بھیجی گئی ہے سو
اگر ابھی اُسکو حیض شروع نہیں ہوا یا عمر زیادہ ہونے سے حیض بند ہوگیا اور اُسکو طلاق
دیگئی ہے تو اُسکی عدت تین ماہ ہے اور اگر اُسکو حیض آتا ہے تو تین حیض ہے۔ اور اگر اُسکو
حمل ہے تو عدت اُسکی یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو جاوے۔ اور اگر شوہر مر گیا ہے تو اُسوقت سب
کی عدت چار مہینے دس دن ہیں مگر حمل والی کی عدت یہاں بھی بچہ کا پیدا ہونا ہے
غرض جس عورت کی جو عدت ہو اُس عدت کے اندر دوسرا نکاح جائز نہیں۔ جو عورت
کافر مسلمان ہو جاوے۔ اور اُسکا خاوند مسلمان نہ ہو تو اُسکا حکم مثل طلاق کے ہے
اس میں بھی عدت واجب ہے جب تک تین حیض اُسوقت سے نہ آجائیں یا اگر حمل والی
ہو تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جاوے کسی شخص سے اسکا نکاح جائز نہیں اس میں اکثر
لوگ احتیاط نہیں کرتے۔ مسئلہ نکاح کے وقت یہ بھی تحقیق کر لینا ضرور ہے کہ ناکح
منکوحہ میں علاقہ حرمت نسبی یا رضاعی کا تو نہیں ؛

[۱] طلاق بائن میں اسی شوہر سے عدت میں اور بعد عدت ہر وقت نکاح جائز ہے ۱۲

دربیان بعضی احکام ضروریہ حجاب ومتعلق آن ماخوذ از کتب حدیث وفقہ

مسئلہ مرد کو ناف سے زانو کے نیچے تک بدن ڈھانکنا فرض ہے مردوں سے بھی اور
عورتوں سے بھی بجز اپنی بی بی کے کہ اُس سے کوئی عضو ڈھانکنا ضرور نہیں گو بلا ضرورت
بدن دکھانا خلاف اولی ہے مسئلہ عورت کو عورت کے روبرو بھی ناف سے نیچے
زانو تک بدن کھولنا جائز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ بعضی عورتیں جو نہاتے وقت
دوسری عورت کے روبرو ننگی بیٹھ جاتی ہین یہ بالکل گناہ ہے مسئلہ عورت کو اپنے محرم
شرعی کے روبرو ناف سے زانو تک اور کمر اور شکم کھولنا حرام ہے۔ باقی سر اور
چہرہ اور بازو اور پنڈلی کھولنا گناہ نہیں گو بعض اعضاء کا بلا ضرورت ظاہر کرنا مناسب
بھی نہیں اور محرم شرعی وہ ہے جس سے عمر بھر کسی طرح نکاح صحیح ہونیکا احتمال نہو مثلاً باپ
بیٹا حقیقی بھائی۔ یا علاتی بھائی یعنی باپ دونوں کا ایک ہو اور ماں دو ہوں۔ یا اخیافی
بھائی یعنی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں۔ یا ان بھائیوں کی اولاد یا انہیں تین طرح
کی بہنوں کی اولاد اور مثل اُنکے جس جس سے ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہو اور جس سے عمر
میں کبھی بھی نکاح صحیح ہونیکا احتمال ہو وہ شرعاً محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے اور جو حکم شریعت
میں محض اجنبی اور غیر آدمی کا ہے وہی اُن کا ہے گو کسی قسم کا رشتہ قرابت رکھتا ہو جیسے
بچچا کا یا پھوپھی کا بیٹا یا ماموں کا یا خالہ کا بیٹا یا دیور یا بہنوئی۔ یا نندوئی وغیرہم یہ سب
نامحرم ہیں۔ ان سے وہی پرہیز ہے جو نامحرم سے ہوتا ہے بلکہ چونکہ ایسے موقعوں پر
فتنہ کا واقع ہونا سہل ہے اس لئے اور زیادہ احتیاط کا حکم ہے مسئلہ علماء نے
فساد زمانیکو دیکھ کر بعض محرموں کو مثل نامحرموں کے قرار دیا ہے بوجہ انتظام و
احتیاط کے جیسے جوان خسر۔ اور جوان عورت کا داماد اور شوہر کا بیٹا اُسکی دوسری
بی بی سے اور دودھ شریک بھائی وغیرہم اہل تجربہ کو معلوم ہے جو کچھ ایسے علاقوں
میں فتنہ وفساد واقع ہو رہے ہیں مسئلہ جو شرعاً نامحرم ہو اُس کے روبرو سر اور بازو

اور پنڈلی وغیرہ بھی کھولنا حرام ہے اور اگر بہت ہی مجبور ہو مثلاً عورت کو ضروری کار و بار کے لئے باہر نکلنا پڑتا ہے۔ یا کوئی رشتہ دار کثرت سے گھر میں آتا جاتا رہتا ہے اور گھر میں تنگی ہے کہ ہر وقت کا پردہ نہیں نبھ سکتا ایسی حالت میں جائز ہے کہ اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک اور دونوں پاؤں ٹخنے کے نیچے تک کھولے رکھے اور اسکے علاوہ اور کسی بدن کا کھولنا جائز نہو گا پس ایسی عورتوں کو لازم ہے کہ سر کو خوب ڈھانکیں اور کرتہ بڑی آستین کا پہنیں پائجامہ غرارے دار نہ پہنیں اور ٹخنے اور کلائی نہ کھلنے پاویں اور اگر کوئی مجبوری نہو تو اتنا بھی ظاہر نہ کریں بلکہ گھر میں بیٹھیں اور بضرورت شرعی یا طبعی نکلیں تو برقع پہنیں جیسا شرفا میں معمول ہے گو بعض ناعاقبت اندیش اس پردہ کو اڑانا چاہتے ہیں اور اسکو خلاف شرع بتاتے ہیں۔ مگر واقع میں شرعاً و عقلاً یہ ماموریہ ہے۔ چنانچہ تفصیل مسئلہ پردہ کی بوجہ احسن رسالہ لطائف رشیدیہ مصنفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی میں لکھی ہے اور اس میں یہ مسئلہ نہایت بسط و وضاحت سے مذکور ہے جسکا جی چاہے اس میں دیکھ لے مسئلہ جس عضو کا ظاہر کرنا جایز نہیں جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اسکو مطلقاً دیکھنا حرام ہے گو شہوت بالکل نہو۔ اور جس عضو کا ظاہر کرنا اور نظر کرنا جائز ہے اس میں یہ قید ہے کہ شہوت کا اندیشہ نہو۔ اور اگر ذرا شک بھی ہو تو دیکھنا اسوقت حرام ہے اب یہاں سے سمجھئے کہ عجوزہ ضعیفہ جسکی طرف اصلاً احتمال رغبتہ کا نہو اسکا چہرہ تو دیکھنا جائز ہو گا مگر سر اور بازو وغیرہ دیکھنا جائز نہو گا بعضی عورتیں گھروں میں اسکی احتیاط نہیں کرتیں اپنے نامحرم رشتہ دار و نکے روبرو ننگے سر بے آستین کا کرتہ پہنے بیٹھی رہتی ہیں اور خود بھی گنہگار ہوتی ہیں اور مردوں کو بھی گنہگار کرتی ہیں مسئلہ جس عضو کا دیکھنا حرام ہے اگر علاج معالجہ کی ضرورت سے دیکھا جاوے جائز ہے۔ بشرطیکہ نظر اس سے نہ بڑھاوے مسئلہ جو شخص شرعاً

نامحرم ہے اُس کا اور عورت کا تنہا مکان میں ہونا حرام ہے اسی طرح اگر تنہائی نہ ہو
بلکہ دوسری عورت موجود ہو مگر وہ بھی نامحرم ہو تب بھی مرد کا اُس مکان میں ہونا جایز
نہیں البتہ اگر اُس عورت کا کوئی محرم یا شوہر یا اُس مرد کی کوئی محرم عورت یا زوجہ بھی
اُس مکان میں ہو تو مضایقہ نہیں مسئلہ جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں اسکو چھونا بھی
جائز نہیں اور جس عضو کا دیکھنا جائز ہے اور چھونے میں اندیشہ شہوت کا ہے
تو دیکھنا جائز ہوگا اور چھونا حرام ہوگا البتہ ضرورت علاج معالجہ کی مستثنےٰ ہے لیکن
حتی المقدور اپنے خیال کو ادھر اُدھر بانٹے رہے دل میں خیال فاسد نہ آنے دے
مسئلہ اگر قابلہ یعنی بچہ جنانے والی کافر ہو زچہ کو اُسکے روبرو جسقدر بدن کھولنے
کی ضرورت ہے اُسکا کھولنا بھی جایز ہوگا اس ملک کی عورتیں اکثر مہترانیوں کے
یا مالنوں کے آنے جانے میں اُس کی احتیاط نہیں کرتیں مسئلہ اگر قابلہ یعنی بچہ جنانے
والی کافر ہو زچہ کو اُسکے روبرو جسقدر بدن کھولنے کی ضرورت ہے اُس کا کھولنا
تو جایز ہے باقی سر اور بازو وغیرہ کھولنا ناجائز ہے مسئلہ نامحرم مرد و عورت میں
باہم ہمکلامی بھی بلاضرورت ممنوع ہے اور ضرورت میں بھی فضول باتیں نہ کرے
نہ ہنسے نہ مذاق کی کوئی بات کرے نہ اپنے لہجہ کو نرم کر کے گفتگو کرے مسئلہ گانیکی
آواز مرد کی عورت کو یا عورت کی مرد کو سننا دونوں ممنوع ہیں اس سے معلوم
ہوا کہ یہ جو بعض جگہ عادت ہے کہ بعضے رسمی واعظ مناجات یا قصیدہ آواز بنا کر عورتوں
کو سناتے ہیں یہ بہت بُرا ہے مسئلہ فقہانے نامحرم جوان عورت کو سلام کرنے یا
یا اُسکا سلام لینے سے منع کیا ہے مسئلہ مرد کا جھوٹا کھانا پینا عورت نامحرمہ کو اور
عورت کا جھوٹا نامحرم مرد کو جبکہ احتمال التذاذ کا ہو مکروہ ہے مسئلہ اگر نامحرم کا
لباس وغیرہ دیکھکر طبیعت میں میلان ہوتا ہو اُس کو بھی دیکھنا حرام ہے مسئلہ
جو لڑکی نابالغ ہو مگر اُسکی طرف مرد کو رغبت ہوتی ہو اُسکا حکم مثل عورت بالغہ کے ہے

مسئلہ جس طرح بری نیت سے نامحرم کی طرف نظر کرنا اُس کی آواز سننا اُس سے بولنا اُس کو چھونا حرام ہے اُسی طرح اُس کا خیال دل میں جمانا اور اُس سے لذت لینا بھی حرام ہے اور یہ قلب کا زنا ہے مسئلہ اسی طرح نامحرم کا ذکر کرنا۔ یا ذکر سننا یا اسکا فوٹو دیکھنا یا اُس سے خط وکتابت کرنا غرض جس ذریعہ سے خیالات فاسد پیدا ہوتے ہوں یہ سب حرام ہیں مسئلہ جس طرح مرد کو اجازت نہیں کہ نامحرم عورت کو بلا ضرورت دیکھے بھالے اسی طرح عورت کو بھی جائز نہیں کہ بلا ضرورت محرم کو جھانکے پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو عورتوں کی عادت ہے کہ دولہ کو یا برات کو جھانک جھانک کر دیکھتی ہیں یہ بہت بری بات ہے مسئلہ ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکتا ہو مثل برہنہ ہونیکے ہے حدیث میں ایسے کپڑے کی مذمت آئی ہے مسئلہ مرد کو عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں مسئلہ بجتا زیور جس کی آواز نامحرم کے کان میں جائے یا ایسی خوشبو جس کی مہک غیر محرم کے دماغ تک پہنچے استعمال کرنا عورتوں کو جائز نہیں یہ بھی بے پردگی میں داخل ہے اور جو زیور خود نہ بجتا ہو مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہو ایسے زیور میں یہ احتیاط واجب ہے کہ پاؤں زمین پر آہستہ رکھے تاکہ افشا نہو مسئلہ چھوٹی لڑکی کو بھی بجتا زیور نہ پہناوے مسئلہ پیر بھی اگر نامحرم ہو مثل دوسرے نامحرم مردوں کے ہے اسکے روبرو بیباکی آجانا بہت برا ہے البتہ اگر وہ بہت بوڑھا ہو مریدنی بہت بوڑھیا ہو تو صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے نیچے کھول دینا جائز ہے مگر باقی اعضا دکھلانا یا تنہائی میں اُسکے پاس بیٹھنا جائز نہیں ہے مسئلہ جس عضو کو حیات میں دیکھنا جائز نہیں بعد موت کے بھی جائز نہیں اور اسی طرح بدن کے جدا ہونیکے وقت بھی جائز نہیں اسی طرح زیر ناف کے بالوں کو یا عورت کے سر کے بالوں کو بھی اترنے یا ٹوٹنے کے بعد دیکھنا مرد کو جائز نہیں اس سے معلوم

ہوا کہ عورتیں جو کنگھی کر کے بالوں کو ویسے ہی پھینکدیتی ہیں کہ عام طور سے سب کی نگاہ سے گذرتے ہیں یہ جایز نہیں مسئلہ ہیجڑا یا خواجہ سرا یا عنیں سب کا حکم مثل نامحرم مرد کے ہے اسی طرح کی احتیاط اُن سے لازم ہے مسئلہ امرد یعنی بے ریش لڑکا بعض احکام میں مثل اجنبی عورت کے ہے یعنی وقت اندیشہ شہوت کے اُس کی طرف دیکھنا اس سے مصافحہ یا معانقہ کرنا اُسکے پاس تنہائی میں بیٹھنا اس کا گانا سننا یا اُسکے موجود ہوتے ہوئے گانا سننا یا اُس سے بدن دبوانا اس سے بہت پیار اخلاص کی باتیں کرنا یہ سب حرام ہے مسئلہ عورتوں کو پردہ کی وجہ سے سفر میں نماز قضا کرنا جائز نہیں اور نہ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنا درست ہے بلکہ چادر یا برقع پہنکر نیچے اترکر کے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا واجب ہے برقع کا پردہ ایسے وقت پر کافی ہے مسئلہ سفر میں اگر کوئی مرد محرم ہمراہ نہ ہو تو عورت کو سفر کرنا حرام ہے مسئلہ عورت کو مساجد یا مقابر میں جانا مکروہ ہے البتہ بہت بڑھیا کو مسجد میں حاضر ہونا جائز ہے مسئلہ بعضے لوگ جوان لڑکیوں کو اندھے یا بینا مردوں سے پڑھواتے ہیں سو یہ بالکل خلاف شریعت ہے ؛

فصل ہفتم

منجملہ ان رسوم کے بیوہ عورت کے نکاح ثانی کو عار سمجھنا ہے جس میں مسلمانان ہند اور شرفا خصوصاً مبتلا ہیں شرعاً و عقلاً جیسا نکاح اوّل ویسا نکاح ثانی۔ دونوں میں فرق سمجھنا محض بیوجہ ہے صرف کفار ہند کے اختلاط سے اور کچھ جائداد کی محبت سے یہ خیال فاسد جم گیا ہے جس کو بناء الفاسد علی الفاسد کہنا زیبا ہے مقتضائے ایمان اور عقل یہ ہے کہ جسطرح نکاح اوّل بے روک ٹوک کر دیتے ہیں اُسی طرح نکاح ثانی بھی کر دیا کریں اگر نکاح ثانی سے دل تنگ ہوتا ہے تو نکاح اول سے

کیوں نہیں ہوتا بلکہ اس کو عیب سمجھنے میں خوف کفر ہے کہ حکم شرعی کو باعث توہین وتحقیر
سمجھتا ہے ترویج نکاح ثانی میں کیوں کوشش کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ بعض حالات
میں تو نکاح ثانی بھی مثل نکاح اول کے فرض ہے مثلاً عورت جوان ہے قرائن سے طبیعت
میں تقاضا معلوم ہوتا ہے تجرد میں اندیشہ فساد ہے یا نان ونفقہ کی تنگی ہے اور افلاس
میں آبرو اور دین کے ضایع ہونیکا احتمال ہے تو بیشک ایسی عورت کا نکاح ثانی کرنا
فرض ہوگا اور اگر ایسی نہ بھی ہو تب بھی۔ چونکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جس عمل سے دل میں
تنگی اور انقباض پیدا ہو جاتا ہے اور اُس کو موجب عار و ننگ سمجھنے لگتے ہیں تو
تاوقتیکہ اُس عمل کو عام طور پر شایع نہ کیا جاوے وہ تنگی دل سے نہیں نکلتی اس لئے
اصل مقصود علماء کا تو یہی ہے کہ اس کو عیب نہ سمجھیں مگر چونکہ یہ موقوف ہے اُس کے
عمل میں لانے پر اس لئے ترویج عملی میں کوشش کرنا ضروری جانتے ہیں اور واقع
میں بھی ضروری ہے **فصل ہشتم** منجملہ اُن رسوم کے طالب علموں کا بڑے بڑے عہدوں
کے حاصل کرنے کیلئے باوجود ضایع ہونے دین کے انگریزی پڑھنا یا معقول و فلسفہ
میں دینیات سے زیادہ توغل وانہماک کرنا ہے چونکہ ان دونوں چیزوں کا ضرر
رساں ہونا تجربہ ومشاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے اس لئے داخل وعید قرآنی ہوکر
واجب المنع ٹھیرینگے قال اللہ تعالیٰ ویتعلمون ما لا یضرہم ولا ینفعہم ہرچند کہ محصلان
انگریزی یہ کہتے ہیں کہ انگریزی ایک زبان ہے اس میں کیا برائی ہے مگر یہ نہیں
سمجھتے کہ اس سے غایت مافی الباب خود اسکی اباحت ذاتی ثابت ہوتی ہے اور
بس لیکن مباح جب ذریعہ معصیت کا ہو جاوے یا بہ نیت ارتکاب معصیت
کے اُس کو اختیار کیا جاوے تب تو مباح معصیت ہو جاتا ہے مثلاً چلنا فی نفسہ
مباح ہے مگر جب بہ نیت چوری کرنے کے چلے عقلاً ونقلاً اس وقت یہ چلنا ضرور حرام
ہو جاوے گا اور ظاہر ہے کہ یہ جو بڑے بڑے پاس حاصل کئے جاتے ہیں ان سے

بجز اس کے کہ بڑے بڑے عہدے اور منصب جو بالکل خلاف شرع ہیں حاصل کئے
جاویں اور کوئی بھی غرض نہیں جب وہ معصیت ہیں تو کوئی زبان جب اُس کا ذریعہ
بنایا جاوے کیونکر معصیت نہ ہوگی تو اگر اُس میں اور مقاسد بھی نہ ہوتے جو کہ غالب الوقوع
ہیں جیسے کہ دین کی پرواہ نہ رہنا عقاید میں فساد آجانا نخوت و ترفع و تکبر و طول امل
کا پیدا ہو جانا وغیرہ وغیرہ اور ہر طرح سے دینیات کا پابند رہنا علم و عمل دونوں
درست رہتے تب بھی بوجہ نیت مذکورہ کے اس کی تحصیل حرام ہوتی اور جب سب جمع
ہوجاویں تب تو کچھ پوچھنا ہی نہیں البتہ اگر اپنی کارروائی روزمرہ کے لئے پڑھے
یا ضرورت دینیہ کیلئے پڑھے اس وقت یہ وجہ حرمت کی نہ رہیگی مگر اُس میں کسی پاس
وغیرہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں صرف استعداد کافی ہے اگر کوئی شخص ایسا
دعوی کرے تو اُسکے صدق و کذب کا معیار و امتحان یہی ہے کہ اگر پاس حاصل کرنے کی
کوشش نہ کرے تو سچا ہے ورنہ جھوٹا اسی طرح معقولات کے توغل سے اکثر فساد عقیدہ
اور نخوت و کبر و عدم مبالاۃ فی الدین وغیرہ یہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اس عارض کی
وجہ سے کہ شل لازم ہے وہ بھی حرام ہوگا اگر یہ امور بھی نہوں تو اکثر نیت اُسکی تحصیل
مباہاۃ و حصول جاہ ہوا کرتا ہے کہ کوئی شخص ناقص التحصیل سمجھکر حقیر نہ جانے تو
اس حالت میں ذریعہ معصیت ہونے سے معصیت ہو جاوے گا البتہ اگر ان سب
غوائل سے پاک ہو مضائقہ نہیں مگر قدر ضروری پر اکتفا کرنا واجب ہوگا **فصل نہم**
منجملہ ان رسوم کے بعض مصنفین اور اہل مطابعہ کا حق تالیف یا تحشیہ بیچنا یا خریدنا یا رجسٹری
کرنا ہے چونکہ حق محض شرعاً مملوک نہیں جیسا کہ اہل حدیث و فقہ پر ظاہر ہے اسلئے
اُس میں کوئی تصرف مالکانہ کرنا اور دوسروں کو اُس سے منتفع ہونے سے روکنا
سب حرام اور معصیت ہے فرمایا اللہ تعالی نے کہ مت کھاؤ اپنے مالوں کو اپنے آپس
میں غیر مشروع طریقے سے **فصل دہم** منجملہ ان رسوم کے اکثر تاجروں اور ثقہ لوگوں کا

بلکہ بعض اہل علم واہل فقر کا کھیل تماشوں کے مجمع میں تفریح کے لئے چلا جانا ہے مثل گھوڑدوڑ
اکھاڑہ کشتی ونمایش گاہ ومیلہ ہنود یا تھیٹر وغیرہ ہونا ایسے مجمعوں میں اکثر امور خلاف
شرع واقع ہوتے ہیں ڈھول نقارہ وغیرہ سے خالی نہیں ہوتے بازارعورتوں کی آمدورفت
سے پاک نہیں ہوتے گھوڑدوڑ میں قمار بھی ہوتا ہے کشتی میں گھٹنا-ران-پہلوانوں کے
کھلے ہوتے ہیں میلہ کفار میں تو کفریات کا اجتماع محتاج بیان نہیں اس لئے ایسے مجمعوں
میں جانا معاصی وکفریات کی تائید اور ترویج کرنا اور مجمع فسق وکفر کو بڑھانا ہے حدیث میں ہے
جو شخص بڑھادے مجمع کسی قوم کا وہ انہی میں ہے-یہی ہے حتی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ نے
صحابہ کو لب سڑک بیٹھک مقرر کرنے سے منع فرمایا تھا کیونکہ ایسے مواقع میں آدمی معصیت
سے بچ نہیں سکتا اسی طرح قرب قیامت میں ایک لشکر کے دھنسنے کی حضور صلے اللہ علیہ
وسلم نے خبر سنائی جو خانہ کعبہ کی اہانت کے لئے آتا ہوگا حضرت ام سلمہ رض نے دریافت
کیا کہ یارسول اللہ اُن میں تو دوکاندار لوگ بھی ہونگے آپ نے فرمایا کہ اُسوقت سب دھنس
جاوینگے تاجر وشاید تم ضرورت کا عذر کرتے تو یہ حدیث سن لو اور اللہ خیر الرازقین آیت
قرآنی پڑھکر اپنی تسلی کرلو باب سوم اُن رسوم کے بیان میں جنکو عبادت سمجھ کر کیا
جاتا ہے اور اسمیں بھی چند فصلیں ہیں فصل اول منجملہ ان رسوم کے مولد شریف کی محفل
ہے اس کی تین صورتیں ہیں اور ہر ایک کا جدا حکم ہے پہلی صورت وہ محفل جسمیں قیود
مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہ ہو نہ قید مباح نہ قید مکروہ سب قیود سے مطلق ہو
مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہوگئے کسی نے اُن کو اہتمام کرکے نہیں بلایا یا کسی اور مباح ضرورت
سے بلائے گئے تھے اس مجمع میں خواہ کتاب سے یا زبانی حضور پرنور سرور عالم فخر
آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات ولادت شریفہ ودیگر اخلاق وشمائل ومعجزات و
فضائل مبارکہ صحیح صحیح روایات سے بیان کردیا گیا اور اثناء بیان میں اگر ضرورت امر
بالمعروف بیان احکام کے دیکھی جاوے تو اس میں بھی دریغ نہیں کیا گیا یا ۱۲ ہیں

اجتماع استماع وعظ واحکام کیلئے ہو اور اُسکے ضمن میں اُن وقائع شریفہ وفضایل کا بیان بھی آگیا یہ وہ صورت ہے کہ بلا نکیر جائز بلکہ مستحب وسنت ہے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حالات وکمالات اسی طریق سے بیان فرمائے ہیں اور آگے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُن کو روایت کیا جس کا سلسلہ محدثین میں آجتک بفضلہ تعالیٰ جاری ہے اور تابقائے دین رہیگا۔ دوسری صورت وہ محفل جس میں قیود وغیر شروع موجود ہوں جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح ومعصیت ہیں مثلاً روایات موضوعہ خلاف واقع بیان کی جاویں یا خوشرو وخوش الحان لڑکے اس میں غزل خوانی کریں یا رشوت یا سود وغیرہ کا حرام مال اُس میں خرچ کیا جاوے یا حد ضرورت سے زیادہ اُس میں روشنی وفرش وآرایش مکان وغیرہ کا تکلف کیا جاوے یا لوگوں کو جمع کرنیکا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جاوے کہ اُسقدر اہتمام نماز وجماعت ووعظ کے لئے بھی نہ ہوتا ہو یا نثر یا نظم میں حضرت حق تعالےٰ شانہ یا حضرت انبیاء علیہم السلام یا حضرات ملائکہ علیہم السلام کی توہین وگستاخی صراحۃً یا اشارۃً کی جاوے یا اُس مجمع میں جانے سے نماز یا جماعت فوت ہو جاوے یا وقت تنگ ہو جاوے یا اُسکا قوی احتمال ہو یا بانی مجلس کی نیت شہرت وتفاخر کی ہو یا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو وہاں حاضر ناظر جانا جاوے یا اور کوئی امر اسی قسم کا خلاف شرع اُسمیں پایا جاوے یہ وہ صورت ہے جو اکثر عوام وجہلا میں شایع وذایع ہے اور شرعاً بالکل ناجائز وگناہ ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے جھوٹ بولا مجھپر جان کر پس اُسکو اپنا ٹھکانا دوزخ میں ڈھونڈ لینا چاہیئے اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو جھوٹ بولنے کیلئے یہ کافی ہے کہ جو سنا کرے اسکو بیان کر دیا کرے روایت کیا اُس کو مسلم نے ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ روایات کے بیان کرنے میں بڑی احتیاط کرنا چاہیئے بدون علم وتحقیق کے بیان کرنا گناہ ہے خصوصاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط امر کا

منسوب کرنا سخت ہی وبال ہے اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ گانا جماتا ہے نفاق کو قلب میں جسطرح جماتا ہے پانی زراعت
کو روایت کیا اسکو بیہقی نے اس حدیث سے گانے کی مذمت معلوم ہوئی بالخصوص
جہاں احتمال فتنہ کا ہو جیسے کہ خوشرو عورت کا گانا اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے
کہ بیشک اللہ تعالےٰ پاک ہیں نہیں قبول کرتے مگر پاک حلال مال کو اور اسی روایت میں
ہے کہ ایک شخص بڑا سفر دراز کرے اور اُسکے بال بھی پریشان ہیں اور بدن ولباس
بھی میلا ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بڑھا بڑھا کر یارب یارب کرتا ہے
(یعنی تمام سامان قبولیت دعا کے بظاہر مجتمع ہیں) مگر ساتھ ہی اُس کے یہ ہے کہ اُس
کا کھانا حرام اور پانی حرام اور لباس حرام اور حرام ہی سے غذا دیا گیا پس ایسے شخص
کی دعا کب قبول ہو روایت کیا اس کو مسلم نے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کیسے ہی
خلوص سے کوئی عبادت کرے مگر حرام مال سے سب اکارت ہو جاتا ہے بلکہ حرام مال
لگانے کا گناہ اُسکے اوپر چور ہتا ہے وہ جدا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تم اسراف
مت کرو اور فرمایا کہ بیشک فضول اُڑانیوالے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے
رب کا ناشکر ہے جس صرف میں کوئی مشروع غرض نہ ہو وہ سب اس میں داخل ہو گیا
خواہ روشنی ہو یا اور تکلفات ہوں لباس ووضع غیر مشروع کے باب میں جو حدیثیں
آئی ہیں وہ باب اول میں مذکور ہو چکی ہیں حاجت اعادہ کی نہیں ہے حضرت خدیفہ رضہ
سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اُس ذات پاک
کی کہ جان میری اُسکے قبضہ میں ہے کہ تم لوگ یا تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے
رہو نہیں تو عنقریب بھیجیگا اللہ تعالیٰ تمپر عذاب اپنے پاس سے پھر تمہاری یہ حالت
مردودیت کی ہو جاویگی کہ تم اُس سے دعا کروگے اور قبول نہوگی روایت کیا اس
کو ترمذی نے حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کسی

ختنہ میں بلائے گئے آپ نے انکار فرمایا کسی نے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ پیغمبر
خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم لوگ ختنہ میں نہیں جاتے تھے اور نہ اُس
کے لئے بلائے جاتے تھے روایت کیا اس کو احمد نے اس سے معلوم ہوا کہ جس کام کے
لئے لوگوں کو بلانا سنت سے ثابت نہیں اُس کے لئے بلانیکو صحابی نے ناپسند فرمایا
اور جانے سے انکار کیا اور راز اس میں یہ ہے کہ بلانا دلیل ہے اہتمام کی تو شریعت
نے جس امر کا اہتمام نہیں کیا اس کا اہتمام کرنا دین میں ایجاد کرنا ہے اسی وجہ سے
حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو جب مسجد میں چاشت کی نماز کے لئے مجتمع دیکھا تو براہ
انکار اُسکو بدعت فرمایا اور اسی بنا پر فقہا نے جماعت نافلہ کو مکروہ کہا ہے اور حضرت
حق تعالیٰ اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کی گستاخی کا مذموم و کفر ہونا محتاج
بیان نہیں کون مسلمان اسکا منکر ہے گو بہت سے جاہل شاعر اس میں مبتلا ہیں
نہ ایسے اشعار کا تصنیف کرنا جائز نہ اُن کا پڑھنا اور سننا جائز اسی طرح نماز یا
جماعت یا وقت کا ضایع کرنا ظاہر ہے کہ حرام ہے اور جو ذریعہ گناہ کا ہو وہ بھی گناہ
ہوتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں عشا کے بعد باتین کرنے سے ممانعت آئی
ہے اور اُسکی وجہ شراح حدیث نے یہی لکھی ہے کہ اس سے صبح یا تہجد کی نماز میں
خلل پڑے گا اسی طرح نمایش اور فخر کا حرام ہونا سب جانتے ہیں اور ذریعہ حرام
کا حرام ہی ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے گا اللہ تعالے اُسکو
قیامت کے دن ذلت کا لباس پہناویں گے اور حدیث میں ہے کہ تھوڑا اسا ریا
بھی شرک ہے اور حاضر اور ناظر ہونا موقوف ہے علم و قدرت پر سو چونکہ حق تعالیٰ
کا علم و قدرت دونوں کامل ہیں اس لئے وہ ہر زمان و مکان میں حاضر و ناظر ہیں
یہ اعتقاد حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا اور انبیاء اور اولیاء کے
ساتھ کرنا اگر اس بناء پر ہے کہ آپ کے لئے علم و قدرت ذاتی ثابت کرتا ہے جیسا کہ

بعض جہلاء کا عقیدہ ہے تب تو یہ شرک ہے گو اللہ تعالیٰ سے کم ہی سمجھتا ہو کیونکہ مشرکین
عرب بہ نص قرآنی مشرک ہیں اور یہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہے کہ وہ اپنے آلہہ کو
اللہ تعالیٰ کی برابر نہ سمجھتے تھے اور اگر یوں جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اطلاع اور اذن
دیتا ہے تو شرک تو نہیں ہے مگر بلا حجت شرعیہ گناہ ضرور ہے اس لئے کہ جھوٹ
سب جانتے ہیں کہ حرام ہے اور جھوٹ جیسا زبان سے ہوتا ہے دل سے بھی ہوتا
ہے مگر اصل تو دل ہی میں ہوتا ہے وہاں سے زبان پر آتا ہے حتیٰ کہ بدگمانی کہ محض
فعل قلب ہے اسکی نسبت حق تعالیٰ نے ان بعض الظن اثم فرمایا ہے اور حدیث
میں فان الظن اکذب الحدیث آیا ہے غرض ان امور ناجایز سے وہ مجلس بھی
ناجائز ہوتی ہے اور اُس میں شرکت درست نہیں ہوتی اور آجکل اکثر ایسی ہی مجلسیں
ہوتی ہیں کہ اُن میں اگر کُل امور ناجائز نہیں ہوتے تو بعض تو غالباً ضرور ہوتے
ہیں اور مجلس کے ناجایز ہونیکے لئے ایک امر ناجایز بھی کافی ہے جیسا کہ ظاہر ہے
تیسری صورت وہ محفل جس میں نہ تو پہلی صورت کا سا اطلاق و بے تکلفی ہو اور
نہ دوسری صورت کی طرح اُسمیں قیود حرام ہوں بلکہ قیود تو ہوں مگر ایسے قیود ہوں
جو خود اپنی ذات میں مباح وحلال ہیں یعنی روایات بھی صحیح و معتبر ہوں بیان کرنیوالا
بھی ثقہ و دیندار ہو اور محل شہوت بھی نہو مال بھی اس میں حلال طیب صرف کیا جاوے
آرایش و زیبائش بھی حد اسراف تک نہ ہو حاضرین محفل کا لباس و وضع موافق
شرع کے ہو اور جو اتفاقاً کوئی خلاف شرع ہیئت سے حاضر ہو جاوے تو بیان
کرنیوالا بشرط قدرت امر بالمعروف سے دریغ نہ کرے اسی طرح حسب موقع اور ضروری
احکام بھی بیان کرتا جاوے اگر کچھہ نظم ہو تو قواعد موسیقی سے نہ ہو مضمون اُس کا
حد شرع سے متجاوز نہ ہو لوگوں کو بلانے اور اطلاع کرنے میں مبالغہ نہ ہو کسی
ضروری عبادت میں اُس مجمع میں حاضر ہونے سے خلل نہ پڑے بانی کی نیت

بھی خالص ہو محض امید برکت و محبت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اُس کا باعث ہو اور
اگر صیغہ ندا کسی کلام میں ہو تو قرائن قویہ سے اعتماد کامل ہو کہ حاضرین میں سے کوئی
ایسا کم فہم نہیں ہے جو آپ کو حاضر و ناظر و عالم الغیب سمجھیگا اور بھی جمیع منکرات
سے پاک ہو مگر اُس میں یہ امور بھی ہیں۔ شیرینی و قیام و فرش و ممبر و بخور و عطر اور مثل اُن
کے جو اپنی ذات میں خلاف شرع نہیں ہیں یہ وہ محفل ہے جو بہایت احتیاط والوں
میں شاید کہیں شاذ و نادر پائی جاتی ہو پس ایسی محفل نہ تو پہلی محفل کی طرح علی الاطلاق
جایز ہے اور نہ دوسری محفل کی طرح علی الاطلاق ناجایز ہے بلکہ اس کے ناجایز اور
جایز ہونے میں تفصیل ہے جو عنقریب معروض ہوتی ہے مگر قبل بیان اُس تفصیل
کے چند قواعد شرعیہ معروض ہوتے ہیں جو فہم تفصیل میں معین ہونگے **قاعدہ اول**
کسی امر غیر ضروری کو اپنے عقیدے میں ضروری اور موکد سمجھ لینا یا عمل میں اس کی پابندی
اصرار کے ساتھ اس طرح کرنا کہ فرائض و واجبات کی مثل یا زیادہ اس کا اہتمام ہو
اور اُسکے ترک کو مذموم و تارک کو قابل ملامت و شناعت جانتا ہو یہ دونوں
امر ممنوع ہیں کیونکہ اس میں حکم شرعی کو توڑ دینا ہے اور تقئید و تعین و تخصیص و
التزم و تحدید و غیرہ اسی قاعدہ اور مسئلہ کے عنوانات و تعبیرات ہیں اللہ تعالی نے
فرمایا کہ جو شخص تجاوز کریگا اللہ تعالی کی حدوں سے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں حضرت
عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ تم میں ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنی نماز میں شیطان
کا حصہ مقرر نہ کرے وہ یہ کہ نماز کے بعد داہنے طرف سے پھرنے کو ضروری سمجھنے
لگے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں جانب سے بھی پھرتے
دیکھا ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے طیبی شارح مشکوٰۃ نے کہا ہے
کہ اس حدیث سے یہ بات نکلی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اصرار کرے اور اُسکو
عزیمۃ اور ضروری قرار دے لے اور کبھی رخصت پر یعنی اُسکے دوسری شق مقابل پر

عمل نہ کرے تو ایسے شخص سے شیطان اپنا حصہ گمراہ کرنے کا حاصل کر لیتا ہے پھر ایسے شخص کا تو کیا کہنا ہے جو کسی بدعت یا امر منکر یعنی خلاف شرع عقیدہ یا عمل پر اصرار کرتا ہو صاحب مجمع نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلی کہ امر مندوب بھی مکروہ ہو جاتا ہے جب یہ اندیشہ ہو کہ یہ اپنے رتبہ سے بڑھ جاویگا اسی بنا پر فقہاء حنفیہ نے نمازوں میں سورت مقرر کرنے کو مکروہ فرمایا ہے خواہ اعتقاداً پابندی ہو یا عملاً فتح القدیر نے اس تعلیم کی تصریح کر دی ہے اور مسلم میں ہے فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ مت خاص کرو شب جمعہ کو شب بیداری کے ساتھ اور شبوں میں سے اور مت خاص کرو یوم جمعہ روزہ کے ساتھ اور ایام میں سے ہاں اگر اس کے کسی معمولی روزہ میں جمعہ ہی آپڑے تو وہ اور بات ہے **قاعدہ دوم** فعل مباح بلکہ مستحب بھی کبھی امر غیر مشروع کے ملجانے سے غیر مشروع و ممنوع ہو جاتا ہے۔ جیسے دعوت میں جانا مستحب بلکہ سنت ہے لیکن وہاں اگر کوئی امر خلاف شرع ہو اُس وقت جانا ممنوع ہو جاوے گا جیسا احادیث میں آیا ہے اور ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے اور اسیطرح نفل پڑھنا مستحب ہے مگر اوقات مکروہہ میں ممنوع و گناہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ امر مشروع بوجہ اقتران[1] وانضمام غیر مشروع کے غیر مشروع ہو جاتا ہے **قاعدہ سوم** چونکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ضرر سے بچانا فرض ہے اس لیے اگر خواص کے کسی غیر ضروری فعل سے عوام کے عقیدے میں خرابی پیدا ہوتی ہو تو وہ فعل خواص کے حق میں بھی مکروہ و ممنوع ہو جاتا ہے خواص کو چاہیئے کہ وہ فعل ترک کر دیں حدیث شریف میں قصہ آیا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل فرمانے کا ارادہ کیا مگر اس خیال سے کہ جدید الاسلام لوگوں کے عقیدے میں فتور اور قلوب میں خلجان پیدا ہوگا اور خود بنا کے اندر داخل ہونا کوئی امر ضروری تھا نہیں۔ اس لئے آپ نے اس قصد کو ملتوی فرما دیا اور تصریحاً یہی وجہ ارشاد فرمائی حالانکہ بناء کے اندر داخل فرما دینا مستحسن تھا

[1] اقتران - ملنا

مگر ضرر عوام کے اندیشہ سے اس امر مستحسن کو ترک فرما دیا اور ابن ماجہ میں حضرت ابو عبداللہ کا قول ہے کہ اہل بیت کو اول روز طعام دینا سنت تھا۔ مگر جب لوگ اس کو رسم سمجھنے لگے پس متروک و ممنوع ہو گیا دیکھئے خواص نے بھی عوام کے دین کی حفاظت کے لئے اُس کو ترک کر دیا حدیثوں میں سجدۂ شکر کا فعل وارد ہے۔ مگر فقہا حنفیہ نے حسب قول علامہ شامی اس لئے مکروہ کہا کہ کہیں عوام اس کو سنّت مقصودہ نہ سمجھنے لگیں اور عالمگیری میں ہے کہ یہ جو لوگ نمازوں کے بعد کیا کرتے ہیں مکروہ ہے اس لئے کہ جاہل لوگ اس کو سنت او واجب سمجھنے لگیں گے اور جس فعل مباح سے یہ نوبت آجاوے وہ مکروہ ہو جاتا ہے البتہ اگر وہ فعل خود شرعاً ضروری ہے تو اُس فعل کو ترک نہ کرینگے اُس میں جو مفاسد پیدا ہو گئے ہیں اُن کی اصلاح کر دی جاویگی مثلاً جنازہ کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت ہو تو اس امر مکروہ کے اقتران سے جنازہ کی ہمراہ جانا ترک نہ کریں گے خود اس نوحہ کو منع کرینگے کیونکہ وہ ضروری امر ہے اس عارضی کراہت سے اُس کو ترک نہ کیا جاوے گا۔ بخلاف قبول دعوت کے کہ وہاں امر مکروہ کے اقتران سے خود دعوت کو ترک کر دیا۔ کیونکہ وہ ضروری امر نہیں علامہ شامی نے ان مسئلوں میں بھی فرق لکھا ہے **قاعدہ چہارم** جس امر میں کراہت عارضی ہو اختلاف ازمنہ وامکنہ و اختلاف تجربہ و مشاہدہ اہل فتویٰ سے اُس کا حکم مختلف ہو سکتا ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ ایسے امر کو ایک زمانہ میں جایز کیا جاوے اُس وقت اُس میں وجہ کراہت کی نہیں تھی اور دوسرے زمانہ میں ناجایز کہدیا جاوے اُس وقت علت کراہت کی پیدا ہو گئی۔ یا ایک مقام پر اجازت دی جاوے دوسرے ملک میں منع کر دیا جاوے اس فرق مذکور کے سبب یا ایک وقت اور ایک موقع پر ایک مفتی جایز کہے اور اُس کو اطلاع نہیں کہ عوام نے اس میں اعتقادی یا عملی خرابی کیا کیا پیدا کر دی

ہیں دوسرا مفتی ناجایز کہے کہ اُس کو اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے عوام کے مبتلا ہونیکا علم ہوگیا ہے تو واقع میں یہ اختلاف ظاہری ہے حقیقی نہیں اور تعارض صوری ہے معنوی نہیں حدیث وفقہ میں اس کے بیشمار نظایر مذکور ہیں۔ دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مساجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی اُس وقت فتنہ کا احتمال نہ تھا اور صحابہ نے بدلی ہوئی حالت دیکھکر ممانعت فرمادی اسیطرح امام صاحب وصاحبین کے بہت سے اختلافات اسی قبیل کے ہیں۔

قاعدہ پنجم اگر کسی امر خلاف شرع کرنے سے کچھ فایدے اور مصلحتیں بھی ہوں جن کا حاصل کرنا شرعًا ضروری ہو یا اُس کے حاصل کرنے کے اور طریقے بھی ہوں اور ایسے فایدوں کے حاصل کرنے کی نیت سے وہ فعل کیا جاوے یا اُن فائدوں سے مرتب دیکھکر عوام کو اُس سے نہ روکا جاوے یہ بھی جایز نہیں نیک نیت سے مباح تو عبادت بن جاتا ہے اور معصیت مباح نہیں ہوتی خواہ اس میں ہزار مصلحتیں اور منفعتیں ہوں نہ اُس کا ارتکاب جایز نہ اُس پر سکوت کرنا جایز اور یہ قاعدہ بہت ہی بدیہی ہے مثلاً اگر کوئی شخص اس نیت سے غصب وظلم کرے کہ مال جمع کرکے محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کرینگے تو ہرگز ہرگز غصب وظلم جایز نہیں ہوسکتا خواہ لاکھوں فایدے اُس پر مرتب ہونے کی امید ہو جب یہ قواعد ومقدمات سمجھ میں آگئے تو اب تیسری صورت کے جواز وناجواز کی تفصیل سننا چاہیئے وہ یہ ہے کہ یہ قیود مذکورہ چونکہ فی نفسہ امر مباحہ میں سے ہیں اس لئے اُن کی ذات میں کوئی خرابی نہیں نہ اُن کی وجہ سے محفل میں کوئی ذاتی ممانعت لیکن اس وجہ سے اگر کوئی فساد وخرابی لازم آنے لگے تو اُس وقت ان امور اور اُس محفل کو اس عارض کی وجہ سے ممنوع وناجایز کہا ویگا۔ اور اگر کسی قسم کی کوئی خرابی لازم نہ آوے تو وہ امور بھی بحال خود مباح رہیں گے چنانچہ قاعدہ دوم سے یہ حکم واضح ہے اب

دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ آیا ہمارے زمانہ میں اِن مباحات کی وجہ سے کوئی خرابی لازم آرہی ہے یا نہیں اگر لازم آتی ہوئی دیکھو اُس محفل کو منع سمجھو ورنہ جایز اور یہ امر تجربہ و مشاہدہ سے بخوبی بلا تردد معلوم ہوسکتا ہے اس میں کوئی بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں سو راقم کا جو کئی سال کا تجربہ ہے اُس کی رو سے عرض کیا جاتا ہے کہ بلا شک اکثر بلکہ قریب قریب کل عوام ان قیود کو موکد و ضروری و لوازم مجلس سے جانتے ہیں اور مثل ضروریات دین کے بلکہ اُس سے بدرجہا زاید ان کے ساتھ عملدرآمد کرتے ہیں چنانچہ ان کے کرنے میں جس قدر اہتمام ہوتا ہے نماز جمعہ و جماعت میں اُس کا عشر عشیر بھی نہیں دیکھا جاتا اور ان کے ترک سے جس قدر ناگواری ہوتی ہے فرایض و واجبات کے ترک سے ہرگز ہرگز نہیں ہوتی بلکہ خود ترک کرنا تو بہت ہی بعید ہے اگر کوئی دوسرا شخص انکار کرے تو ورکنار اگر ترک بھی کردے تو اُس پر طعن و لعن حد سے زیادہ ہوتا ہے کفار و مبتدعین و فساق سے زیادہ اُس کے مخالف اور آمادہ ایذا رسانی و بدزبانی ہوجاتے ہیں جب عوام نے اپنے اعتقاد و عمل سے ان امور کی یہاں تک نوبت پہنچادی کہ فرض و واجب سے بھی زیادہ اُن کی شان بڑھادی تو لاریب اس التزام و اصرار کی وجہ سے یہ امور مکروہ و ممنوع ہوجاوینگے جیسا کہ قاعدہ اول میں ثابت ہوچکا ہے۔ جب یہ امور ممنوع ہوئے تو ان کے ملنے سے وہ محفل بھی غیر مشروع اور ممنوع ٹھیریگی جیسا کہ قاعدہ دوم میں بیان کیا گیا اور گو کسی خاص فہیم شخص کا یہ عقیدہ فاسد نہو اور وہ ان امور کو موکد نہ سمجھتا ہو اور نہ تارک کو قابل ملامت و نفرت جانتا ہو۔ گو اس وقت میں ایسے لوگ عنقا صفت ہیں لیکن فرضاً اگر کوئی ہو بھی تو غایت مافی الباب وہ اپنے فساد عقیدے و عمل کے گناہ سے بچگیا مگر اُس کے کرنے سے اگر دوسرے فاسد الاعتقاد و فاسد العمل لوگوں کو سہارا لگا۔ ان کے فعل کو تقویت و تائید پہنچی تو

اُن کے فعل مکروہ کے ترویج و تائید کے الزام سے یہ شخص کیسے بچ سکے گا۔ جیسا کہ
قاعدہ سوم میں مذکور ہوچکا ہے خلاصہ یہ کہ جہاں یہ مفاسد مذکورہ نہوں گو اس
کی توقع عوام کی حالت پر نظر کرنے سے بہت ہی مفید ہے لیکن اگر فرضاً کسی وقت
یا کسی موقع پر ایسا ہو تو وہاں اجازت دیجاویگی مگر اس وقت اجازت کے فعل میں بھی
ضرور ہوگا کہ ان قیود کو جس طرح عقیدتاً غیر موکد سمجھیں اسیطرح اپنے عمل سے بھی
ان کا موکد نہونا بار بار ظاہر کرتے رہیں مثلاً کبھی شیرینی تقسیم کردیں کبھی نقد یا غلہ
یا کپڑا مساکین کو خفیۃً دیدیں اور کبھی جب گنجایش نہو یا محض رخصتِ شرعی پر عمل
کرنے کے لئے کچھ بھی نہ دیا کریں کبھی اثناے بیان فضایل و شمایل نبویہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام والتحیۃ میں اگر شوق و وجد غالب ہوجاوے کھڑے ہوجاویں پھر اس
میں کسی خاص موقع کی تعین کی کوئی وجہ نہیں جب کیفیت غالب ہو خواہ اول
میں یا اوسط میں یا آخر میں اور خواہ تمام بیان میں ایک بار یا دو چار بار اور جب
یہ غلبہ نہو بیٹھے رہا کریں کبھی باوجود غلبہ کے اسیطرح ضبط کرکے بیٹھے رہیں اور نہ
محفل مولد کی تخصیص کریں اور اگر اور موقع پر بھی حضور کے ذکر سے غلبہ و شوق
ہو وہاں بھی گاہ گاہ کھڑے ہوجایا کریں علی ہذا القیاس سب قیود مباحہ کے ساتھ یہی
عمل رکھیں تو اس طرح کی محفل گو سلف صالحین سے منقول نہیں مگر بوجہ مخالف نہونے
قواعد شرعیہ کے ممنوع بھی نہ کہی جاویگی یہ حکم ہے صورت سوم کا باعتبار فتویٰ کے
لیکن مصلحتِ انتظامِ دین کا مقتضا یہ ہے کہ اس سے بھی احتیاط رکھیں کیونکہ یہ خود نہ تو
ضروریات دین سے ہے نہ کسی ضرورت دینی کا موقوف علیہ ہے اور ایک بار یہی ہیئت
اجتماعیہ مباحہ مفضی الی المفاسد ہو بھی چکی ہے جیسا پیش نظر ہے اور جہل روز بروز غالب
ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے مرتبہ تقوے احتیاط ہی میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم
اب بعض لوگوں کے کچھ شبہات کا مختصر جواب لکھا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ

ترویج: رواج دینا

شریف تو خود حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ورنہ ہم تک روایت کیونکر پہنچتی جواب اس کا یہ ہے کہ جو منقول ہے وہ پہلی صورت ہے اور گفتگو صورت سوم میں ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ بڑے بڑے علما مثل سیوطی و ابن حجر و علی قاری وغیرہم نے اس کا اثبات کیا ہے جواب یہ ہے کہ اوّل تو اُس وقت بھی بعض علمانے اُن کے ساتھ اختلاف کیا تھا۔ اور قطع نظر اس سے یہ کہ ان کے زمانے میں مفاسد مذکورہ پیدا نہ ہوئے تھے اس وقت انھوں نے اثبات کیا اب مفاسد پیدا ہو گئے وہ حضرات بھی اگر اس زمانہ میں ہوتے اور ان مفاسد کو ملاحظہ فرماتے تو خود منع فرماتے اس لیے اب نفی کی جاتی ہے۔ جیسا قاعدہ چہارم لکھا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ علماے حرمین اس کے جواز پر اتفاق رکھتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اول تو اتفاق غیر مسلم پھر یہ کہ اُن کے فتوؤں میں قیود مباحہ کو فی نفسہا جایز لکھا ہے جس محفل کو جن عقائد و مفاسد کی وجہ سے ہم روک رہے ہیں اُن مفاسد کا اظہار سوال میں کرنے کے بعد فتوے منگا دو اُس وقت تمہارا یہ شبہ معقول ہو سکتا ہے جب فتوے آجاوے گا اُس وقت جواب ہمارے ذمہ ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ کثرت سے علماء جواز کی طرف ہیں جواب یہ ہے کہ اول تو کسی نے دنیا بھر کی علما شماری نہیں کی دوسرے یہ کہ جس خرابی کی وجہ سے ممانعت کی جاتی ہے اُس خرابی کو کون سے علماء کثیر بلکہ قلیل نے جایز کیا ہے فتویٰ تو استفتا کے تابع ہوتا ہے۔ مستفتی اپنا عیب کب کھولتا ہے بلکہ ہر طرح اپنی خوش اعتقادی و خلوص کو جتلا کر پوچھتا ہے اُس کا جواب بجز جواز کے کیا ہو گا سو یہ فتوی حرمین یا دیگر علماء کثیر کے تحقیق مذکورہ بالا کو مضر نہیں ہے بعض کہتے ہیں کہ اس بہانہ سے غریب غربا کو خیر خیرات پہنچ جاتی ہے یا اس سے اسلام کی شوکت بڑھتی ہے ناواقف لوگوں کے کان میں کچھ مسایل پڑ جاتے ہیں سو اول تو خود یہ امر مسلم نہیں اکثر جگہ امیروں کو حصہ بٹتا ہوا اور غریبوں کو دھکے ملتے ہوئے دیکھا جاتا ہے اور ایسے سامانوں سے

جس کی خبر بعض وفات محلہ میں بھی نہیں ہوتی۔ کیا اہتمام اسلام کا متصور ہے اور احکام کا ذکر بھی نہیں آتا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے تو خیر خیرات اور اہتمام اسلام و تبلیغ احکام کے جب اور طریقے بھی مشروع ہیں تو غیر مشروع طریقے سے اُسکے حاصل کرنے کی اور ان کے حاصل کرنے کے لئے اِن نامشروع طریقوں کے اختیار کرنے کی شرعاً کب اجازت ہو سکتی ہے جیسا قاعدہ پنجم میں مذکور ہوا اور بھی شبہات اس کے قریب قریب ہیں جن کا جواب بعد ضبط کر لینے اصول مذکورہ کے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے یہ کلام تھا اِس مسئلہ مولد شریف میں جو بہت سلاست اور اختصار اور جامعیت کے ساتھ لکھنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اب امید ہے کہ اہل انصاف کو اس مسئلہ میں شبہ نہ رہیگا اور افراط و تفریط سے سب باز آوینگے اور علمائے مصلحین امت سے عداوت و بدگمانی اور اُن کی شان میں اہانت و بدزبانی گوارا نہ رکھیں گے اور شب و روز محبت و اتباع سنت نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم میں کوشش کرینگے۔ اللهم ارزقنا حبك وحب نبيك واتباع سنته و توفنا على ملته واحشرنا في زمرته صلى الله عليه وسلم

فصل دوم

منجملہ ان رسوم کے اولیاء اللہ کا عرس و فاتحہ مروجہ ہے جو کسی وقت میں بمصلحت ایصال ثواب بارواح بزرگان و استفادہ برکات اجتماع صلحاء شروع ہوا تھا مگر اب اُس میں بھی مثل و دیگر امور کے بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے۔ چنانچہ عرس میں تو یہ امور ہو گئے ۱ بعض جگہ تو خوب بازاری عورتوں کا ناچ ہوتا ہے جس کا حرام ہونا ظاہر ہے اور باب اول میں بھی بیان کیا گیا ہے خصوص قبور پر جو جگہ عبرت و تذکر موت و تذکرہ آخرۃ کی ہے پھر خاصکر قبور اولیاء پر جن کو اپنی حیات میں بول و براز سے زیادہ معاصی سے نفرت تھی ظاہر ہے کہ ایسے مجمع میں جانا لاریب فسق و معصیت ہے اگر کوئی شخص کہے کہ ہم تو بہ نیت زیارت جاتے

ہیں ہم کو ان منکرات سے کیا ضرر جواب یہ ہے کہ اول تو ممکن نہیں کہ مجمع فسق میں
جاوے اور ضرر نہو کچھ نہ کچھ میلان معصیت کی طرف یا چشم و گوش کا تلوث ضرور
ہی ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ زیارت دوسرے وقت بھی ہوسکتی ہے تیسرے زیارت
کچھ فرائض وواجبات سے نہیں فرض وواجب کے ادا کرنے میں اقتران معصیت
پر نظر نہیں کی جاتی ہے اور مباح بلکہ مستحب میں اگر ایسا اتفاق ہو تو خود اُس مستحب
کو ترک کردینا واجب ہے جیسا ابھی فصل اول کے قاعدہ دوم میں ذکر ہوچکا ہے
پھر یہ کہ اس کی حرکت سے دوسروں کو ضرر ہوتا ہے اور اہل معصیت کے فعل کی
تائید ہوتی ہے اسوجہ سے بھی اس سے بچنا ضروری ہے جیسا کہ فصل اول کے
قاعدہ سوم میں بیان ہوچکا ہے ۲؎ بعض جگہ بازاری عورتیں نہیں ہوتیں اور بجائے
اُن کے قوال اور معازف ومزامیر ہوتے ہیں ایسے سماع کے متعلق اس عاجز نے
ایک رسالہ حق السماع مفصل طور پر لکھا ہے اس میں آداب اور شرائط سماع کے اور
جو جو اُس میں مفاسد ہوگئے ہیں اُن سب کا ذکر بالتفصیل کیا ہے جس سے یہ بات
ثابت ہوچکی ہے کہ اس زمانے کے مجالس سماع حسب اقوال آئمہ تصوف ہرگز ہرگز جائز
نہیں ۳؎ بعض جگہ یہ قصہ بھی نہیں ہوتا صرف معین تاریخ پر اجتماع اور قرآن خوانی
وتقسیم طعام یا شیرینی ہوتا ہے اور بس اور ایسے عرس کو اس زمانے میں مشروع عرس
سمجھتے ہیں مگر اس میں بھی وہی خرابی اصرار وتعین والتزام مالایلزم وغیرہا کے یقیناً
موجود ہیں جس کی وجہ سے عوام کے عقاید بھی فاسد ہوتے ہیں اور بعض اوقات مہتمم
عرس کو اس کے انجام دینے کے لئے قرض لینا پڑتا ہے گو سودی ہی کیوں نہ ملے
پھر حاضرین عرس کی دست نگری کرتا ہے کہ اُن سے نذرانہ وصول ہو تو یہ قرض
ادا کیا جاوے بلاضرورت قرض لینا خاص کر سودی اور لوگوں کے ہاتھ کو تکنا
جس کا منشاء حرص وطمع ہے ظاہر ہے کہ شرعاً اور عقلاً سخت مذموم ہے حدیث

میں اس دستِ نگری کی نسبت آیا ہے وما لا فلا تتبعہ نفسک یعنی جو چیز تمہارے ہاتھ نہ آوے اپنے جی کو اس کے پیچھے مت ڈالو اور اصرار و التزام وغیرہ کا غیر مشروع ہونا فصل اول کے قاعدہ اول میں بیان ہو چکا ہے جس کی وجہ سے وہ مجلس بھی غیر مشروع ہو جاویگی جیسا قاعدہ دوم میں بیان ہوا اور اس عذر کا جواب اسی فصل کے آغاز میں ہو چکا ہے کہ کوئی شخص کہنے لگے کہ ہماری نیت تو اچھی ہے ہم کو دوسروں کے عقیدے فاسدہ سے کیا بحث ہے البتہ افادہ و استفادہ اہل قبور بطریق مشروع شریعت میں مستحسن ہے اسکا طریق یہ ہے کہ گذر گاہ ان مزارات پر حاضر ہوا کرے اور جو کچھ توفیق ہو پڑھکر بخشدے اور اپنی موت کو یاد کرے اور اگر صاحب نسبت ہے اور دل چاہے تو حسب طریقہ معمولہ اہل تصوف اُن سے استفادہ برکات کا کرے اور اگر عبادت مالیہ کا اُن کو ثواب بخشنا ہو تو اپنے گھر پر حسب توفیق پکا کر کھلا کر یا نقد و غلہ وغیرہ مساکین کو خفیہ دیکر اُن کی روح کو بخشدے نہ تاریخ معین کرنے کی حاجت ہے اور نہ شہرت دینے کی اسی طرح زمانہ عرس بلکہ غیر عرس میں اولیاء اللہ کے مزارات پر چادریں ڈالتے ہیں چونکہ وہ اور اسراف ہے اور عوام کا جو اس میں اعتقاد ہے وہ تو بالکل شرک ہے پھر غضب یہ کہ اس کی نذر و منت مانی جاتی ہے بعض لوگ دور دراز سے سفر کر کے اپنے بچوں کا چلہ چھٹی وہاں کرتے ہیں اور یہ نذر پوری کرتے ہیں بعضے آسیب اتروانے کے لئے آتے ہیں اور عقائد فاسدہ میں مبتلا ہوتے ہیں بعضے طواف و سجدہ کرتے ہیں بعضے وہاں چراغ روشن کرتے ہیں قبریں پختہ بناتے ہیں قرآن و حدیث سے صاف صاف ان سب امور کا مذموم اور گناہ ہونا ثابت ہے ان سب امور سے توبہ کرو چنانچہ ارشاد فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو یہ حکم نہیں فرمایا کہ قبروں کو کپڑے پہنائے جاویں اس سے قبروں پر غلاف

ڈالنے کا ناپسند ہونا صاف ظاہر ہے علامہ شامی نے نقل کیا ہے یکرہ الستور علی القبور بعض لوگ دھوکہ دینے کے لئے حجت لاتے ہیں کہ دیکھو عورت کے جب ہر گہوارہ بناکر چادر ڈالتے ہیں گہوارہ بھی قبر کے مشابہ ہے جب یہ جایز ہے وہ بھی جایز ہے اس تقریر کا لغو ہونا صاف ظاہر ہے اول تو یہ قیاس ہے کہ جو نص کے مقابلہ میں خود باطل ہے دوسرے قیاس بھی مع الفارق گہوارہ پر تو پردہ کی غرض سے چادر ڈالتے ہیں قبر پر جب بند ہوگئی اب پردہ کی کونسی ضرورت رہی یہاں تو محض زیب وزینت وتکلف فضول اور تقرب ورضامندی صاحب مزار مقصود ہے وبس۔ اور اسراف رہا جدا اور خود یہ امور جدا جدا ممنوع ہیں اور سب کا جمع ہو جانا اور بھی شدید ہے جب اس کا ممنوع ہونا ثابت ہوگیا اور معصیت کی نذر جایز نہیں بلاشک ایسی نذر باطل ہوگی جس کا ایفا بالکل ناجایز ہے اور وہاں ایسے فضول کاموں کے لئے جانا خود سفر معصیت ہے بالخصوص عورتوں کا لیجانا جس میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے انواع انواع کی بے پردگیاں ہوتی ہیں اور فساد عقیدہ رہا جدا۔ ایسی ہی عورتوں کی نسبت ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے اُن عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں اور حدیث شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا یہ حدیث مطلب مذکور کے اثبات کیلئے کافی ہے اور اسی حدیث سے قبر کو سجدہ کرنے کی حرمت بھی ثابت ہوگئی اور دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں آپ نے سوال کیا کہ اگر تم ہمارے بعد ہماری قبر پر گذرو گے کیا جب بھی سجدہ کرو گے صحابی نے عرض کیا کہ اسوقت تو نہ کرونگا

آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو سجدہ کی اجازت دیتا تو عورت کو اجازت دیتا کہ خاوند کو سجدہ کیا کریں مطلب آپ کے جواب کا یہ ہوا کہ جب تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ بعد موت کے کوئی مستحق سجدہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ مستحق سجدہ کا حیّ ہے سو جو دائم وقیوم قایم ہے سجدہ اسی کا حق ہے اس سے زندہ مردہ سب کو سجدہ کرنا حرام ٹھیرا یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو زندہ پیروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ بھی جایز نہیں اور اگر کسی بزرگ سے قولاً یا فعلاً منقول ہو تو بحسن ظن اُس میں تاویل سکر وغلبہ حال کی کیجاوے گی جس میں معذوری ہے اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس سے کہ قبروں پر چراغوں کا سامان کیا جاوے اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی اس سے کہ قبروں کو پختہ بنایا جاوے اور اس سے کہ اُن پر لکھا جاوے اور اس سے کہ اُن پر کوئی عمارت بنائی جاوے روایت کیا اس کو ترمذی نے بعضے لوگ قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں چونکہ مقصود اس سے تقرب ورضامندی اولیاء اللہ کی ہوتی ہے اور اُن کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں یہ اعتقاد شرک ہے اور وہ چڑھاوا کھانا بھی جایز نہیں لعموم قولہ تعالی وما اھل بہ لغیر اللہ بعض لوگ تاویل کرتے ہیں کہ مقصود اصلی ہمارا مساکین کو دینا ہے چونکہ یہ لوگ وہاں جمع رہتے ہیں اس لئے وہاں بیجاتے ہیں مگر یہ محض حیلہ ہے کیونکہ اگر وہی مساکین اس شخص کو راہ میں ملجاویں اور سوال کریں ہرگز اُنکو اس چڑھاوے میں سے ایک ذرہ بھی نہ دیں اور یہی جواب کہ جہاں کے لیئے لاتے ہیں وہاں تو ابھی پہنچا ہی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ قبر مقصود ہیں مساکین مقصود نہیں پھر وہاں پہنچکر ویسے بھی تو مساکین کو تقسیم کر سکتے ہیں قبر پر رکھنے کی کیا وجہ بعض لوگ پھولوں کی چادر اور ہار نہایت مکلف بنا کر قبروں پر ڈالتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر ایک

شاخ کھجور کے دو حصے کرکے گاڑ دیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ جبتک یہ خشک نہ
ہوجاویں امید ہے کہ اُن سے عذاب ہلکا ہوجاوے جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو
بعض لوگوں نے اس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے کہا ہے اور
اگر عام ہی کہا جاوے تب بھی قیاس مع الفارق ہے دو وجہ سے اول تو کجا شاخ
اور کجا پھولوں کے ہار اور چادریں کہ وہاں مقصود محض ایصال اثر ذکر ہے اور
یہاں تکلف و آرایش اور تکلف قبور کے ساتھ خود ممنوع ہے جیسا کہ اوپر معلوم
ہوچکا دوسرے یہ کہ حضور نے اس عمل کو تخفیف عذاب کے لئے کیا تھا اگر یہ لوگ
بھی تخفیف عذاب کے لئے کرتے تو جن حضرات کو کامل اور مقبول جانتے ہیں اور ان
میں عذاب کا احتمال بھی اُن کو ہرگز نہیں ہوسکتا اُن کی قبروں کے ساتھ یہ عمل نہ کرتے
بلکہ فاسق و فاجروں کی قبور کے ساتھ کرتے حالانکہ معاملہ بالعکس ہے اس سے
معلوم ہوا کہ مقصود تخفیف عذاب نہیں بلکہ وہی تقرب او رخوشنودی اولیا اللہ کی
جس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور نہ وہ ان امور سے خوش ہوتے ہیں اور
خوش تو جب ہوتے جب اُن کو کوئی نفع پہنچتا ان تکلفات سے اُن کو کیا فائدہ اور
فاتحہ مروجہ میں یہ امور ہو گئے ہیں علاوہ اکثر عوام حضرات اولیا اللہ کو حاجت روا
اور مشکلکشا سمجھکر اس نیت سے فاتحہ و نیاز دلاتے ہیں کہ ان سے ہماری کاربرآری
ہوگی مال و اولاد ہوگی ہمارا رزق بڑھےگا اور اولاد کی عمر بڑھےگی ہر مسلمان
جانتا ہے کہ اس طرح کا عقیدہ صاف شرک ہے تمام قرآن مجید اس عقیدے کے
ابطال سے بھرا پڑا ہے بعض لوگ زبردستی تاویل کرتے ہیں کہ ہم قادر مطلق عالم الغیب
حق تعالی ہی کو سمجھتے ہیں مگر آخر بزرگوں کا توسل تو جائز اور ثابت ہے جواب یہ ہے
کہ توسل کے یہ معنے نہیں کہ اُن وسایل کو کارخانہ تکوین میں کچھ دخیل سمجھا جاوے
خواہ تو اُن کو فاعل سمجھیں اس طرح کہ اللہ تعالی نے اُن کو کارخانے سپرد کر رکھے ہیں

اور خواہ یوں سمجھیں کہ فاعل تو اللہ تعالیٰ ہے مگر ان حضرات کے عرض معروض کرنے سے ضرور ہی اللہ میاں کو کرنا پڑتا ہے ایسا تو میل شرک محض ہے مشرکین عرب کے عقاید اسی قسم کے تھے وہ بھی اصنام وارواح کو فاعل بالاصالت نہ جانتے تھے اسی طرح کارکن سمجھتے تھے جیسا کہ آیہ ولئن سالتهم من خلق السموات والارض وما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى۔ اس کی شاہد ہے ایک موٹی بات سمجھنے کے قابل ہے کہ کسی شخص سے کسی چیز کی توقع رکھنے کے لئے کئی امر کا جمع ہونا ضروری ہے اول اُس شخص کو اِس کی حاجت کی اطلاع ہو دوسرے اُس کے پاس وہ چیز بھی موجود ہو تیسرے اُس کو دینے کی قدرت بھی ہو چوتھے اُس سے بڑا کوئی رد کرنے والا نہو پانچویں اُس کے پاس ذرایع اُس چیز کو اُس شخص تک پہنچانیکے بھی ہوں اب خیال فرمائیے جو شخص بزرگوں سے اولاد رزق وغیرہ کی توقع رکھتا ہے اُس سے پوچھنا چاہیئے کہ اول تو اُن اولیا کو تمہاری حاجت کی اطلاع کیسے ہوئی اور اگر کہو کہ اُن کو تو سب کچھ خود معلوم ہے یہ تو شرک صریح ہے اگر کہیں اللہ تعالیٰ انکو اطلاع کر دیتا ہے سو یہ محال تو نہیں مگر کچھ ضرور بھی نہیں بلا حجت شرعیہ کسی امر ممکن کے وقوع کا عقیدہ کرنا محض معصیت وکذب قلب ہے قال الله تعالى ولا تقف ما ليس لك به علم الاية پھر یہ کہ اُن کے پاس رزق واولاد کہاں جمع رکھا ہے جو نعمتیں اُنکے پاس ہیں وہ اور چیزیں ہیں بچے اور روپے کا ڈھیر اُن کے پاس نہیں لگا پھر یہ کہ قدرت کو اگر ذاتی سمجھا جاوے تب تو شرک ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو یہ تصرف دیا ہے تو اس کے لئے دلیل شرعی کی حاجت ہے اور بدون اُس کے یہ اعتقاد بھی باطل وافترا محض ہے بلکہ قرآن وحدیث میں تو لا املك لنفسى نفعًا ولا ضرًا صاف صاف موجود ہے جس سے دوسروں کو ایسی قدرت کی نفی ہو

رہی ہے پھر یہ کہ کس طرح معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے وہ ہرگز اس تصرف
سے نہ روکین گے جس طرح چاہتے ہیں وہی ہو جاویگا اگر ایسا کوئی سمجھے تو اُسنے تمام
قرآن کی تکذیب کی پھر وہ ذرایع دریافت کئے جاویں کہ اولاد اُسکو کس طرح وی
روپیہ کسطرح اُن کے پاس بھیجا اور اگر ان تمام اشکالات کے جواب میں کوئی
یوں کہے کہ وہ لوگ دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ویساہی کر دیتے ہیں تو
اُس کا جواب یہی ہے کہ دعاء کے لئے اوّل انکو اطلاع کی ضرورت ہے اور
اُس کی دلیل کوئی نہیں پھر بعد اطلاع کے اُس کی دلیل کیا ہے کہ وہ دعا کرہی
دیتے ہیں پھر دعا کے بعد اُس کی کیا دلیل ہے کہ وہ ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے
غرض توسل کے یہ معنے نہیں ہیں البتہ توسل جو احادیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا الہی فلان مقبول بندہ کی برکت سے میری فلان
حاجت پوری فرما دیجئے جس طرح حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے توسل سے
بارش کی دعا مانگی ایسا توسل بلا شک جایز ہے اور جس طرح جہلاء کا عقیدہ
ہے وہ محض شرک ہے غرض یاد رکھو کہ جن کمالات کا اختصاص حضرت حق
تعالیٰ کیساتھ عقلاً و نقلاً ثابت ہے اُن کمالات کا کسی دوسرے میں اعتقاد کرنا
شرک اعتقادی ہے اور جن معاملات و افعال کا خاص ہونا اللہ تعالیٰ کے
ساتھ ثابت ہے وہ برتاؤ کسی سے کرنا شرک فی العمل ہے اس قاعدہ کے لحاظ
کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ کسی بلا میں مبتلا نہ ہوگا ۲۔ وہی تخصیصات و تعینات
کا ضروری سمجھنا جس کی کراہت کا چند بار ذکر ہو چکا ہے یہاں بھی موجود ہے ۳
اکثر عوام کی عادت ہے کہ بہت سے طعام میں سے تھوڑا سا کھانا کسی طباق
یا خوان میں رکھکر اس کو روبرو رکھکر فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اس میں علاوہ مفاسد
مذکورہ کے یہ امر قابل استفسار ہے کہ جتنا کھانا تم نے پکایا ہے آیا اُس کا ثواب

بخشنا منظور ہے یا صرف اس طباق ہی کا یہ تو یقیناً کوئی نہ کہیگا کہ صرف اس
طباق ہی کا ثواب بخشنا منظور ہے اور عمل اور برتاؤ سے بھی یہ عمل معلوم نہیں ہوتا
پس ضرور یہ کہا جاویگا کہ تمام کھانے کا ثواب بخشنا منظور ہے تو اب ہم پوچھتے
ہیں کہ آیا کھانے کا ثواب پہنچانیکے لئے کھانیکا روبرو ہونا ضرور ہے یا نہیں
اگر ضرور ہے تو صرف ایک طباق رکھنے سے کیا ہوتا ہے اور اس سے تو تمہارے
قاعدے کیموافق صرف اس طباق کا ثواب پہنچنا چاہئے باقی تمام کھانا ضایع گیا
اور اگر یوں کہو کہ اُس چیز کا روبرو ہونا ضروری نہیں صرف نیت کافی ہے اور
اسی بنا پر تمام طعام کا ثواب پہنچ سکتا ہے تو پھر اس طباق کے رکھنے کی کیا
ضرورت ہوئی اس میں بھی نیت کافی تھی کیا تو بہ توبہ حق تعالیٰ کو نمونہ دکھلانا ہے
کہ دیکھئے اِس قسم کا کھانا دیگ میں ہے اُس کا ثواب بخشدیجئے غرض اس حرکت کی
کوئی معقول وجہ نہیں نکلتی محض رواج کی پابندی ہے اور بس۔ پھر پابندی
بھی کیسی کہ اکثر عوام سمجھتے ہیں کہ بدون اس ہیئت خاصہ کے ثواب بھی نہ پہنچیگا
ع۵ ایک امر قابل دریافت یہ ہے کہ جس چیز کا ثواب بخشنا منظور ہو اگر اُس کا
روبرو رکھنا ضروری ہے تو کیا وجہ کہ طعام و شیرینی کو تو رکھا جاتا ہے اور اگر
روپیہ یا کپڑا یا غلہ وغیرہ ایصال ثواب کے لئے دیا جاوے تو اُس میں اس
طریق سے فاتحہ کیوں نہیں پڑھی جاتی اور اگر روبرو رکھنا ضروری نہیں تو
اس طعام و شیرینی ہی میں یہ تکلف کیوں کیا جاتا ہے اور اگر طعام و غیر طعام
میں کچھ فرق ہے تو دلیل شرعی سے اُسکو بیان کرنا چاہئے تو قیامت تک بھی
یہ ممکن نہیں ع۶ ایک عادت و رواج یہ ہے کہ کھانا کھلانے اور دینے کے
قبل بطریق متعارف ثواب بخشتے ہیں سو اس میں دو امر قابل تحقیق ہیں ایک تو یہ
کہ ثواب پہنچانیکی حقیقت کیا ہے سو ظاہر ہے کہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ ایک

شخص نے کوئی نیک کام کیا اور اُس پر اُس کو کچھ ثواب ملنے کی توقع ہوئی جو کچھ اُس کو ثواب ملا اس نے اپنی طرف سے دوسرے کو دیدیا دوسرا امر قابل تحقیق یہ ہے کہ ثواب کس چیز کا ملتا ہے آیا نفس طعام کا یا اُسکے کھلانے اور دینے کا تو ظاہر ہے کہ خود کھانے کی ذات تو کوئی ثواب کی چیز نہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہرگز نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کے پاس قربانی کا گوشت اور نہ اُس کا خون لیکن تمہارا تقویٰ وہاں پہنچتا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ عین ثواب کا نہیں پہنچتا بلکہ عمل کا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خود طعام کی ذات کا ثواب نہیں ہوا بلکہ کھلانے پلانے اور دینے کا ہوا کیونکہ وہ عمل ہے جب یہ دونوں امر تحقیق ہو چکے تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ جسوقت کھانا پک کر طیار ہوا ہے اور ابھی نہ کسی کو دیا گیا اور نہ کھلایا گیا آیا اُس کو ثواب ملا ہے یا نہیں اگر نہیں ملا تو یہ مردہ کو کیا چیز پہنچاتا ہے ابھی خود تو کچھ لے لے پھر دوسرے کو دے اور اگر اس کو ثواب ملا ہے تو کس چیز کا ملا ہے کوئی عمل تو ابھی پایا ہی نہیں گیا پھر کاہے کا ثواب بخشتا ہے غرض یہ حرکت بھی محض بے معنی ہے بلکہ بعض عوام کے طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ذات طعام کو موجب ثواب سمجھتے ہیں دلیل اُسکی یہ ہے کہ بعض نذر و نیاز میں آپ ہی کھا پی لیتے ہیں یا اغنیا و احباب کو کھلا دیتے ہیں جن کے دینے کو کوئی شخص بھی موجب ثواب ہرگز نہیں جان سکتا اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ دینے کھلانے کو موجب ثواب نہیں جانتے ورنہ ایسے لوگوں کو دیا کرتے جن کے دینے کو ثواب جانتے بلکہ خود ذات طعام یا شیرینی میں ثواب سمجھتے ہیں تو یہ خود ایک عقیدہ فاسدہ ہے اور قرآن کے خلاف جس سے توبہ کرنا واجب ہے اور اگر کوئی کہے کہ ہم طعام کو موجب ثواب نہیں سمجھتے مگر جب ہم نے نیت اطعام کی کرلی تو نیت بھی تو عمل ہے اس لئے ایصال ثواب بے معنے نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے

کہ نیت عمل ہے مگر نیت کا ثواب بخشنا چاہتے ہو یا کھانا دینے کا کیونکہ نیت کا ثواب اور ہے اور طعام کا ثواب اور پھر یہ کہ نیت تو قبل کھانا پکانے کے بھی ہو گئی تھی اُس وقت کیوں نہیں بخشدیا کرتے غرض اس عادت کی بھی کوئی وجہ معقول نہیں ہے محض رواج کی پابندی ہے اور کچھ بھی نہیں۔ البتہ ایصال ثواب بطریق مشروع نہایت خوبی کی بات ہے اُس کا سیدھا طریقہ وہی ہے جو ان مفاسد کے بیان سے ذرا قبل مذکور ہوا ہے کہ بلا تعین و بلا پابندی رواج حسب توفیق جو میسر ہو مستحقین کو دیدے اور ثواب بخشدے اس تقریر سے اِن سب معمولات کا حکم معلوم ہو گیا۔ گیارہویں سہ ماہی توشہ وغیرہا کہ بلا تقید و بلا تخصیص و بلا فساد عقیدہ تو بلا کلام جایز ہے اور قیود مکروہہ و مفاسد مذکورہ کے ساتھ بلا تردد نا جایز ہے اور قیود مباحہ کے ساتھ جبکو نہ خود ضرر ہو نہ اُس کے فعل سے کسی دوسرے کو ضرر ہو خفیہ طور پر اُس کو گنجایش دی گئی ہے اُسکو بھی چاہئے کہ اُن قیود میں گاہ گاہ تغیر تبدل کر دیا کرے تاکہ کہیں اسی کے نفس میں یا شاید دوسرے کے نفس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو جاوے مگر پھر بھی اطلاق کا طریقہ افضل و مسنون ہے کیونکہ اس طریق مباح ہی سے آخر خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں تو آیندہ بھی اندیشہ ہی ہے اس لئے مقتضائے انتظام یہی ہے کہ ان قیود سے بالکل ہی احتیاط رکھے اور تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ قیود کی پابندی میں اگر ابتداء میں بالفرض خلوص بھی ہو مگر بعد چندے پھر اُس کو نباہنے کیلئے کرنا پڑتا ہے اور نیت درست نہیں رہتی **فصل سوم** منجملہ اُن رسوم کے شب برات کا حلوا اور عید کی سویاں عاشورۂ محرم کا کھچڑا اور شربت وغیرہ ہے شب برات میں حدیث سے اسقدر ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بحکم حق تعالے جنت البقیع میں تشریف لیگئے اور اموات کے لئے استغفار فرمایا اس سے آگے سب ایجاد ہے جس میں مفاسد

کثیرہ پیدا ہوگئے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا آپ نے حلوا نوش فرمایا تھا یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں اس لئے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں ع۲ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی ہے یہ ان کی فاتحہ ہے یہ بھی محض بے اصل ہے اور اول تو تعین تاریخ کی ضرورت نہیں دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے آپ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی شعبان میں نہیں ہوئی ع۳ بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برات وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لئے کچھ پکایا یا نہیں ظاہر ہے کہ ایسا امر مخفی بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا اور وہ یہاں ندارد ہے ع۴ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برات سے پہلے کوئی مر جاوے جبتک کہ اُس کے لئے فاتحہ شب برات نہ کیا جاوے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا یہ بھی محض تصنیف یاران اور بالکل لغو ہے بلکہ رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مر جاوے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں ہوتا حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب مردہ مرتا ہے مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے یہ نہیں کہ شب برات تک اٹکا رہتا ہے ع۵ حلوے کی ایسی پابندی ہے کہ بدون اسکے سمجھتے ہیں کہ شب برات ہی نہیں ہوئی اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہو جاتا ہے کہ اُس کو موکد ضروری سمجھنے لگتے ہیں فساد عمل بھی ہو جاتا ہے فرائض و واجبات سے زیادہ اُس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں اور ان دونوں کا معصیت ہونا فصل اول میں بالتشریح مذکور ہو چکا ہے ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک اور خرابی ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ نیت بھی فاسد ہو جاتی ہے ثواب وغیرہ کچھ مقصود نہیں رہتا ہے خیال ہو جاتا ہے کہ اگر اب کے نہ کیا تو لوگ

کہینگے کہ اب کے خست یا ناداری نے گھیر لیا ہے اس الزام کے رفع کرنے کیلئے جس طرح بن پڑتا ہے مرمار کرتا ہے ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف و تفاخر ہے جس کا گناہ ہونا بارہا مذکور ہو چکا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اُس کے لئے قرض سودی لینا پڑتا ہے یہ جدا گناہ ہے ع۶ جو لوگ مستحق اعانت ہیں اُن کو کوئی بھی نہیں دیتا یا ادنیٰ درجہ کا پکا کر اُن کو دیا جاتا ہے اکثر اہل ثروت و برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اُس میں یہی ہوتی ہے کہ فلان شخص نے ہمارے یہاں بھیجا ہے اگر ہم نہ بھیجینگے تو وہ کیا کہیگا غرض اس میں بھی وہی ریاء و تفاخر ہو جاتا ہے ع۷ بعض لوگ اُس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں اس ایجاد کی وجہ آجتک معلوم نہیں ہوئی لیکن اسقدر ظاہر ہے کہ غیر موکد سمجھنا بلاشک معصیت ہے یہ تو کھانے پکانے میں مفاسد ایجاد کرتے ہیں انکے علاوہ آتش بازی کی رسم اس شب میں شایع ہے اُس کی نسبت باب اول میں بیان ہو چکا ہے حاجت اعادہ نہیں تیسرے زیادتی اس میں یہ کی گئی ہے کہ بعض لوگ شب بیداری کے لئے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنیکا اہتمام کرتے ہیں ہرچند کہ اجتماع سے شب بیداری سہل تو ہو جاتی ہے مگر نفل عبادت کے لئے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا یہ خود خلاف شریعت ہے جیسا اسی باب کی فصل اول میں بیان ہو چکا ہے البتہ اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہو گئے اُس کا مضایقہ نہیں ع۸ بعض لوگوں نے اس میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور خود اُس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا عادت کر لی ہے یہ بالکل رسم کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبہ سے حرام ہے حدیث سے اس زمانہ میں تین امر ثابت ہوئے ہیں اُن کو بطور مسنون ادا کرنا موجب ثواب و برکات ہے اول پندرھویں شب کو گورستان میں جا کر اموات کے لئے دعا و استغفار کرنا اور کچھ صدقہ و خیرات دیکر بھی اگر

مردوں کو اُس کا ثواب بخشدیا جاوے تو وہی دعا و استغفار اس کیلئے اصل نکلسکتی ہے کہ مقصود دونوں سے نفع رسانی اموات کی ہے مگر اُس میں کسی بات کا پابند ہو اگر وقت پر کچھ میسر ہو خفیہ کچھ دے دلا دے باقی حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے دوم اس شب میں بیدار رہکر عبادت کرنا خواہ خلوت میں ہو یا دو چار آدمیوں کے ساتھ جن کے جمع کرنیکے لئے کوئی خاص اہتمام نہ کیا گیا ہو۔ سوم پندرہویں تاریخ کو روزہ نفل رکھنا ان عبادتوں کو مسنون طور پر ادا کرنا نہایت احسن ہے اور عیدالفطر میں سویاں پکانا فی نفسہ مباح ہے مگر لوگوں نے اس میں خرابیاں پیدا کرلی ہیں ع۱ اسکو ضروری سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اگر سویاں نہ لکپائی جاویں تو گویا عید ہی نہیں ہوئی ایسے التزام واہتمام کا خلاف شرع ہونا اوپر مذکور ہو چکا ہے ع۲ اس پابندی کی بدولت یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ اگر پاس خرچ ہو تو قرض لیکر گو سودی ہی ملے ضرور اُس کا اہتمام کرتے ہیں ع۳ اس کی نسبت ایک موضوع روایت مشہور کی ہے کہ حضرت فاطمہ نے آٹا پکا کر مروڑیاں جمع کرکے سویاں پکائی تھیں یہ محض تہمت ہے کہیں ثابت نہیں ع۴ اور دینے لینے میں ریا و تفاخر ہونا یہاں بھی موجود ہے اکثر اعزا و اقارب کے بچوں کو شرم آتا نیکے لئے دیا جاتا ہے خواہ گنجائش ہو یا نہو پھر جانب ثانی سے اسی دن یا اگلی عید لقر عید کو نہایت ضروری سمجھکر اس کا عوض ادا کیا جاتا ہے جو مصیبت نوتہ میں تھی وہی یہاں بھی ہے اور اسی طرح سویوں کا طباق جہاں اس منے اُس کی بہو کو اور اُس نے اُس کی بہو کو دیا دلایا جس کو ٹھیرا بدلائی کہا جاوے تو نہایت زیبا ہے اسی دل لگی میں جانبین پر پورا بار ہو گیا اس تاریخ میں حضرت پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ چند خرما نوش فرما کر عیدگاہ تشریف

لے جاتے تھے اگر رغبت و لذت کے لئے دودھ وسویاں وغیرہ بھی اضافہ کرلے
تو مباح ہے مگر اُس کا ایسا پابند نہ ہو جس سے مفاسد مذکورہ لازم آویں کبھی کبھی
ناغہ بھی کر دیا کرے گنجایش نہونے کے وقت خواہ مخواہ ترددمیں نہ پڑے اور گنجایش
کے وقت بھی رسوم کا اتباع نہ کرے بے تکلفی سے جو ہو جاوے اُس پر بس کرے
عشرہ محرم میں حدیث سے دو امر ثابت ہیں نویں دسویں کا روزہ اور دسویں تاریخ
اپنے گھر والوں کے خرچ میں قدرے وسعت کرنا جس کی نسبت وارد ہوا ہے کہ اس
عمل سے سال بھر تک روزی میں وسعت رہتی ہے باقی امور حرام یہ ہیں علم تعزیہ بنانا
جس کی وجہ سے طرح طرح کا فسق و شرک صادر ہوتا ہے بعض جہلاء کا اعتقاد ہوتا
ہے کہ نعوذ باللہ اس میں حضرت امام حسین رضؓ رونق افروز ہیں اور اس وجہ سے اس
کے آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں جس کا ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہو کر کھانا حرام ہے اس
کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں اُس کی طرف پشت نہیں کرتے
اس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں اُس کے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں اور اس قسم کے واہی
تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں ان معاملات کے اعتبار سے تعزیہ اس
آیت کے مضمون میں داخل ہے اتعبدون ما تنحتون یعنے کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو
خود تراشتے ہو اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ یا تو اُس کی بیحد تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اور یا
دفعتہً اُس کو جنگل میں لیجا توڑ پھوڑ برابر کیا معلوم نہیں آج وہ ایسا بیقدر کیوں ہو گیا
واقعی جو امر خلاف شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے بعضے نادان یوں
کہتے ہیں کہ صاحب اس کو حضرت امام عالی مقام کیساتھ نسبت ہو گئی اور اُن کے
نام لگ گیا اس لئے تعظیم کے قابل ہو گیا جواب اس کا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم
ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر جب کہ نسبت واقعی ہو مثلاً حضرت امام حسین رضؓ کا
کوئی لباس ہو یا اور کوئی اُن کا تبرک ہو ہمارے نزدیک بھی وہ قابل تعظیم ہیں اور

جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اسباب تعظیم سے نہیں ورنہ کل کو کوئی
خود امام حسین ہونیکا دعویٰ کرنے لگے تو چاہئے اُس کی اور زیادہ تعظیم کرنے لگو حالانکہ
بالیقین اُسکو گستاخ وبے ادب قرار دے کر اُس کی سخت توہین کے درپے
ہو جاؤ گے اس سے معلوم ہوا کہ نسبت کاذبہ سے وہ شے معظم نہیں ہوتی بلکہ اس
کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے اس بنا پر انصاف کرلو کہ
تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اہانت کے ع۲ معازف ومزامیر کا بجانا جس کی حرمت
حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور باب اوّل میں وہ حدیثیں لکھی گئی ہیں
اور قطع نظر خلاف شرع ہونیکے عقل کے بھی تو خلاف ہے کیونکہ معازف ومزامیر
تو سامان سرور ہیں سامان غم میں اس کے کیا معنے یہ تو در پردہ خوشی منانا ہے پرجنیں
دعوائے الفت آفریں ع۳ مجمع فساق وفجار کا جمع ہونا جس میں وہ فحش واعمال
ہوتے ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں ع۴ نوحہ کرنا جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی
ہیں ابو سعید سے روایت ہے کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے نوحہ کرنیوالے اور اُس کی طرف کان لگانیوالے کو روایت کیا اس کو ابوداؤد
نے ع۵ مرثیہ پڑھنا جس کی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے ابن ماجہ
میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا ع۶ اکثر موضوع
روایات پڑھنا جس کی نسبت احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں ع۷ اُن
ایام میں قصداً زینت ترک کرنا جس کو سوگ کہتے ہیں اور حکم اُس کا شریعت میں
یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند پر چار ماہ دس دن یا وضع حمل تک واجب ہے
اور دوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دن جائز ہے باقی حرام۔ سو اب تیرہ
سو سال کے بعد یہ عمل کرنا بلاشک حرام ہے ع۸ کسی خاص لباس یا کسی خاص
رنگ سے اظہار غم کرنا ابن ماجہ میں حضرت عمران بن حصین سے ایک قصے میں

منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ
غم میں چادر اتار کر صرف کرتہ پہنے ہیں یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی آپ نہایت ہی ناخوش
ہوئے اور فرمایا کیا جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت
کرتے ہو میرا تو یہ ارادہ ہوگیا تھا کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ
ہوجاویں پس فوراً اُن لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا
اس سے ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع وہیئت اظہار غم کے لئے بنانا حرام ہے
ع۹ بعض لوگ اپنے بچوں کو امام حسینؓ کا فقیر بناتے ہیں اور اُن سے بعضے بھیک
بھی منگواتے ہیں اُس میں اعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اِس عمل کو اُس کی طول
حیات میں موثر جانتے ہیں یہ صریح شرک ہے کہ بھیک مانگنا بلا اضطرار حرام ہے
ع۱۰ حضرت اہل بیت کی اہانت بر سر بازار کرتے ہیں اگر ایام غدر کے واقعات
جس میں کسی خاندان کی عورتوں کا ہتک ہوا ہو اس طرح علی الاعلان گائے جاویں
اس خاندان کے مردوں کو کس قدر غیظ وغضب آئیگا پھر سخت افسوس ہے
کہ حضرات اہل بیت کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے اور اس طرح
کے بہت سے امور قبیحہ ہیں جو ان دنوں میں کئے جاتے ہیں ان کا اختیار کرنا اور
اور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے اور یہی تمامتر فضیحتیں۔ پھر چہلم کو دہرایا جاتا
ہے اور بعض امور فی نفسہ مباح تھے مگر بوجہ فساد عقیدہ یا عمل کے وہ بھی ممنوع
ہوگئے ع۱ کھچڑا پکایا اور کچھ کھانا پکا کر احباب یا مساکین کو دینا اور اس کا ثواب
حضرت امام کو بخشدینا اس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنے
عیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر وسعت فرماتے ہیں وسعت
کی یہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جاویں خواہ جدا
جدا یا ملا کر کھچڑی میں کئی جنس مختلف ہوتی ہیں اس لئے وہ اس وسعت میں

داخل ہو سکتا تھا چنانچہ در مختار میں ہے ولاباس بالمعتاد خلطا ویوجر جب اہل وعیال کو دیا کچھ غریب وغربا کو بھی دیدیا حضرت امامین کو بھی ثواب بخشدیا مگر چونکہ لوگوں نے اس میں طرح طرح کے رسوم کی پابندی کر لی ہے گویا خود اسکا ایک تہوار قرار دیدیا ہے اس لئے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائیگی بلا پابندی اگر اس روز کچھ فراخی خرچ میں کھانے پینے میں کردے تو مضائقہ نہیں ۲ شربت پلانا یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج تھا۔ مگر وہی رسم کی پابندی اس میں بھی ہے اور اس کے علاوہ اس میں اہل رفض کے ساتھ تشبہ بھی ہے اس لئے یہ بھی قابل ترک ہے تیسرے اس میں ایک مضمر خرابی ہے وہ یہ کہ شربت اس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضرات شہداء کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت مسکن عطش ہے اسلئے اس کو تجویز کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے عقیدے میں عین شربت پہنچتا ہے جس کا باطل اور خلاف قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہو چکا ہے اور اگر پلانے کا ثواب پہنچتا ہے تو ثواب ثواب سب یکساں ہے کیا صرف شربت دینے کو ثواب میں تسکین عطش کا خاصہ ہے پھر یہ بھی اس سے لازم آتا ہے کہ انکے زعم میں اب تک شہداء کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں۔ یہ کسقدر سخت بے ادبی ہے ان مفاسد کی وجہ سے اس سے بھی احتیاط لازم ہے ۳ شہادت کا قصہ بھی بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ چند روایات کا ذکر کر دینا ہے اگر صحیح ہوں تو روایات کا بیان کر دینا فی ذاتہ جایز تھا مگر اس میں یہ خرابیاں عارض ہو گئیں ۱ مقصود اس بیان سے ہیجان اور جذب غم اور گریہ وزاری کا ہوتا ہے اس میں صریح مقابلہ شریعت مطہرہ کا ہے کیونکہ شریعت میں ترغیب صبر اور تعزیت سے بھی مقصود

مسکن عطش پیاس بجھانیوالا

ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مزاحمت شریعت کی سخت معصیت اور حرام ہے اس لئے گریہ
وزاری کو بھی قصداً یاد کر کے لانا جائز نہیں البتہ غلبۂ غم سے اگر آنسو آجائیں تو اس
میں گناہ نہیں ع۲ لوگوں کو اس کے لئے بلایا جاتا ہے اور ایسے امور کے لئے تداعی
واہتمام خود ممنوع ہے ع۳ اس میں مشابہت اہل رفض کے ساتھ بھی ہے اس لئے
ایسی مجلس کا منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے چنانچہ مطالب المؤمنین
میں صاف منع لکھا ہے اور قواعد شرعیہ بھی اس کے شاہد ہیں اور یہ تو اُس مجلس کا
ذکر ہے جسمیں کوئی مضمون خلاف نہو اور نہ وہاں نوحہ و ماتم ہو اور جس میں مضامین
بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین ہو یا نوحہ حرام ہو جیسا کہ غالب اس وقت میں ایسا
ہی ہے تو اُس کا حرام ہونا تو ظاہر ہی ہے اور اس سے بدتر خود شیعہ کے مجالس
میں جاکر شریک ہونا ہے بیان سننے کے لئے یا ایک پیالہ فیرینی اور دو نان کیلئے
فصل چہارم منجملہ ان رسوم کے وہ رسوم ہیں جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں
اول تجہیز یا تکفین یا نماز میں اسوجہ سے دیر کرتے ہیں کہ فلاں عزیز شریک ہو جائے
یا جمعہ میں زیادہ مجمع ہوگا وہاں نماز ہونا زیادہ اچھا ہے سو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بالکل
شریعت کے خلاف ہے حدیث میں صاف حکم ہے کہ جنازہ میں ہرگز دیر مت کرو۔
فقہائے بعض وقتی نمازوں سے اس کو مقدم رکھا ہے اور اگر رونے پیٹنے میں دیر
لگائی جاوے تو وہ اور بھی زیادہ بُرا ہے دوم بعض لوگ جنازہ کے ساتھ کچھ اناج
و پیسے وغیرہ لیجاتے ہیں اور اسکو وہاں خیرات کر دیتے ہیں سو چونکہ یہ فعل بالیقین
ناموری کے واسطے کیا جاتا ہے اس لئے خلاف شرع ہے اور اکثر اس مقام
پر غیر مستحقین زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اس لئے اولیٰ یہ ہے کہ جو کچھ دینا ہو اپنے
گھر پر خفیۃً مستحقین کو سوچ سمجھکر دیں اور وہ بھی مشترک ترکہ سے نہو جیسا آیندہ آتا ہے
سوم اکثر کفن کے ساتھ جانماز اور اوپر کے ڈالنے کا چادر بھی ترکہ میت سے خریدا

جاتا ہے سو چونکہ یہ دونو چیزیں کفن مسنون سے خارج ہیں اس لئے ترکہ میں سے
جو کہ سب ورثہ میں مشترک ہے اور ممکن ہے کہ انمیں بعض نابالغ رہے ہوں یا بعض
یہاں حاضر نہوں اس کا خریدنا ان کے مال میں ناجایز تصرف کرنا ہے اول تو ان
چیزوں کی حاجت نہیں بلکہ اس کی پابندی التزام مالایلزم ہے اور اگر بلا پابندی
کسی مصلحت سے اس کو رکھا جاوے تو کوئی شخص بالغ خاص اپنے مال سے
خریدے تو مضائقہ نہیں البتہ عورتوں کے جنازہ پر پردہ کے لئے ضروری ہے
اسوجہ سے ترکہ سے خریدنا بھی جایز ہے چہارم رسم ہے کہ مردہ کے مرتے ہی اس
کے کپڑے لتے نکالکر حاجتمندوں کو دیتے ہیں اس میں بھی وہی خرابی ہے جو امر
سوم میں ذکر کئے گئے تاوقتیکہ ترکہ تقسیم نہو جاوے ہرگز اس میں ایسے تصرفات نہ کریں
یا البتہ اگر سب وارث بالغ اور وہاں موجود ہوں اور بطیب خاطر سب متفق ہوکر
دیدیں تو تقسیم کی حاجت نہیں بلا تقسیم بھی جایز ہوگا پنجم اکثر تیسرے روز مردہ کے
مکان پر یا اسکے محلہ کی مسجد میں برادری کے لوگ اور مساکین وغیرہ جمع ہوکر قرآن
مجید اور کلمہ طیبہ ختم کرکے مردے کو بخشتے ہیں اور کہیں کھانا اور کہیں نقد اور کہیں
نخود بریاں پڑھنے والوں کو تقسیم ہوتے ہیں اور جلسہ برخاست ہونیکے قبل جس کا
دل چاہے کچھ متفرق رکوع کچھ معین سورتیں باآواز بلند پڑھکر جسکو پنج آیت کہتے
ہیں دعا کرکے ختم کر دیتے ہیں یہ عمل بظاہر تو بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے
مگر اس کی اندرونی حالت دیکھنے کے قابل ہے تجربہ و مشاہدہ سے یہ امر درجہ
یقین کو پہنچ گیا ہے کہ دوست آشنا اور برادری کے لوگ تو محض رفع شکایت
کی غرض سے آتے ہیں ایصال ثواب ہرگز مقصود نہیں حتی کہ اگر کوئی عزیز
اپنے گھر بیٹھکر پورا قرآن ختم کرکے بخشدے تو اہل میت ہرگز راضی نہوں اور
شکایت ان کی رفع نہو اور یہاں حاضر ہوکر یوں ہی تھوڑی دیر بیٹھکر اور

کوئی بہانہ حیلہ کرکے چلا جاوے تو شکایت سے بچ جاویگا اور بار بار بیان ہو چکا ہے کہ جو عمل ایسے فاسد اغراض سے ہوتا ہے اس کا کچھ ثواب نہیں ملتا جب اسکو ثواب نہ ملا مردے کو کیا دیگا رہگئے مساکین انکو اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ وہاں جاکر صرف پڑھنا پڑیگا ملے ملاویگا کچھ نہیں ہرگز ایک بھی نہ آوے سوان کا آنا بعض اس توقع سے ہوتا ہے کہ کچھ ملیگا جب ان کو عوض دنیوی مقصود ہو گیا ان کا پڑھنا بھی خالصاً للہ نہ رہا اس لئے اس کا ثواب بھی نہ ملیگا پھر مردہ کو کیا بخشیگا غرض یہ ساری مشقت اور سامان سب رائیگاں ہے بلکہ قرآن خوانی کو جو ان لوگوں نے ذریعہ جاہ و مال کا بنایا اس کا گناہ سر پر الگ رہا اور جس طرح قرآن کا عوض لینا جایز نہیں اسی طرح دینا بھی جایز نہیں اس بنا پر یہ نخود و طعام تقسیم کرنیوالا بھی اس الزام سے بری نہ رہا اور التزام و تعیین کی کراہت ان سب کے علاوہ ہے اور بعض موقعوں پر پھول وغیرہ بھی تقسیم ہوتے ہیں یہ صاف تشبہ بالکفار ہے اسی طرح پنج آیت میں بھی ہر شخص اپنی قرأت کا اظہار کرتا ہے اور ریاء کا معصیت ہونا ظاہر ہے پھر وہی التزام اور تعیین کا قصہ اس میں بھی ہے **ششم** اکثر جگہ دستور ہے کہ کچھ معین تاریخوں میں یا انکے قریب قریب آگے پیچھے کچھ کھانا پکا کر برادری میں تقسیم ہوتا ہے اور کچھ مساکین کو کھلاتے ہیں اور اس کا ثواب مردہ کو بخشتے ہیں اس میں بھی وہی قصہ ریا و تفاخر کا یقین اور اتباع رسم کی وجہ سے اس کی ایسی پابندی ہے کہ بعض اوقات لیکر کرتے ہیں اور اگر کوئی ان سے کہے کہ جتنے دام اس میں صرف کرتے ہو وہ دام خفیہ طور پر دیدو تو یہ ہرگز گوارا نہ ہوا فوراً یہی خیال کریں کہ واہ اس قدر خرچ بھی کیا اور کسی کو اطلاع بھی نہ ہوئی اور اکثر ترکہ مشترکہ میں سے یہ رسوم ادا کئے جاتے ہیں جس کا ممنوع ہونا ابھی بیان ہو چکا ہے اس کے علاوہ اس میں برادری کا کیا حق ہے غیر مستحقین کو دینا یہ بھی اضاعۃ مال ہے جس کی ممانعت حدیث و قرآن میں موجود ہے

اس قدر مفاسد اس تقسیم طعام میں مجتمع ہیں اس لئے یہ بھی واجب الترک ہے بعض لوگ
کہتے ہیں کہ پھر ایصال ثواب کس طرح کریں جواب یہ ہے کہ جس طرح سلف صالحین
کرتے تھے بلا تقید و تخصیص اپنی ہمت کے موافق حلال مال سے مساکین کی خفیہ
مدد کریں اور جو کچھ توفیق ہو بطور خود قرآن وغیرہ ختم کر کے اسکو پہنچا دیں یا قبرستان
میں قبل دفن جو فضول خرافات میں وقت گذار دیتے ہیں اس وقت کچھ کلمہ کلام
ہی پڑھتے رہا کریں بلکہ یہ وقت مردہ کی زیادہ دستگیری کے قابل ہے اور حدیث
میں بھی ہے کہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رض کو
دفن کر کے کچھ تسبیح وغیرہ پڑھیں جس سے ان کو ضیق قبر سے نجات ہوئی غرض
ایصال ثواب سے کوئی منع نہیں کرتا البتہ منکرات و مکروہات سے منع کرتے ہیں
جن سے ثواب بھی نصیب نہیں ہوتا اور مال بھی برباد ہوتا ہے مفتم میت کے گھر
عورتیں کئی کئی بار جمع ہوتی ہیں اور وہاں پان چھالیاں اور کھانا کھاتی ہیں سو
اس میں کئی امر مکروہ جمع ہیں اول تو کئی کئی بار تعزیت کرنا جس کو درمختار میں تصریحاً
ممنوع لکھا ہے اور عقل میں بھی تو یہ بات آتی ہے کہ بار بار غم کا یاد دلانا ایک نامعقول
حرکت ہے تعزیت کی حرکت تو یہ ہے کہ یاد شدہ غم کو بھلا دیا جاوے نہ یہ کہ بھولے
ہوئے غم کو یاد دلایا جاوے پھر یہ کہ جو تعزیت کے معنی ہیں کہ اہل میت کو تسلی دیں
ان کو صبر کی فہمائش کریں اس کا تو کہیں پتہ بھی نہیں ہوتا بعض تو اس قصہ کو
زبان تک بھی نہیں لاتے آکر مجمع میں بیٹھ گئے اور غیبتیں شکایتیں جہان بھر
کی شروع ہوتی ہیں ذرا کوئی پوچھے تو کہ تمہاری تشریف آوری سے کیا فائدہ
ہوا بس ایک الزام اتارنا ہے اور کچھ بھی نہیں اور بعض جو دردمند ہیں وہ عقلمند
بجائے اس کے کہ صبر دلاتے اور اُلٹا صاحب خانہ کے گلے لگ کر رونا پیٹنا
شروع کر دیتی ہیں اس میں بڑی محبت ظاہر ہوتی ہے استغفر اللہ نوحہ اور

چلانے کا جو گناہ ہے وہ تو الگ رہا خود عقل کے بھی تو خلاف ہے ہمدردی کے
معنے تو یہ ہیں کہ اہل میت کے دل کو تھاما جاوے نہ کہ اور زیادہ برانگیختہ کیا جاوے
غرض یہ بھی تعزیت نہ ہوئی تو عورتوں کا آنا محض بیکار ٹھیرا اور انکے جمع ہونے
میں اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں جو تجربہ سے معلوم ہوتی ہیں اور باب دوم میں کسی
قدر اس جمعیت نامبارک کا بیان بھی ہو چکا ہے دوسرے میت کے گھر آکر اپنی مہمانداری
کرانا ان سے پان چھالیاں لینا یا کھانا لینا خود ایک امر مذموم ہے چنانچہ کتب فقہ
میں تصریح موجود ہے البتہ جو دور کا مہمان ہو اور تعزیت کے لئے آیا ہو
اس کے لئے جائز ہے چنانچہ درمختار میں کتاب الوصیت میں مذکور ہے
غرض یہ کہ اہل میت پر اس قسم کا بار ڈالنا اور انکو تکلیف پہنچانا بالکل خلاف
شرع اور نہایت ہی بے دردی کی دلیل ہے ہمارے اطراف میں ایسا بڑا دستور
ہے کہ مدتوں میت کے گھر گاڑیوں کی چڑھائی رہتی ہے گھر والا گھاس دانہ دیتے
دیتے اور ان مہمانوں کی خاطر داری کرتے کرتے تنگ ہو جاتا ہے حدیث میں بالتصریح
میزبان کو تنگ کرنے کی حرمت وارد ہے اور غضب در غضب یہ ہے کہ بیوہ عورت
کو ایک بار تو قریب موت شوہر میں اس طرح تنگ کیا تھا کہ ابھی وہ اس بار سے ہلکی
نہ ہونے پائی تھی کہ انقضائے عدت کے وقت پھر وہی فوج کشی ہوتی ہے گویا عدت
کوئی تنگ کوٹھری ہے کہ اس میں سے نکالنے کیواسطے مجمع عظیم کی ضرورت
ہے کہ کوئی ہاتھ پکڑے گا کوئی پاؤں پکڑیگا اور سب ملکر اس سے نکالینگے نعوذ باللہ
تیسرے یہ خرابی ہے کہ ان تمام نزدیک و دور کے مہمانوں کا خرچ گھر والا ترکہ
مشترکہ میں سے لٹاتا ہے یہ بھی صریح ظلم اور حق تلفی دوسرے ورثہ کی ہے جس کو
مہمانداری کرنا ہو اپنے حصے میں سے کرے دوسروں کے مال میں تصرف کرنا
بلا اذن معتبر شرعی بالکل حرام ہے اور یہ عذر کرنا کہ میرا حصہ ان مصارف کے لئے

کافی نہیں بالکل کچھ ہے اگر یہ سب حصے بھی کافی نہوں تو کیا پڑوسیوں کی چوری بھی حلال ہو جاویگی غرض یہ قافلہ مہمانوں کا اس گناہ کا بھی باعث ہوتا ہے اس لئے یہ مناسب ہے کہ جو مرد و عورت پاس کے ہیں وہ کھڑے کھڑے آویں اور تعزیت کر کے چلے جاویں پھر دوبارہ آنے کی کوئی ضرورت نہیں نہ کوئی تاریخ معین کرنیکی حاجت نہیں جب جسکو فرصت ہو جایا کرے اور جو دور کے ہیں اگر سمجھیں کہ بدون ہمارے گئے ہوئے اہل مصیبت کو ہرگز صبر نہ آویگا تو اس مصلحت اور ضرورت سے آویں تو مضائقہ نہیں ورنہ خط سے تعزیت ادا کردیں کہ یہ بھی سنت ہے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو اُن کے بیٹے کے مرنے میں خط ہی سے تعزیت فرمائی تھی ہشتم دستور ہے کہ اہل میت کے لئے اول روز کسی عزیز قریب کے گھر سے کھانا آتا ہے یہ فعل فی نفسہ جائز بلکہ مسنون اور قرین مصلحت ہے مگر اُس میں چند مفاسد پیدا ہو گئے ہیں ان کی اصلاح واجب ہے اول اس میں ادلا بدلا ہونے لگا ہے کہ انہوں نے ہمارے یہاں دیا تھا ہم ان کے گھر دیں یہ کوئی تجارت نہیں محض غمزدوں کی دستگیری ہے اس میں غضب یہ ہے کہ قرض چلنے لگا خلاصہ یہ کہ یہ ایک تبرع ہے اور تبرع میں جبر حرام ہے جب ایک شخص نے محض رسم کی وجہ سے واجب الادا سمجھا تو یہ جبر صریح ہے بعض اوقات جب گنجایش نہیں ہوتی قرض لینے کی نوبت آتی ہے تو ایسی پابندی بلا شک مکروہ ہے اس میں بے تکلفی و سادگی مناسب ہے جس عزیز کو توفیق ہو وہ کھانا بھیجدے نہ اس میں ادلے بدلے کی ضرورت و رعایت چاہئے اور نہ ترتیب قرابت کے لحاظ کی ضرورت ہے کہ ہائے فلاں کس طرح بھیجے ہیں تو اس کی نسبت زیادہ نزدیک کا رشتہ دار ہوں اس پر تکرار ہے اصرار ہے ہرگز دور کے رشتہ دار کو نہیں بھیجنے دیتے مرتے ہیں مارتے ہیں

قرض کرتے ہیں اور بھیجتے ہیں بس وہی مصیبت بدنامی مٹانیکی دوم اہل میت کو دو چار آدمی ہوں مگر کھانا پکتا ہے دور تک کے کنبے کا یہ بھی محض حد شرعی سے تجاوز ہے اہل میت پر چونکہ غلبہ غم کا ہوتا ہے اسلئے وہ پکانے کا اہتمام نہیں کرتے ہیں سارے کنبہ پر ہرگز ایسا غلبہ نہیں ہوتا کہ ان کے چولھے بھی سرد ہو جاویں ہرگز نہ ان کو کھانا جایز نہ ان کے لئے پکانا جایز بس مختصر سا کھانا کافی ہے ہنہم دستور ہے کہ قبر پر یا گھر پر حفاظ کو بٹھلا کر کہیں دس روز کہیں چالیس روز یا کم وبیش قرآن مجید ختم کراتے ہیں پھر ان کو کچھ اسباب کچھ نقد وغیرہ دیتے ہیں گو اس کو لوگ کوشش کر کے درست بنانا چاہتے ہیں مگر بات کھلی ہوئی ہے کہ جب مقصود جانبین کا اجرت کا دینا لینا ہے اور طاعت پر اجرت لینا جایز نہیں اس لئے یہ فعل ہرگز درست نہیں نہ ایسے قرآن پڑھنے کا ثواب ملے جب پڑھنے والے کو نہ ملا تو مردہ کو کیا پہنچیگا بعض لوگوں کو شبہ پڑ گیا ہے کہ آخر ضرورت کے واسطے متاخرین نے تعلیم قرآن پر اجرت لینا جایز فرمایا ہے جواب خود اس سوال میں موجود ہے یعنی وہاں ضرورت کی وجہ سے ایسا کہا کہ اندیشہ قرآن مجید کے ضایع ہو جانے کا تھا یہاں کون سے دین کے ضایع ہونیکا اندیشہ ہے البتہ دوستوں کو بطور خود پڑھکر بخشنا موجب نفع ہے بعض ملکوں میں یہ غضب ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھانے پر اور قبر کی زیارت کرنے پر اُجرت لیتے ہیں یہ اس سے بڑھکر ہے اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہنہم اہل میت مدتوں تک سوگ کرتے ہیں چنانچہ اول تہوار جو آتا ہے اس میں خوشی نہیں کرتے حد شرعی سے بڑھکر سوگ کرنا یہ بھی حرام ہے ۔

فصل پنجم منجملہ ان رسوم کے رمضان مبارک کے بعض معمولات ہیں جو لوگوں میں شایع ہیں اول حفاظ کی عادت ہے کہ اپنا قرآن سنا کر دوسرے حفاظ کا سنتے پھرتے ہیں ہر چند کہ قرآن مجید سننا اور اس کے لئے جانا بہت خوبی کی بات ہے

مگران حضرات کی اکثر نیت یہ ہوتی ہے کہ اس کی غلطی پر مطلع ہو کر اس کو فضیحت کریں گے ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کی عیب جوئی کرنا خود حرام ہے قرآن و حدیث میں اسکی حرمت موجود ہے پھر اسکو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہے اور گنہ کے ارادہ سے چلنا کہیں جانا یہ بھی گناہ ہے البتہ اگر صرف برکات قرآنی حاصل کرنے کے لئے جاویں یا کسی خوش آواز کا سنکر دل ہی خوش کرنا مقصود ہو تو مضائقہ نہیں پہلی ضرورت عبادت اور دوسری مباح ہوگی بعضے لوگ اس پر یہ طرہ کرتے ہیں کہ دوسری جگہ کھنکاستے ہیں کہیں لکڑیاں زمین یا دیوار پر مارتے ہیں یا لالٹین زمین یا دیوار پر مارتے ہیں یا لالٹین کا رخ بدل بدلکر اپنی تشریف آوری سے اطلاع دیتے ہیں جس سے پڑھنے والا پریشان ہو کر بھولنے لگے۔ ظاہر ہے کہ کسی عبادت میں خلل ڈالنا خود یہ شیطان کا کام ہے بعضے نماز میں شریک ہو کر قصداً غلط بتلانا شروع کر دیتے ہیں اور اس کے یاد اور عدم یاد کا امتحان لیتے ہیں یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔ اگر کہیں سننے کیلئے جاوے چپکے سے جا کر یا تو بیٹھ جاوے یا بہتر ہے نماز میں شریک ہو جاوے اور جب مقصود حاصل ہو جاوے اسی طرح واپس آجاوے دوم قرآن مجید جلد ختم کرنے کو یا بہت سے قرآن ختم کرنے کو فخر سمجھتے ہیں اور اس مقصود کے حاصل کرنے کو خوب تیز پڑھتے ہیں کہ حروف بھی صاف ادا نہیں ہوتے قرآن مجید میں ترتیل کو فرض فرمایا ہے خود اس فرض کا ترک کرنا موجب گناہ ہے خاصکر جب ریا و نمود و فخر کیلئے ہو تو مضاعف گناہ ہے بعضے اس قدر زیادہ پڑھتے ہیں کہ مقتدی گھبرا جاتے ہیں۔ حدیث میں امام کو تخفیف صلوٰۃ کا حکم آیا ہے اس میں اس حکم کا ترک لازم آتا ہے یہ بھی برا ہے غرض بقدر تحمل مقتدیوں کے پڑھنا چاہئے اور وہ بھی صاف صاف گو کئی کئی ختم نہ ہوں سوم بعض حفاظ کی عادت ہے کہ

اجرت لیکر قرآن مجید سناتے ہیں طاعت پر اجرت لینا حرام ہے اسی طرح دنیا بھی حرام ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے سے مقرر نہیں کیا اس لئے یہ معاوضہ نہیں ہوا جواب یہ ہے کہ گو پہلے سے نہیں ٹھیرایا نیت تو دونوں کی یہی ہے اور نیت بھی مرتبہ خطرہ وخیال ہیں نہیں بلکہ مرتبہ عزم میں اگر کسی طور سے یہ معلوم ہوجاوے کہ یہاں کچھ وصول نہ ہوگا تو ہرگز ہرگز تو وہاں پڑھیں ہی نہیں اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ معروف مثل مشروط کے ہے جب اس کا رواج ہوگیا اور دونوں کی نیت یہی ہے بلاشک وہ معاوضہ ہے اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے شبہ کا جواب فصل چہارم میں گذر چکا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب بلا اجرت پڑھنے والا تو ہم کو ملتا نہیں اور اجرت دے کر سننا جایز نہیں تو پھر ہم قرآن کیونکر سنیں جواب یہ ہے کہ قرآن پورا سننا فرض نہیں ایک امر مستحب کیلئے مرتکب حرام کا ہونا ہرگز جایز نہیں الم ترکیف سے تراویح پڑھ لو ایسی حالت میں قرآن مجید کا ختم سننا ہی ضرور نہیں چہارم بعض حفاظ کی عادت ہے کہ لیالی قدر میں یا اور کسی شب میں سب جمع ہوکر ایک یا کئی شخص ملکر قرآن مجید ختم کرتے ہیں اور عرف میں اس کو شبینہ کہتے ہیں اوّل تو بعض علماء نے ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اُس میں ترتیل وتدبیر کا موقعہ نہیں ملتا مگر چونکہ سلف صالحین سے ایک روز میں ختم کرنا بلکہ بعض سے کئی کئی ختم کرنا منقول ہے اس لئے اس میں گنجایش ہوسکتی ہے مگر اُس میں اور بہت سے مفاسد شامل ہوگئے ہیں جن کی وجہ سے یہ عمل شبینہ کا بطریق مروج بلاشک مکروہ ہے عام شخص کوشش کرتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو شب بھر میں قرآن مجید ختم ہوجاوے اور اس وجہ سے نہ ترتیل کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ غلطی رہجانیکا غم ہوتا ہے بعض اوقات خود پڑھنے والے کو یا سننے والے کو معلوم ہوتا ہے

کہ فلاں مقام پر غلطی پڑھی گئی ہے مگر اُس ختم کرنیکے خیال سے اُس کو اسی طرح
چھوڑ جاتے ہیں ع۱۲ اکثر پڑھنے والوں کے دل میں ریا وتفاخر ہوتا ہے کہ زیادہ
اور جلدی پڑھنے سے نام ہوگا کہ فلانے نے ایک گھنٹے میں اتنے پارے پڑھے
اور ریا وتفاخر کا حرام ہونا ظاہر ہے ع۱۳ بعض جگہ نوافل میں یہ ختم ہوتا ہے اور
نوافل کی جماعت خود مکروہ ہے اور اگر تراویح میں پڑھا اُس میں یہ خرابی
ہوتی ہے کہ اگر سب مقتدی شریک ہوئے تب تو اُنپر پورا جبر ہے اور اگر وہ نہ
شریک ہوئے تو آج کی تراویح میں جماعت سے محروم رہا یہ جبر اور حرمان دونوں
امر مذموم ہیں ع۱۴ بعض لوگ شوق شوق میں شریک تو ہو جاتے ہیں مگر پھر ایسی
مصیبت پڑتی ہے کہ توبہ توبہ کھڑے کھڑے تھک جاتے ہیں پھر بیٹھکر سنتے
ہیں پھر لیٹ جاتے ہیں اِدھر قرآن ہو رہا ہے اُدھر سب حضرات آرام فرما
رہے ہیں بعضے آپس میں باتیں کرتے جاتے ہیں غرض قرآن مجید کی بہت ہی
بے ادبی ہوتی ہے اور صورت اعراض کی سی معلوم ہوتی ہے اس میں سحری کا
وقت آجاتا ہے تو اُس ختم کرنے کے خیال سے پڑھنے والیکو سب کے ساتھ
سحری میں شریک نہیں کرتے وہ کھڑا سنا رہا ہے اور سب کھانا کھا رہے ہیں
قرآن مجید سننے کیوقت دوسرا کام کرنا ہرگز جایز نہیں ع۱۵ بعض حفاظ نماز سے
خارج ہوکر پڑھنے والے کو بتلاتے رہتے ہیں اور سب کی نماز تباہ کرتے ہیں ع۱۶
بعض جگہ سحری کے لئے چندہ ہوتا ہے اور دباکر شرماکر بھی وصول کیا جاتا ہے جس
کا حرام ہونا آگے آتا ہے ع۱۷ بعض اوقات صبح صادق ہو جاتی ہے اور قرآن
کچھ رہجاتا ہے خواہ مخواہ کھینچ تان کر اس کو پورا کر ڈالتے ہیں بعد صبح صادق
کے اور نوافل پڑھنا مکروہ ہے بجز دو سنت فجر کے پنجم ختم کے روز اکثر مساجد
میں معمول ہے کہ شیرینی تقسیم ہوتی ہے ہرچند کہ قرآن مجید کا ختم ہونا ایک نعمت

غلطی ہے جس کے شکریے اور فرحت میں کوئی چیز تقسیم کرنا بہت خوب امر ہے مگر اُس میں بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں ع۱ چونکہ اس کا عام رواج ہوگیا ہے حتی کہ اگر شیرینی تقسیم نہ ہو تو عام لوگ ملامت وطعن کہتے ہیں اس لئے تقسیم کرنیوالوں کی نیت اکثر اچھی نہیں رہتی اسی الزام سے بچنے کے لئے لامحالہ تقسیم کرتے ہیں خواہ گنجایش ہو یا نہو بعض اوقات تردد کرنا پڑتا ہے مگر خیال یہی ہوتا ہے کہ بھلا کیسے تقسیم نہ ہو لوگ کیا کہینگے اور ریاء وتفاخر کا حرام ہونا اور اس نیت سے جو فعل ہو اس کا معصیت ہونا چند بار بیان ہو چکا ہے ع۲ بعض جگہ چندہ سے شیرینی آتی ہے اور اہل محلہ ونمازیوں سے جبراً چندہ لیا جاتا ہے اور یہ بھی جبر ہے کہ اُن کو مجمع میں شرمایا جاوے یا ایسا شخص مانگنے اُٹھے جس کی وجاہت کا اثر پڑے چونکہ حدیث میں وارد ہے کہ کسی مسلمان کا مال بلا طیب خاطر اسکے حلال نہیں اس لئے ایسا چندہ اور جو اُس سے خریدا جاوے سب ناجائز ہے ع۳ اس روز مٹھائی کے لالچ سے ہر طرح کے لوگ مسجد میں بھر آتے ہیں۔ بے نمازی یا برہنہ تن برہنہ لونڈے جن کے طہارت نجاست کا کچھ اعتبار نہیں اور تمام مسجد اور فرش کو ملوث کرتے ہیں اور غل غپاڑہ اس قدر ہوتا ہے کہ نمازیوں کو تشویش ہوتی ہے ع۴ مجمع کو سنانیکے لئے خود حافظ صاحب بھی اس روز خوب بنا کر پڑھتے ہیں ریاء کا مذموم ہونا اور اُس کے اسباب کا مذموم ہونا سب جانتے ہیں ع۵ پھر تقسیم کے وقت جو کچھ وہول دھپا شور غل گالی گلوج ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے اسی طرح اور بہت سی خرابیاں ہیں البتہ شکریہ کے واسطے اگر دل چاہے حسب گنجایش بلا اعلان جو کچھ میسر ہو نقد یا غلہ یا طعام یا شیرینی مستحقین کو بلا پابندی دیدینا بہت مستحسن ہے ششم مساجد میں ہر روز یا ختم کے روز کثرت سے روشنی کرنا اس میں بہت سے مکروہات ہیں ع۱ اسراف کہ اس قدر تیل اور بتی مفت ضایع جاتا ہے اگر یہی رقم مسجد کے کسی ضروری

کام ڈول رسی فرش لوٹہ وغیرہ میں صرف کیا جاوے کس قدر مددپہنچے اوراسراف کا حرام ہونا بار بار مذکور ہوچکا ہے ع۲ اکثر روشنی کرنے والوں کی نیت وہی ناموری ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ایسا اہتمام کیا ع۳ مسجد تماشا گاہ بنتی ہے عبادت گاہ کا تماشا گاہ بنانا کس قدر معیوب ہے ع۴ نمازیوں کی توجہ اُس طرف مبذول رہتی ہے نماز میں دل بٹتا ہے خشوع غرض ہے جو چیز مخل خشوع ہوگی بلاشک مذموم ہوگی بالخصوص مہتمم کی طبیعت بالکل اس میں مشغول رہتی ہے کہ فلاں چراغ بجھتا ہے فلاں بھڑکتا ہے فلاں کو ابھارنا چاہیئے فلاں کو کم کرنا چاہیئے نماز و ماز خاک نہیں ہوتی ہفتم بعض جگہ شب ہائے قدر میں لوگ جمع ہوکر شب بیداری کا خاص اہتمام کرتے ہیں اُس کا مکروہ ہونا فصل سوم میں بیان ہوچکا ہے اتفاقاً اگر دو چار آدمی جمع ہوجاویں وہ اور بات ہے غرض بطور خود ہر شخص حسب ہمت عبادت میں مشغول رہے خاص اہتمام اور جمعیت خلاف شرع ہے **فصل ششم** منجملہ ان رسوم کے بعض عورتوں کا یہ معمول ہے کہ رمضان مبارک میں حافظ کو گھر میں بلاکر اس کے پیچھے قرآن مجید سنتی ہیں اس میں علاوہ اُن مفاسد کے جو باب دوم میں عورتوں کے جمع ہونے میں لکھے گئے ہیں یہ مفاسد زائد ہیں ع۱ جو شخص قرآن مجید سناتا ہے حتی الامکان آواز کو بنا کر لہجہ کو دلکش کرکے پڑھتا ہے مردوں کا ایسا نغمہ عورتوں کے کان میں پڑنا بلاشک موہم فتنہ و فساد قلب ہے حدیث انجشہ اس کی دلیل واضح ہے ع۲ عورتوں کے مزاج میں چونکہ بے احتیاطی ہوتی ہے اس لئے سلام پھیر کر پکار پکار کر باتیں کیا کرتی ہیں اور امام صاحب سنا کرتے ہیں۔ بلاضرورت عورتوں کو اپنی آواز اجنبی مردوں کے کان میں ڈالنا شرعاً ناپسندیدہ ہے ع۳ بعض مجمع میں تمام عورتیں اُس مرد کے اعتبار سے نامحرم ہوتی ہیں اُن میں کوئی بھی اُس کی بی بی یا ماں نہیں ہوتی ایک گھر میں مرد کا اتنی نامحرم عورتوں کے ساتھ جمع ہونا بلاشک حکم شرعی کے خلاف ہے موٹی بات ہے

کہ جب شرعاً عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہے اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کا مقصود یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں مباعدت رہے پس جب عورت کو مردوں کے مجمع میں جانے سے ممانعت ہے اسی مرد کو عورتوں کے مجمع میں جانیسے اور عورتوں کو اپنے مجمع میں مرد کے بلانے سے کیوں نہ ممانعت ہوگی عورتوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ اپنے گھروں فرادی فرادی تراویح پڑھیں ہاں کسی کا بھائی بیٹا حافظ ہو اور دو چار بیبیاں گھر کی جمع ہو کر اس کے پیچھے قرآن سن لیں تو مضائقہ نہیں بشرطیکہ یہ شخص فرض جماعت کیساتھ مسجد میں پڑھے اور اگر ان دو چار میں کوئی پردہ دار ہو تو درمیان میں کوئی دیوار یا پردہ وغیرہ حائل ہو اور عورتوں کے جمع ہونے کا اہتمام نہ کیا جاوے

فصل ہفتم منجملہ ان رسوم کے مدارس یا مساجد کے لئے چندہ جمع کرنے کی رسم ہے اس طرح سے کہ دینے والے مجمع کی شرم سے یا اس مہتمم کے دباؤ یا لحاظ سے دے نکلیں یا نادہندی وخست کی شہرت کے اندیشہ سے دیتے ہیں اور قرائن قویہ سے معلوم ہوجاوے کہ اگر یہ اسباب نہ ہوتے تو یہ شخص نہ دیتا تو ایسی صورت میں ان ذرائع سے وصول کرنا ہرگز جائز نہیں اس باب میں حدیث بھی مذکور ہوچکی ہے اور امام غزالیؒ نے اس مسئلہ کی تصریح کردی ہے رہا یہ سوال کہ صاحب بلا دباؤ تو کوئی دیتا نہیں اور یہ کام کرنا ضرور ہے پھر کیا کریں بالکل ہی پوچ ہے اول تو یہی غلط ہے کہ بلا دباؤ تو کوئی دیتا نہیں بہت سے بندگان خدا خود تقاضا کر کے دیتے ہیں دوسرے جن اغراض کیلئے اس طرح چندہ لیا جاتا ہے وہ اغراض خود شرعاً ضروری نہیں کیونکہ اکثر مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فضول خرچیوں کے لئے اتنی بڑی رقموں کی حاجت ہوتی ہے اگر رقم کم ہو مسجد کچی بنالو چھپر ڈال لو نماز کیلئے بہت ہے مدرسہ مختصر بنالو یا کسی کرایہ کے مکان میں رکھو یا کسی مسجد میں بیٹھ جاؤ معقولات کا درس کم کرو قطبی تک پڑھانیوالا تھوڑی تنخواہ کا مدرس کافی ہے فرش وسامان میں تکلف

مت کرو غرض جہاں تک اختصار ممکن ہو اختصار کرو اور ضروری ضروری کاموں پر نظر رکھو اگر اتنا بھی حلال طور سے نہ ملے کام بند کرو سب مسلمانوں کا کام ہے کچھ اکیلے مہتمم کا نہیں چلے چلا وے نہ چلے بند کر دے بلکہ دین کا کام دین کے خلاف ہو کر کرنا اور بھی زیادہ بُرا ہے اور جو کام سرے سے ضروری نہیں جیسا قحط یا وبا میں مساکین کو کھانا کھلانا وغیرہ اس کے لئے ایسا چندہ کرنا اور بھی زیادہ بُرا ہے اور مشاہدہ ہوا ہے کہ قحط و وبا کے چندہ میں مساکین کو بہت ہی کم پہنچتا ہے مہتممین کے گھروں میں اور اُن کے اقارب و اصحاب کو خوب حصے پہنچتے ہیں **فصل ہشتم** منجملہ اُن رسوم کے بعض مدارس کی یہ رسم ہے کہ جب طالب علم نے کتابیں پڑھ لیں خواہ اس کو استعداد ہو یا نہو اور خواہ اپنے علم کے موافق عامل ہو یا نہو اُس کو سند فضیلت دیدیتے ہیں اور دستار بندی کر دیتے ہیں غور کرنا چاہئے کہ رسم دستار بندی واقع میں اساتذہ و مشائخ کی طرف سے عوام کے روبرو اس امر کا اظہار اور شہادت ہے کہ یہ شخص ہمارے نزدیک اس قابل ہے کہ دین میں اس کی طرف رجوع کیا جاوے اور اس سے مسائل پوچھکر عمل کیا جاوے خلاصہ یہ کہ یہ شخص آج سے مقتدائے دین ہے جب حقیقت اس کی یہ ہے تو جو شرائط شہادت کے ہیں وہ اس میں بھی ہونا واجب ہے اور شہادت کی بڑی شرط یہ ہے کہ شاہد کو اُس امر کا پورا علم اور یقین ہو جس کی شہادت دے رہا ہے تاکہ اس کو جھوٹ کا گناہ اور دوسروں کو دھوکہ دینے کا گناہ نہو اور کسی کو اس سے ضرر نہ پہنچے اسی طرح یہاں بھی اس شخص کی نسبت پوری تحقیق ہونا چاہئے کہ قابل مقتدا فی الدین بننے کے ہے یا نہیں اگر علمائے حاضرین کو اس پر پورا اطمینان ہو اور اُس کی حالت علمی و عملی قابل قناعت ہو تو دستار بندی بہت خوب رسم ہے کہ اس میں اظہار نا واقفوں کے روبرو ہو جاتا ہے بشرطیکہ تکلفات زائد جس میں ریا و اسراف لازم آوے نہ کئے جاویں بلکہ اگر واعظوں کیلئے

بھی کوئی ایسی شرط ہو جاوے کہ بلا امتحان و سند علماء کے وعظ نہ کہنے پاویں اور
عوام بھی بدون پیش کرنے سند کے کسی اجنبی کا وعظ نہ سنا کریں تو بڑی ضروری و
مصلحت کی بات ہے اس سند و دستار بندی کی یہ حکمت ہے اور بدون اہلیت
کے ہرگز ہرگز دستار بندی نہ کی جاوے نہ سند دیجاوے کہ بجز اضلال خلق کے
اس کا اور کیا ثمرہ ہے **فصل نہم** منجملہ ان رسوم کے تبرکات کی زیارت ہے جس میں اکثر
عوام کا مجمع زیادہ ہوتا ہے اس میں بھی بکثرت بے احتیاطیاں ہوتی ہیں عا بعض جگہ تو
تبرکات ہی بے اصل ہیں حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کرنا کس
قدر موجب وعید ہے اسی طرح اولیاء اللہ و بزرگان دین پر افترا کرنا بھی جھوٹ تو
ضرور ہے بلکہ بعض تبرکات کے تو غلط ہونے پر دلیل عقلی یا نقلی شہادت دیتی ہے چنانچہ
قدم شریف کے قصے کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے اور بعض قرآن اعراب لگائے ہوئے
حضرت علیؓ کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں اُس زمانہ میں یہ اعراب اصطلاحی نہ
تھے البتہ جہاں کوئی دلیل مکذب نہو ہم کو تکذیب کی حاجت نہیں بالخصوص جہاں
قرائن سے صدق غالب ہو وہ ظناً تبرک ہے گو یقیناً نہ سہی کیونکہ دلایل الیقین کے
مفقود ہیں عا۲ زیارت کرانے پر معاوضہ لیا جاتا ہے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ایسے
امور پر معاوضہ لینا حرام اور رشوت ہے عا۳ زیارت کے وقت اکثر مردوں عورتوں
کا اختلاط جسمی یا نظری ہو جاتا ہے اسکا بُرا ہونا ظاہر ہے عا۴ بعض تبرکات نبویہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت کرانیکے وقت عوام کے مجمع میں اشعار رندانہ پڑھے
جاتے ہیں اور ہیئت بھی حضوری کی بنائی جاتی ہے جس سے عوام کو ایہام رونق
افروزی حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا احتمال ہوتا ہے اس عقیدے کی تفصیل
فصل اول بحث قیام میں ہو چکی عا۵ اس کا اہتمام تداعی فرائض و واجبات سے زیادہ
ہوتا ہے اور محتاط کو نشانہ ملامت بناتے ہیں یہ تصریح تعدی حدود ہے اس لئے مناسب

یہ ہے کہ اس ہیئت سے زیارت نکی جاوے بلکہ خلوت میں یا جلوت خاص میں
بلا پابندی ان رسوم کی زیارت سے مشرف ہوجاوے اور کبھی کبھی بلا تعین وقت
بطور خدمت کے خادم تبرکات کی خدمت میں کچھ پیش کردیا کرے اس کا مضائقہ
نہیں **فصل دہم** منجملہ اُن رسوم کے مساجد کی زینت و تکلف ہے جو حد اعتدال
سے خارج ہو فقہا نے فرمایا ہے اور عقل میں بھی یہ بات آتی ہے کہ مساجد کے استحکام
کے لئے اہتمام و صرف کرنا تو مضائقہ نہیں مگر زیب و زینت و نقش و نگار میں مکروہ
ہے بلکہ اگر مال وقف سے کریگا تو متولی کو اپنے گھر سے اتنا روپیہ بھرنا پڑیگا اور
واقعی اگر غور کرکے دیکھا جاوے کہ مسجد کس غرض کیلئے شرعاً موضوع ہوئی ہے
غرض یہی ہے کہ اُس میں عبادت کی جاوے اور عبادت کی روح اعظم حضور
قلب و خشوع ہے تو لامحالہ جو چیز مخل خشوع ہوگی وہ مخل عبادت ہے وہ موضوع
مسجد کے خلاف ہے تو ضرور مسجد میں اُس کا منضم کردینا ممنوع ہونا چاہئے اسی
واسطے حدیث بخاری میں حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کے مستری کو رنگ امیزی کرنے
سے منع فرمایا اور یہی وجہ فرمائی کہ اس میں لوگوں کے دل کو مشغولی ہوگی گویا عبادتگاہ
تماشاگاہ بنجاویگا واقعی کسقدر قلب موضوع ہے اور حدیث ابوداؤد میں ایسے زیب و زینت
کو یہود و نصاریٰ کا فعل بتایا گیا ہے اُن کے ساتھ مشابہت کرنا بھی بالیقین
بُرا ہے پھر اس میں اسراف بھی ہے علاوہ اس کے اکثر تفاخر و شہرت کا قصد بھی
ہوتا ہے اور اکثر اس قدر تکلف کے لئے حلال مال بھی کم میسر ہوتا ہے کیونکہ حلال
مال اوّل تو اس قدر کس کے پاس ہے پھر اس کو اسطرح بیدریغ خرچ کرنا بھی مشکل
ہے حرام مال مسجد میں لگانا اور زیادہ وبال ہے غرض اتنی خرابیاں اس میں جمع
ہیں اس لئے مساجد کو سادہ اور مستحکم بنانے پر اکتفا کریں ان سب زوائد کو حذف کریں
جس قدر اس میں خرچ کرنا ہو مصلحت یہ ہے کہ اول اُس کی کوئی جائداد یا دوکان

وغیرہ خرید کر اُس کے مصارف کے لئے وقف کر دیں اور بعض لوگوں کا حضرت عثمان
کے قصے بناء مسجد نبوی اور اس میں ساج وغیرہ کے منقش کرنیکے قصے کو دلیل نقلی میں
پیش کرنا اور مصلحت اعزاز و رفعت دین کو دلیل عقلی میں پیش کرنا محض ناکافی ہے
حضرت عثمان نے اس قدر تکلف نہیں فرمایا تھا نہ اُن کی نیت میں تفاخر تھا نہ مشتبہ مال
اس میں لگایا اُن کے قصے پر اپنے فعل کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ؎ کار پاکاں
را قیاس از خود مگیر ✤ گرچہ ماند در نوشتن شیر شیر۔ اور دین کا اعزاز و ترفع ایسے امور سے
نہیں ہوتا بلکہ سادگی میں اس کا حسن اور دوبالا ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ کا ارشاد نحن
قوم اعزنا اللہ بالاسلام آب زر سے لکھکر حرز جان بنانیکے قابل ہے اور اُس کے
حاشیہ پر حافظ شیرازی کا شعر چڑھانیکے لایق ہے ؎ ز عشق ناتمام ما جمال
یار مستغنیست ✤ بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را۔ اسی طرح مساجد
بہت بہت پاس بنانا بالخصوص تفاخر و تزاحم کیلئے بھی بالکل دین اور عقل کے خلاف
حرکت ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین کے کام کو دین کے طور پر کرو ورنہ نیکی برباد گناہ
لازم کا مضمون ہو جاتا ہے۔

خاتمہ الحمدللہ کہ تیسرے باب کے ساتھ کتاب ہذا بھی اختتام کو پہنچی اور آج ہی
کے دن تاریخ چہارم ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ اس ناکارہ کی عمر سے پورا اُنتیسواں سال بھی ختم
ہوا یہ مدت تو جو کہ قریب چہل ہے سعدیؒ کے اس قول کا مصداق ہے ؎ چہل سال
عمر عزیزت گذشت ✤ مزاج تو از حال طفلی نگشت۔ دیکھئے آیندہ کتنی عمر باقی ہے اور
کس حالت میں گذرتی ہے۔ یا اللہ اپنی رحمت کا صدقہ کہ بقیہ عمر کو اس عمر گذشتہ کا مصلح بنا کر
ایمان کامل پر خاتمہ کیجیو بحرمت سید الخلائق والبشر سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ و اصحابہ الی یوم التناد والمحشر وارزقنا شفاعتہ یوم الفزع الاکبر۔ آمین برحمتک یا
ارحم الراحمین ✤

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ اصلاح الرسوم جس کو طبع ثانی کے وقت مولف نے اضافہ کیا اس میں
بھی چند فصلیں ہیں اور ہر فصل میں ایک رسم کا بیان ہے **فصل اوّل** ایک رسم یہ
ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اُس کے ورثہ میں سے جو موقع پر موجود ہوتے ہیں
اُس کے کپڑے نکال نکال کر غریبوں کو محتاجوں کو مدارس میں مساجد میں تقسیم کرنا شروع
کردیتے ہیں اور اس کا خیال نہیں کرتے کہ بعض وارثین جو حاضر نہیں ہیں اسمیں
اُن کا بھی حصہ ہے ممکن ہے کہ وہ اس تقسیم کو پسند نہ کریں یا ان کی مرضی اور کسی
جگہ دینے کی ہو اسی طرح بعض ورثہ نابالغ ہوتے ہیں اُن کے حصے میں بھی تصرف
کرنا جایز نہیں بلکہ اگر وہ اجازت بھی دیدیں تب بھی عقد و تبرع وہبہ میں اُن کی اجازت
شرعًا معتبر نہیں ہے اسی طرح کفن کے علاوہ اوپر کا چادر اور جانماز یہ سب کفن سے
خارج ہے اور عام رواج یہی ہے کہ یہ ترکہ مشترکہ میت سے بنایا جاتا ہے سو ان سب
چیزوں میں بوجہ تصرف فی حق الغیر کے غصب اور ظلم کا گناہ ہوتا ہے اس لئے اس میں احتیاط
کرنا ضرور ہے پس اگر میت نے وصیت صراحتًا کی ہو کہ میرے کپڑے مساکین یا صلحاء
کو دیدیے جاویں تو یہ وصیت ثلث ترکہ میں جاری ہوگی یعنی جسقدر کپڑوں کے لئے وہ
وصیت کر گیا ہے اگر کل ترکہ کے ثلث سے قیمت میں زائد نہوں تو بلا کسی وارث کے
دریافت کئے ہوئے وہ تقسیم کردیے جاویں ورنہ اُن کو اول تقسیم کرنا چاہئے جب ہر شخص
اپنے حصے پر قابض ہو جاوے پھر ہر ایک کو اپنی چیز کا اختیار ہے جس کو چاہے دے
یا نہ دے اور نابالغوں کا حصہ اگر اُن کے بکار آمد ہو رکھا جاوے ورنہ فروخت کرکے
اُن کے کام میں لگایا جاوے البتہ اگر کسی جگہ سب وارث بالغ ہوں اور تصریحًا یا دلالۃً
بقرائن قویہ اجازت دیدیں تب بلا تقسیم بھی صرف کردینا جایز ہے اور جس جگہ لینے والے

کو حال معلوم نہ ہو تو چونکہ غالب یہ احتیاطی ہے اس لئے واجب ہے کہ خوب تفتیش کر لیا کرے بنہیں کہ مردہ کے مال کو غنیمت سمجھیں اہل مدارس و مساجد کو اس کا بہت خیال رکھنا ضرور ہے ان کی احتیاط سے عوام متنبہ ہو جاوینگے ؛

فصل دوم ایک رسم یہ ہے کہ جب کسی شیخ کی وفات ہوئی اس کے مُریدوں نے جمع ہو کر اُس کے کسی بیٹے کو یا کسی خادم کو سجادہ نشین کر دیا اور سند کے لئے دستاربندی کر دی خواہ اس میں اہلیت ہو یا نہو خیال کرنے کی بات ہے کہ جو لوگ ابھی خود اس راہ سے نا آشنا ہیں اُن کی اجازت کہانتک قابل اعتبار ہو سکتی ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ جتنے لوگ ایسے رسمی سجادہ نشین سے بیعت ہونگے اُن سب کی گمراہی کا وبال اُس سجادہ نشین کی برابر اُن ارباب جلسہ کو بھی ملیجاویگا کہ یہ لوگ بانی ضلالت ہوئے حدیث شریف میں علامات قیامت سے آیا ہے کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے وہ خود بھی گمراہ ہونگے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے اس لئے سمجھ لینا ضرور ہے کہ جب تک کوئی شیخ کامل جامع شریعت و طریقت جسکو اُس زمانہ کے اچھے لوگوں نے اہل مان لیا ہو اجازت نہ دے بیعت لینے پر جُرأت نہ کرنا چاہیئے

فصل سوم ایک رسم یہ ہے کہ اکثر بعد مرنے مورث اعلی کے کوئی چچا یا بھائی وغیرہ کسی لڑکے یا لڑکی کا نکاح اُسی کے حصے سے جو ترکہ سے اس کو پہنچا ہے کر دیتے ہیں اور فضول اخراجات میں اُسکو برباد کر دیتے ہیں اور اپنے ذہن میں سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو اس کی چیز اسی کو لگا دی کون گناہ کیا اس کی تو ایسی مثال ہوئی کہ کسی مسخرہ میزبان نے دعوت کر کے مہمانوں کی جوتیاں بیچکر اُن کو مٹھائی کھلا دی تھی اور کہا تھا کہ یہ آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے بلکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کچھ قرضہ بھی ہو جاتا ہے تو وہ اُس لڑکے کے ذمہ رکھا جاتا ہے اور اُس سے ادا کرایا جاتا ہے یہ کسقدر ظلم صریح ہے پس اول تو فضول رسوم خود نا جائز ہیں اور جو مصارف مباح و جائز بھی ہوں تب بھی

اسکے حصے سے بلااس کی رضا صریح کے جبکہ وہ بالغ ہو صرف کرنا حرام ہے اور اگر وہ
نابالغ ہے تو صریح اجازت بھی شرعاً معتبر نہیں یا ویسے ہی رسمی اجازت ہے بوجہ لحاظ
کے یا عرف کے یہ سب غیر معتبر ہے **فصل چہارم** ایک رسم یہ ہے کہ لڑکیوں
کو بہنوں کو ترکہ سے حصہ نہیں دیتے جو صریح نص قطعی کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ
نے سورہ نساء میں فرمایا ہے کہ مردوں کا بھی حصہ ہے جو کچھ ماں باپ یا اقارب نے
چھوڑا ہو اسطرح عورتوں کا بھی حصہ ہے جو کچھ اُنکے ماں باپ یا اقارب نے چھوڑا قلیل
ہو یا کثیر یہ حصہ مقرر کیا ہوا فرض کیا ہوا ہے الخ ایسے صاف حکم کے خلاف پر کسطرح
جرأت ہوتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب وہ لیتی نہیں اُن سے پوچھنا چاہیئے کہ
تم نے کب دیا تھا کہ انہوں نے انکار کیا البتہ لحاظ سے مروت سے مانگا نہیں اس سے
کسی کا مال حلال نہیں ہو سکتا بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے دینا چاہا تھا انہوں
نے نہیں لیا یہ بھی عذر ناکافی ہے ایک نہ لینا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ لینے سے خلقت
ملامت کرے گی یہ شرعاً معتبر نہیں ایک نہ لینا محض طیب خاطر سے ہوتا ہے سو اس
کا فیصلہ ہر شخص انصاف سے خود کر سکتا ہے اس زمانہ میں چونکہ اکثر لوگ حاجتمند و مفلس
ہیں اور مال کی محبت اکثر قلوب میں راسخ ہے اسلیئے رسمی اجازت کا اعتبار نہیں بلکہ ضرور
ہے کہ بعد مرنے مورث کے سب کا تام بھی درج کرایا جاوے اور ششماہی یا سالانہ آمدنی پر سب
حساب کرکے ہر ایک کا حصہ روپیہ یا غلہ سے اسکو اصرار کرکے دیا جاوے اگر اعلان سے
لینا اسکو ناگوار ہو اخفا کے ساتھ اُسکا پورا حق دے یا اسکی جائداد وغیرہ علیحدہ تقسیم کرکے اُسکو
حوالہ کرے اور جو وہ انتظام نہ کر سکے یہ شخص وکالتاً اُسکی جانب سے انتظام کردے یا اُسکی
خوشی سے خود مناسب طور سے ٹھیکہ پر لے لے اور رقم ٹھیکہ اسکو ادا کرتا رہے۔
بعض لوگ اپنے جی کو سمجھا لیتے ہیں کہ ہم نے تقریبات میں پھوپی کو بہن کو بھات دیا ہے جوڑے
دیئے ہیں اور ہمیشہ دیا کرتے ہیں یہ گویا اُسکا حصہ ترکہ کا ادا کر دیا جاتا ہے اسکے جواب میں

وہی حکایت مسخرہ میزبان کی جو فصل سوم میں لکھی گئی کافی ہے **فصل پنجم** ایک رسم یہ
ہے کہ اکثر لوگ مسجد کی چیز اپنے برتنے کیلئے لیجاتے ہیں کوئی آگ لیجاتا ہے یا سقاوہ میں سے
پانی لیجاتا ہے کوئی بیمار کے لئے پانی پڑھوا کر مسجد کے لوٹے میں لیجاتا ہے کوئی وہاں
کا فرش اپنے دعوتیوں کو بٹھلانے کے لئے لیجاتا ہے کوئی استنجے کے ڈھیلے اپنے گھر
استنجا کرنے کیلئے لیجاتا ہے۔ اور اپنے دل کو یوں سمجھا لیتے ہیں کہ مسجد کا مال وقف ہے
اس میں سب کو حق انتفاع ہے صاحبو یہی تو ممانعت کی دلیل ہے کیونکہ وقف کا حکم
یہ ہے کہ جس غرض کے لئے جس قید کے ساتھ وقف ہو اُس کے سوا دوسری طرح استعمال
جائز نہیں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اشیاء مذکورہ ان اغراض کے لئے وقف نہیں
کی گئیں بلکہ جو ضرورتیں نمازیوں کو وہاں نماز پڑھنے کیوقت پیش آتی ہیں اُن کیلئے
یہ اشیاء وقف ہوتی ہیں اس لئے اُس شرط و قید سے تجاوز کرنا حرام ہوگا فقہا نے
تصریح کی ہے کہ جو پانی پینے کے لئے وقف کے طور پر رکھا گیا ہے اُس سے وضو کرنا
جائز نہیں ہے اور اگر وقف کے یہی معنے ہیں تو مسجد کی اینٹیں بھی وقف ہیں اُن سے
اپنا مکان بنا لینا جائز ہونا چاہیئے وہاں کے کواڑ تختے سب وقف ہیں یہ بھی لیجانا درست
ہونا چاہیئے نعوذ باللہ منہ اسی طرح بعض قومیں بڑے بڑے مجموعوں کو مسجد میں کھانا
کھلاتی ہیں گویا مسجد چوپال ہے یا اُن کی بیٹھک ہے یہاں وہی مسئلہ یاد کرنا چاہیئے کہ
مسجد اس کام کے لئے نہیں ہے اس لئے یہ فعل ناجائز ہوگا بلکہ فقہا نے لکھا ہے کہ
معلم لوگ جو تنخواہ لیکر قرآن وغیرہ پڑھاتے ہیں ان کو مسجد میں لڑکے لیکر بیٹھنا جائز نہیں
کیونکہ مسجد عبادت گاہ ہے تجارت گاہ نہیں۔ ان سب امور سے اجتناب واجب ہے
اور منجملہ احترام مسجد کے یہ بھی ہے کہ وہاں بدبودار چیز نہ لیجاوے حتی کہ مٹی کا تیل اس
کے اندر نہ جلاوے دیا سلائی اس کے اندر نہ کھینچے باہر چراغ روشن کر کے اندر رکھدے
تماکو کھانے پینے والا جبتک خوب منہ کو صاف نہ کرلے اُس میں داخل نہ ہو **فصل ششم**

ایک رسم یہ ہے کہ اکثر قصبات میں عیدین کی امامت اور بعض جگہ جمعہ اور نماز پنجگانہ کی بھی
محض موروثی بنا پر دعوے ریاست کے چلی آتی ہے خواہ امام صاحب میں اہلیت ہو
یا نہ ہو بعض جگہ تو امام قرآن بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا ایسی صورت میں تو نماز ہی سب
کی باطل ہو گی اور اگر اُلٹا سیدھا صحیح بھی پڑھ لیکر مگر مقتدی لوگوں کو اُس کی امامت
ناگوار ہے اور جبراً و کرہاً بہ خیال احتمال فتنہ کے ساکت ہیں تو اس امام کو سخت گناہ ہوگا
جیسا حدیث میں آیا ہے کہ ایسے امام کی نماز قبول نہیں ہوتی **فصل ہفتم** ایک رسم یہ ہے
کہ اکثر لوگ عیدین یا جمعہ میں یا اور نمازوں میں پہلے سے خود یا کسی نوکر چاکر دوست آشنا
کی معرفت مسجد میں اپنا کپڑا یا تسبیح قبضہ کیلئے رکھدیتے ہیں اور آزادی اور بیفکری سے
جب جی چاہتا ہے تشریف لیجاتے ہیں سو یہ بات بالکل شریعت کے خلاف ہے ہمارے
حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ ہم حضور کے لئے منےٰ میں پہلے
خیمہ وغیرہ لگا دیں آپنے فرمایا کہ نہیں کیونکہ وہاں ٹھیرنیکا استحقاق اُسکو حاصل ہے جو
پہلے پہنچ جاوے الخ البتہ کسی جگہ جب آدمی بیٹھ گیا اور نماز ہونے تک بیٹھا رہنے کا ارادہ
کر لیا اگر اتفاقاً درمیان میں عارضی طور پر اٹھنا پڑے مثلاً وضو ٹوٹ گیا یا کھنکارنے گیا
اسوقت بھی شخص اُس جگہ کا مستحق ہے دوسرے شخص کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں ایک
حدیث اس مضمون کی بھی آئی ہے **فصل ہشتم** ایک رسم یہ ہے کہ اکثر مساجد میں امام کے کھڑے
ہونے کی جگہ ممتاز بلند ہے بعض جگہ امام بالکل محراب کے اندر کھڑا ہوتا ہے ان دونوں صورتوں
کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے پس اس میں احتیاط کرنا چاہیئے کہ امام کے کھڑے ہونیکی
جگہ ایک بالشت بھی بلند نہ ہو اور کم از کم پاؤں محراب سے باہر رہنا چاہیئے **فصل نہم** ایک
رسم یہ ہے کہ اکثر لوگ دو چار نسخے یاد کر کے مطب اور علاج شروع کر دیتے ہیں نہ
کلیات سے واقف نہ جزئیات کے تفاوت کے احکام معلوم۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص
طب میں ماہر نہ ہو اور علاج کرے اور اُسکے علاج سے کوئی نقصان ہو جاوے وہ ضامن

یعنی دنیا میں قابل سیاست اور آخرت میں مستوجب عذاب ہے۔ نیم حکیم خطرۂ جان نیم ملا
خطرۂ ایمان مسلم ہے فصل دوسم منجملہ ان کے یہ رسم ہے کہ قربانی کے جانور میں لازم سمجھتے ہیں
کہ پائے حجام کا حق ہے اور سری سقہ کا حق ہے اسی طرح عقیقہ میں اپنے اپنے حقوق
لازم کر رکھے ہیں اسکو دینے والا اور لینے والا ضروری سمجھتے ہیں اگر نہ دو تو شکایت اور
مذمت و ہجو کرتے پھرتے ہیں یہانتک کہ یہ لوگ بلا اجازت مالک کے یہ چیزیں اٹھا لیجاتے ہیں
پس سمجھ لینا چاہئے کہ شریعت میں اس لزوم کی کوئی دلیل نہیں بلکہ اگر غور کیا جاوے
تو اسمیں بڑی خرابی لازم آتی ہے وہ یہ کہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ المعروف کالمشروط پس
جب اس درجہ کا عرف ہو جاوے تو ایسا ہوگا جیسا ان لوگوں سے شرط ٹھیرائی گئی
ہو اور اگر کوئی شرط اسطرح شرط ٹھیراوے کہ تم ہمارا فلاں کام کیا کرو تمکو اس خدمت کے
معاوضہ میں فلاں چیز دینگے تو وہ چیز اس صورت میں اجرت ہوگی اور اجرت ذمہ کام لینے والے
کے دین ہے تو گویا اس شخص نے قربانی کے اجزاء سے اپنا دین ادا کیا اور یہ حکم بیع میں ہے اور
حرام اور باطل ہے صرف تبرعات میں اُسکا صرف کرنا جائز ہے اسی طرح کھال کو یہ سمجھنا کہ موذن
کا حق ہے اس میں بھی بعینہ یہی خرابی ہے جیسا کہ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے چاہئے
کہ اس رسم کو موقوف کریں اور بلا تعیین و بلا اعتقاد استحقاق مالک کو اختیار ہے جس کو چاہے
دیدیا کرے اسی طرح قربانی میں اور بھی بے احتیاطیاں کرتے ہیں مثلاً عام رواج ہے کہ گائے
بھینس کا بچہ پرورش کیلئے حصے پر دیدیتے ہیں یعنی زید اپنی گائے کا بچہ عمرو کو یہ شرط کرکے
دیتا ہے کہ تم اپنے طور پر اس کی خدمت کرو کھلاؤ پلاؤ جب یہ بڑا ہو جاوے آدھا ہمارا
آدھا تمہارا۔ اور یہی اسکا حق الخدمت و اجرت پرورش ہے پس کبھی وہ زید کے پاس رہتا
ہے اور وہ اجرت قیمت عمرو کو دیدیتا ہے کبھی بالعکس چونکہ یہ کسی عقد صحیح میں شرعاً داخل
نہیں اس لئے معاملہ حرام ہے اور اگر خدمت کرنے والیکے پاس وہ جانور رہا تو اُس کی
ملک خبیث ہے پس بعض لوگ ایسا جانور خرید کر اُس پر قربانی کیا کرتے ہیں چونکہ اس

صورت میں وہ بملک خبیث حاصل ہوگا اس لئے قربانی اسکی مردود ہوگی چاہئے کہ اس معاملہ کو بھی ترک کردیویں اور ایسے جانور کی قربانی بھی نکریں اور دوسری قسم کی بے احتیاطیا بھی قربانی میں ہوجاتی ہیں علماء سے تحقیق کر کے سب سے احتراز کرے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

جواب استفتائے متعلقہ رسوم مروجہ از حضرت فرید عصر وحید دہر فقیہ زمان مقتدائے دوران حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مد اللہ علینا ظلال جلالہم وافاض علینا من نمیر افضالہم وزلال نوالہم

جو رسوم مروجہ زمانہ کہ کسی حجۃ شرعیہ سے نادرست اور گناہ ہیں انکے عدم جواز میں تو کچھ کلام نہیں ہے مگر جو رسوم کہ فی نفسہ مباح ہیں خواہ بدرجہ مندوب و مستحسن پہنچے ہوئے ہیں اگر عوام اُنکو بمنزلہ واجب موکد جاننے لگیں یا عملاً اُنکے ساتھ برتاؤ واجب کا کرنے لگیں کہ اُنکے ترک سے حجاب اور ندامت لاحق ہونے لگے اور باوجود عدم وسعت کے انکے ارتکاب کی سعی کیجاوے اور تارک پر ملامت ہوتی ہو جیسا کہ اب اکثر بلاد اور اکثر طبائع میں باعتبار اکثر رسوم کے ایسے ہی مشاہد ہیں تو لاریب یہ التزام اور معاملہ نادرست اور موجب معصیت ہے اور اگر خود مرتکب رسم اس عقیدے اور خیال سے بری ہے تب سے یہ اندیشہ فساد عقیدہ عوام اس کا ارتکاب نادرست ہوگا چنانچہ کتب فقہ وحدیث سے یہ امر ظاہر و باہر ہے ایسے وقت میں تارک رسوم اور ماحی بدعات اور ساعی رواج طریقہ سنیہ بیشک مثاب ورماجور ہوگا۔ علے ما دلت علیہ الاحادیث الصحیحۃ والروایات الفقہیۃ المستندۃ المعتبرۃ الصریحۃ

بندہ رشید احمد صاحب گنگوہی

۱۳۲۳ھ ہجری

میلاد کا مضمون فیصلہ ہفت مسئلہ کے مخالف ہونیکے سبب اکثر لوگونکو خلجان ہوتا ہے

اسلئے اوسکے متعلق ایک سوال جواب شائع کیا جاتا ہے

ہفت مسئلہ سے اکثر لوگونکو شبہ ہوتا ہے اسلئے اوسکے متعلق رسالہ ہفت مسئلہ جو مطبع نظامی مین طبع ہوا ہے اور حضرت حاجی صاحب کی طرف منسوب ہے اور اوس مین اہل بدعة کی تائید اور اہل حق علماء دین محققین کی مخالفت کی گئی ہے آیا اوس کا حاجی صاحب کی جانب منسوب ہونا درست ہے یا نہین علاوہ اسکے اوسپر عمل کرنا اور ترغیب دلانا درست ہے یا نہین۔

الجواب

رسالہ ہفت مسئلہ مین مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر مین تو کوئی امر ایسا نہین لکھا کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اسکے امکان کا اقرار اور اوسکے بحث سے احتراز لکھا ہے تو اسمین کسی اہل حق کی مخالفة نہین اور مسئلہ تکرار جماعة مین بسبب اختلاف روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا ہے کہ مسئلہ مختلفہ مین مخالفت کرنا مناسب نہین اور مسئلہ ندا ر غیر مین صاف صاف حق لکھا ہے کہ ندا ر غیر اگر حاضر و علم غیب جانکر کرے گا شرک ہوگا اور جو بے اسکے شوق مین کہا ہے تو گنہ گار نہین اور جو بدون عقیدہ شرکیہ کے اور بدون شوق کے یہ سمجھکر کہے کہ شاید اونکو حق تعالی خبر کردے تو خلاف محل نص مین خطا و گناہ ہے مگر شرک نہین اور جو نص سے ثبوت ہو جیسا صلوۃ و سلام بخدمت فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام ملائکہ کا پھونچانا تو وہ خود ثابت ہے یہ سب حق ہے اسمین کوئی اہل حق مخالف اسکے نہین کہتا۔ اب رہے تین مسئلہ قیود مجلس مولود اور قیود ایصال ثواب اور عرس بزرگان کا کرنا تو اوسمین وہ خود لکھتے ہین کہ در اصل مباح ہین اگر انکو سنت و ضروری جانے تو بدعة اور تعدی حدود اللہ تعالی اور گناہ ہے اور اسکے بدون کرنے مین اباحة لکھتے ہین اور ہم لوگ جو منع کرتے ہین تو وجہ یہ ہے کہ اونکو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہین کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہین لہذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہین اور ہم لوگون کو عادة عوام سے محقق ہوگیا ہے کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہین لہذا ہم بدعة کہتے ہین پس فی الحقیقة مخالفة اصل مسائل مین نہین ہوئی بلکہ بسبب عدم علم اہل زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے امام صاحب نے صابی کو ایک حکم دیا اور صاحبین نے دوسرا حکم اور یہ بسبب اختلاف حال کے ہوا ہے کہ امام صاحب کے وقت مین اون کا حال اہل کتاب جیسا تھا اور صاحبین کے وقت مین مجوس جیسا پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہین بلکہ بوجہ حال اہل زمانہ کے ایسا ہے دیگر مسایل مین ہے ورنہ حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعة کے نہین ہین کہ اہل فہم و دانش خود عبارة رسالہ سے سمجھ سکتا ہے۔

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مختصر فہرست کتب کتبخانہ مولوی محمد یحیےٰ تاجر کتب گنگوہ ضلع سہارنپور

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہم

ضیاء القلوب ۳/ ایضاً اردو ۴/ غذائے روح ۳/

گلزار معرفت ۲/ مثنوی تحفۃ العشاق ۱/ جہاد اکبر ۱/

ارشاد مرشد ۱/ دردنامہ غمناک ۔/

تالیفات حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب مدظلہم العالی

امداد السلوک ترجمہ رسالہ مکیہ ۔ تصوف فارسی ۴/

ہدایۃ الشیعہ ۔ ہادی علی لکھنوی کے دس سوالوں اور ایک اشتہار کا جواب ۔۔۔ ۳/

زبدۃ المناسک ۔ تمام ضروریات حج کا ذخیرہ ۳/

لطائف رشیدیہ ۔ استفسارات متعلقہ آیات قرآنی مع پردہ مروجہ شرفائے ہند ۔۔ ۱/

کراہت جماعۃ ثانیہ تکرار جماعت کی کراہت ۱/

رسالہ تراویح ۔ بیس رکعت تراویح کا احادیث صحیحہ سے ثبوت اور غیر مقلدین کا رد ۔۔۔۔ ۱/

رسالہ جمعہ ۔ اہل حدیث کے فتوے ثبوت جمعہ در قریے کا جواب ۔۔۔۔۔۔ ۱/

رسالہ وقف اوقاف قرآنی کا احادیث سے ثبوت ۱/

فتوی ظہر احتیاطی ۔ احتیاط الظہر بعد الجمعہ کی تحقیق

ہدایۃ المعتدی ۔ عدم جواز قرات خلف الامام میں یہی ایک رسالہ ہے جسکو مخالفین بھی پسند کرتے ہیں ۔ ۲/

سبیل الرشاد ۔ چند مسایل مختلفہ حنفیہ و اہل حدیث میں منصفانہ محاکمہ ۔۔۔۔۔ ۱/

فتوے میلاد ۔ مع دیگر علمائے معتبر کے مولد شریف کے حسن و قبح کا بیان ۔۔۔۔ ۱/

تالیفات حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

جس نے مولٰنا مرحوم کی تقریر سنی ہے وہ تو جانتا ہی ہوگا ۔ جس نے نہیں سنی وہ آپ کی تصانیف سے معلوم کر سکتا ہے کہ حق تعالی نے آپکو کس درجہ کا علم اور فہم مرحمت فرمایا تھا ۔

آبحیات ۔ ثبوت حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔۔۔۔ ۱/

(شیعوں کے اعتراضات کا جواب)
ہدایۃ الشیعہ ۱/
اجوبہ اربعین ۱/
انتباہ المومنین ۱/

(حقانیت اسلام کا عقلی ثبوت)
تقریر دلپذیر ۱/
حجۃ الاسلام مع تتمہ ۱/

مباحثہ شاہجہانپور ۶/
میلا خدا شناسی ۲/
انتصار الاسلام ۲/
قبلہ نما ۵/

تصفیۃ العقاید ۲/
توثیق الکلام ۱/

دلیل محکم ۱/
تحفہ لحمیہ ۱/

قصائد قاسمی ۔۔۔۔۔ ۲/

لطائف قاسمی ۔۔۔۔۔ ۱/

جمال قاسمی ۔۔۔۔۔ ۱/

تحذیر الناس ۔۔۔۔۔ ۲/

مناظرہ عجیبہ در رد شبہات تحذیر الناس ۴/

تالیفات حضرت مولٰنا اشرف علی صاحب زاد مجدہم

تعلیم الدین ۔ ضروریات دین ۔ نصائح ۔ اشغال ۔ مراقبات ۔ مکاشفات وغیرہ ۔۔۔۔۔ ۲/

صفائی معاملات مسائل متعلقہ خرید فروخت ۱/

مکتوبات امدادیہ ۔ حضرت حاجی صاحب کے خطوط بنام مولٰنا عم فیضہم ۔۔۔۔۔ ۲/

اصلاح الرسوم رسوم مروجہ کی مدلل اصلاح ۴/

جزاء الاعمال ۔ اعمال کیساتھ جزا سزا کا تعلق ۱/

فروع الایمان ۔ سچے پکے مومن کا دستور العمل ۲/

تحقیق تعلیم انگریزی ۔ انگریزی پڑھنے کے منافع و مضار ۔/

حق السماع ۔ گانا سننے پر محققانہ مضمون ۱/

خطبات ماثورہ آنحضرت صلعم اور صحابہ و تابعین سے منقول خطبے ۔۔۔۔۔۔ ۱/

اصلاح الخیال نیچریہ خیالات کی اصلاح قابل دید ۲/

تجوید القرآن قرآن مجید کی تلاوت کیلئے ضروری قواعد ۱/

شجرہ مع تعلیم الطالب حضرت حاجی صاحب کے شجرہ میں مقام دفن مشایخ و تاریخ وفات اضافہ کیگئی ہیں ۱/

علاج القحط و الوبا ۔ وبا و قحط عالمگیر کا روحانی علاج ۱/

حفظ الایمان سجدہ غیر اللہ طواف قبور و علم غیب ۔/

تحقیق المہدی و المسیح بحث مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق سوالات کا جواب ۔۔۔۔ ۱/

اصلاح ترجمہ نذیریہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ترجمہ قرآن کی اغلاط فقہی و اصولی ۔۔۔۔۔ ۱/

تکمیل الیقین احکام شرعیہ کی تفصیل اور اونکا دلائل عقلیہ سے اثبات ۔۔ ۱۲/